(اوم)

مسلم آریہ ما[illegible]

نمبر (۱)

حضرت محمد صاحب اور قرآن مجید

کا

ویدک دھرم سے اٹوٹ سمبندھ

مصنفہ :۔ لکشمن آریہ اپدیشک

پرکاشک: ویدک پستکالیہ آریہ سماج برلا لائنیں دھلی

بار دوئم　　تعداد ۲۰۰۰　　قیمت ۱ر

ملنے کا پتہ:-

(۱) ویدک پُستکالیہ آریہ سماج برلا لائینس دھلی

(۲) آریہ ویر پُستکالیہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

(۳) آریہ ساہتیہ مندر ہسپتال روڈ لاہور!

(۴) آریہ ساہتیہ پُستکالیہ آریہ ہوٹل لاہور!

لکشمن آریہ اُپدیشک کے شائع کردہ ٹریکٹ

رادھا سوامی ہوائی محل	اُردو	عہ/	سینکڑہ
" " "	ہندی	عا/	"
مُسلم آریہ لیمپ نمبر ۱	اُردو	صہ/	"
" " " "	ہندی	سے/۴	"

دیگر کل ٹریکٹ نصف یا ½ قیمت پر!

مینجر ویدک پُستکالیہ آریہ سماج برلا لائینس دھلی

(اوم)

مسلم آریہ ملاپ

نمبر ۱

حضرت محمد صاحب اور قرآن مجید
کا
ویدک دھرم سے اٹوٹ سمبندھ

مصنفہ

لکھشمن آریہ اپدیشک

پرکاشک :- ویدک پستکالیہ آریہ سماج
برلا لائینز - دہلی

تعداد ۲۰۰۰ قیمت [illegible]

(۱)

تبدیل رائے کا اعلان

میں دین اسلام۔ قرآن مجید اور حضرت محمد صاحب کے متعلق تقریر اور تحریر دونوں ذریعوں سے نکتہ چینی کرتا رہا ہوں۔ لیکچر۔ مباحثے۔ مضامین۔ ٹریکٹ۔ کتاب ہر ذریعے سے اسلام کی تردید کرنا اپنی زندگی بھر کے کام کا خاص جزو رہا ہے۔ مہرشی دیانند۔ پنڈت لیکھرام اور دوسرے آریہ ودوانوں کے زیر اثر آریہ سماج کی مجموعی رائے دین اسلام کے سخت خلاف رہی ہے۔ لیکن آریہ سماج کا ایک خاص اصول ہدایت دیتا ہے۔ کہ سچ کو قبول اور جھوٹ کو ترک کرنے پہ ہر وقت مستعد رہنا چاہیئے۔

اس کے مطابق جب بھی مجھے اسلام میں کوئی خاص صداقت سوجھی میں نے اُس کا اعتراف کیا۔ چنانچہ آج سے ۲۲ سال پہلے کے شائع شدہ مکمل جیون چرتر مہرشی دیانند کے دیباچے میں بارہ سال پہلے کے چھپے ہوئے ویدک سدھانتوں کی ودیاپکتا کے کئی مضمونوں میں اس امر کے ثبوت بکثرت موجود ہیں۔ ہندی میں شائع شدہ کتاب راجنیک دھرم میں بھی اس مدعا کو واضح کیا گیا۔ مشہور مناظر پنڈت دھرم بھکشو جی ۱۹۲۵ء میں میرے پاس دہلی میں بطور ایڈیٹر آریہ مسافر کام کرتے رہے تو متعدد بار کی باہمی گفتگو کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ اُنہوں نے "وید و ازعربی مبلغ یا کیا محمد صاحب آریہ تھے"۔ اس نام کی چھوٹی سی کتاب لکھی۔ اس کے بعد بھی "میں جلوہ وید" لکھ کر میں نے ویدک دھرم اور اسلام کے میلان کے متعلق اشارات دیئے اس کل دوران میں بحیثیت مجموعی میری رائے اسلام کے خلاف ہی رہی۔ مگر گزشتہ چار سال میں میرے دل میں یہ تحریک کام کرتی رہی کہ مطابقت کے اس قدر پیمان امر نہیں ہو سکتے۔ اس لئے زیادہ باریک بینی سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تراجم

سے آزاد ہو کر قرآن مجید کی آیات کے اصل الفاظ پر مسلسل غور کیا گیا۔ چونکہ ترجموں اور تفسیروں میں باہمی اختلاف سے قرآن کے متعلق کوئی یقینی فیصلہ نہیں دیا جا سکتا تھا۔ اس لئے یہ طریق نہایت مؤثر ثابت ہوا۔ حتیٰ کہ حقیقت الامر نے آج مجھے اس امر کا صاف اعلان کرنے پر مجبور کیا ہے۔ کہ

حضرت محمد صاحب اور قرآن کے متعلق میری رائے بدل گئی ہے۔ اور میں نہایت ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ اسلام کے متعلق آریہ سماج کی نکتہ چینی کا رویہ جلد سے جلد بدل جائے +

(۲) حضرت محمدؐ صاحب کی اصل پوزیشن

آریہ پرش میری طرح یقین رکھتے تھے۔ کہ حضرت محمد صاحب نے اپنی ذاتی اغراض یا شہرت کے لئے مختلف ناجائز طریقوں سے ویدوں کے ورودھ اپنا نیا مذہب چلایا ہے۔ لیکن امر واقع یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ جس نیک نیتی سے متحرک ہو کر سوامی دیانند نے ویدک سورج کے آگے آئے بادلوں کو چھن بھن کیا۔ اسی سپرٹ کے زیر اثر حضرت صاحب نے عرب دیش کے نہایت ناموافق حالات میں بھی قدیم اور سچے ایشوری عالمگیر دھرم کا پرچار کیا۔ سوامی دیانند جس طرح اپنی شخصیت کو ایشوری دھرم پر قربان کرتا ہے اور صاف کہتا ہے کہ میں کوئی نیا مت نہیں چلاتا۔ ازلی۔ ابدی ایشوری دھرم کو ہی ماننا اور منوانا چاہتا ہوں۔ وہی پوزیشن خود قرآن مجید کی کتنی ہی آیات سے حضرت صاحب کی ثابت ہوتی ہے +

سورہ آل عمران آیت نمبر ۷۸۔ مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبَّانِیّٖنَ بِمَا کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْکِتٰبَ وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ط

ترجمہ "کسی انسان سے ایسا نہیں ہو سکتا۔ کہ خدا اسے اپنی کتاب عقل اور نبوّت دے۔ اور وہ لوگوں سے کہے۔ کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ بلکہ یہی کہیگا۔ کہ اپنے پروردگار کے فرمانبردار بنو۔ اس لئے کہ تم کتاب الٰہی کو پڑھتے پڑھاتے رہے ہو"۔ کیا اس سے زیادہ صاف ثبوت کا کوئی انسان مطالبہ کر سکتا ہے حضرت صاحب اپنی طرف نہیں۔ خدا کی طرف لوگوں کو دعوت دینا چاہتے تھے۔ اور مانتے تھے۔ کہ خدا کی طرف سے ملے ہوئے علم یا الہام سے ہی انسان فائدہ اٹھاتے آئے اور قدیم کتاب الٰہی کو ہی پڑھتے پڑھاتے آئے ہیں۔ لہذا کسی انسان کی فرمانبرداری کا مطلب کیا!

یہی نہیں مردم پرستی اور گورو ڈم کا صفایا کرنے کے لئے سوامی دیانند جس اسپرٹ کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت صاحب اسی کا اگلی آیت میں اور بھی صاف اظہار کرتے ہوئے نکلتے ہیں۔

"وہ ہم سے نہیں کہیگا۔ کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا مان لو۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ تم تو خدا کے فرمانبردار بن چکے۔ اور وہ تم کو کفر یا نافرمانی کا راستہ بتائے"۔ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيِّيْنَ أَرْبَابًا ط أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ط یہ آیت بھی سورہ آل عمران نمبر ۷ میں ہے کیا اس سے کچھ بھی شک باقی رہ سکتا ہے۔ کہ وہ اپنی شخصیت کیا کسی بھی انسان کو دھرم میں خصوصیت دینے کے سخت خلاف تھے +

(۳) اسلامی کلمہ

ہم کہتے رہے اور سب آریہ لوگ اسے صحیح مانتے تھے۔ کہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد الرسول اللہ کہنا شرک ہے۔ لیکن اس اعتراض میں کلمہ

بذاتہٖ الزام نہیں۔ مروجہ اسلام میں اسے زور ہی شکل دینے پر ہے۔ جن لوگوں نے اس کلمہ کی تلقین کی۔ ان کا اصل مدعا محض یہ تھا۔ کہ کسی بھی صورت میں مسلمان حضرت صاحب کو کبھی خدا نہ ماننے لگ جائیں۔ اور یہ صرف اوپر بیان شدہ آیتوں کے فرمان کی تعمیل میں نہ تھا۔ سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۴۴ کے مطابق ایسا کلمہ جاری ہونا لازمی امر بھی مانا جاسکتا ہے۔ اس آیت میں کہا گیا تھا۔ کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ط وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ط وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔ "محمد تو محض ایک رسول ہے۔ اس سے پہلے انیک رسول ہو گزرے ہیں۔ کیا اگر وہ مرجائے یا قتل ہو جائے تو تم کفر کی طرف لوٹ جاؤ گے۔ اور اگر کوئی ایسا کریگا۔ تو خدا کا کیا بگڑے گا۔ وہ اپنے شکرگزاروں کو جزا دیگا +"

کیا اس سے یہ ثابت نہیں۔ کہ وہ سچے مذہب کا تعلق محض خدا سے مانتے تھے کسی انسان سے نہیں۔ اور چاہتے یہ تھے۔ کہ انہیں محض خدا کا بھیجا ہوا فرد سمجھا جائے۔ اور نیز یہ کہ رسول رہے نہ رہے۔ دھرم ہمیشہ قائم ہے۔ اس سے کبھی منحرف نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ نیک ثمرات محض سچے دین کے قدردانوں کو ہی ملتے ہیں۔ آریوں کا "ایکمیوادویتم برہمم" کا اعتقاد ہی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے حصے میں آئے۔ اور اس اعتقاد کے ڈھیلا ہونے کے امکان کو روکنے کے لئے دوسرا حصہ تھا۔ اگر اس مدعا کے خلاف پیروان اسلام میں کلمہ کا مفہوم بدل جائے تو حضرت محمد صاحب یا قرآن پر حرف لانا شرط انصاف نہ ہوگا۔ بالخصوص اس لئے بھی کہ ویدک دھرمیوں میں بھی وید آدی ستیہ شاستروں کے اصل مدعا کے خلاف منتروں وغیرہ کے اور کے اور مفہوم لینے کی صدہا مثالیں آریوں کے علم میں ہیں +

۴ رسُول پر ایمان

ہمارا خیال یہ تھا۔ کہ حضرت محمدؐ صاحب اپنے قول کو آخری سند ٹھہراتے ہیں - اور مروجہ اسلام میں عام رجحان بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے - لیکن قرآن سے اصل پوزیشن یہ واضح ہوتی ہے - کہ رسُول کا قول کلام الٰہی کے مطابق ہونے سے مانا جاتا ہے - یا ایسا ہو نہیں سکتا - کہ کوئی رسول کلام الٰہی کے خلاف لوگوں کو ہدایت دے چنانچہ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۵۹ - سورہ یونس آیت نمبر ۱۵ میں ہے - وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۚ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ج ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۵ " رسول سے بعید ہے - کہ خیانت کرے - یعنی آیات میں ردو بدل کرے - یا اللہ کے نام سے اور کی اور ہدایت دیدے - اور اگر وہ اس گناہ کا مرتکب ہوگا - تو آخرت میں وہ بھی اُس کا جواب دہ ہوگا - جس نے جیسا کیا ہے - اُس کو اُس کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا - کسی سے بے انصافی نہ ہوگی "

سوامی دیانند کا اصُول ہے کہ کلام الٰہی یا وید کے مطابق ہونے سے ہی ہر قول ماننے کے لائق ہے - وہی مفہوم یہاں ہے - بلکہ کلام الٰہی کے خلاف وعظ کو حضرت صاحب گناہ کا ارتکاب قرار دیتے ہیں - اور فرماتے ہیں - کہ مجھ سے بھی اگر ایسا گناہ سرزد ہو - تو میں سزا کا سزا دار ہوں +

مسلمان بھائی رسول کی اطاعت یا اس پر ایمان لانے کو جو اللہ ہی کی اطاعت کہتے ہیں - اور قرآن میں بھی جو کہیں ایسا اشارہ ملتا ہے - اُس کا مدعا بھی وید اور رشی کرت گرنتھوں کے اسی باہمی تعلق کی بازگشت ہے - چنانچہ سورہ نسا آیت نمبر ۶۴ میں کہا ہے - وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط

ہم جو رسول بھیجتے ہیں اس سے ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے حکم کے تحت سے

اس کا کہنا مانا جائے +

(۵) رسول محض مبلّغ حق کا نام ہے

اگر واضح رہے کہ لفظ رسول سے کوئی خاص شخص مراد نہیں۔ ہر رشی یا سنیاسی یا سچا اُپدیشک انسان عربی میں رسول کہلا سکتا ہے۔ حضرت صاحب سورہ اعراف آیت نمبر ۱۸۸ سورہ یونس آیت نمبر ۱۹ میں فرماتے ہیں۔

قُلۡ لَّآ اَمۡلِکُ لِنَفۡسِیۡ نَفۡعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ ؕ وَلَوۡ کُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ لَاسۡتَکۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَیۡرِ ۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوۡٓءُ ۚ مَنۡ اَنَا اِلَّا نَذِیۡرٌ وَّبَشِیۡرٌ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ۵

میرا اپنا ذاتی نفع نقصان بھی میرے اختیار میں نہیں جو خدا چاہے (وہی ہوتا ہے) اور اگر میں مستقبل کو جانتا۔ تو اپنا بہت فائدہ کر لیتا۔ اور مجھ کو گزند نہ پہنچتا۔ میں تو ان بعض لوگوں کو جو ایمان لانا چاہیں۔ ڈر اور خوشخبری سنانے والا ہوں +

اور سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۹۳ میں ہے۔ قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّیۡ هَلۡ کُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا ۵ سبحان اللہ میں کیا چیز ہوں۔ بس یہی کہ ایک بندہ بشر اُس کا بھیجا ہوا +

مسلمان بھائی اگر یہ سمجھ رہے ہیں۔ کہ محمد صاحب کی شفاعت سے ہمیں نجات ملیگی۔ تو یہ اُن کا اپنا خیال ہے۔ قرآن اور رسول پر اسکی وجہ سے ہم اعتراض نہیں کر سکتے کیونکہ وہ اس خیال کی تائید ہی نہیں کرتے۔ بلکہ صاف تردید کرتے ہیں۔

مسلمان علما تو کئی بار جرأت کرتے ہیں۔ کہ محمد صاحب کے متعلق پیشگوئیاں ہوتی رہیں۔ لیکن محمد صاحب فرماتے ہیں۔ مجھے اپنے مستقبل کا علم نہیں اگر ہوتا تو میں دکھ سے بچنے کی تجویز کر لیتا بس میں تو محض خدا کا ایک بندہ ہوں۔ جیسے اور بشر ہیں اور میرا کام محض یہ ہے کہ

عوام الناس کو دھرم کے بدلے سُکھ ملنے کی خوشخبری سُنا دوں۔ اور ادھرم کے بدلے دُکھ ملنے کے خیال سے ڈرا دوں۔ کیا ویدک سنیاسی یا اُپدیشک کا ہو بہو یہی آدرش نہیں +

(۶) سوائے تبلیغ حق کے رسُول کا کوئی اور کام نہیں

موجودہ اسلام میں حضرت محمد صاحب سے نجات دلانے وغیرہ کے جو خیالات منسوب ہو رہے ہیں۔ ان کے خلاف قرآن اور بھی کئی آیات میں ویدک سدھانت کی تصدیق کرتا ہے۔ سورہ مائدہ آیت نمبر ۹۹۔ میں ہے۔

مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ط وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَکْتُمُوْنَ ہ

رسُول پر سوائے پہنچانے (تبلیغ) کے کچھ فرض نہیں۔ باقی سب کچھ اللہ جانتا ہے۔ جو کچھ تم ظاہر کرتے یا چھپاتے ہو۔ پس اے اہل دانش اللہ پر تقویٰ رکھو۔ تاکہ تمہارا کلیان ہو +

سورہ انعام آیت نمبر ۱۰۱ میں ہے۔ جن لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کرکے فرقے ہی فرقے بنا لئے۔ تم کو ان سے کچھ سروکار نہیں۔ ان کا معاملہ بس خدا کے حوالے ہے۔ وہی اُنہیں نیک و بد کا اجر دیگا +

سورہ توبہ آیت نمبر ۳۲ میں فرمایا ہے۔ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق لے کر بھیجا۔ تاکہ تمام دینوں پر اسے غالب کرے۔ خواہ مشرکوں کو بُرا ہی کیوں نہ لگے۔ ویدک سدھانت صاف ہے کہ رشی منی سادھو سنیاسی محض لوگوں کو راہ حق کی دعوت دینے والے ہیں۔ لوگوں میں ست

بھید ہو تو وہ کسی دھڑے میں نہ آویں۔ وہ عالمگیر صداقت کا اُپدیش دیں لوگ عمل کریں نہ کریں۔ اس کیلئے وہ ذمہ دار نہیں۔ یہ کام ایشور کا ہے۔ نیک عمل والے کو وہ نیک اجر دیگا۔ اور بدعمل کو دُکھ۔ سنیاسی سب کو یکساں ہدایت دینے کا فرض ادا کرے، اور سچائی کا دلیل و ثبوت سے بول بالا کر دکھا دے۔ ٹھیک یہی بھاؤ آیات بالا میں رسول سے منسوب کیا گیا ہے +

(۷) رضائے الٰہی پر انحصار

قرآن میں صرف تبلیغ کی ہی رسول کو ہدایت نہیں۔ اپنے تئیں ایشور آگیا یا رضائے الٰہی پر چھوڑ دینے کی ہدایت ہے۔ ٹھیک ویسے ہی جیسے وید کا اصول ہے اور جیسے سوامی دیانند نے زندگی کے دوران میں اور زندگی کے خاتمہ پر بھی ظاہر کیا یہ کہہ کر کہ ایشور تیری اچھیا پورن ہو۔ حضرت محمد صاحب ایشوری آگیا کے تحت میں اپنے متعلق فرماتے ہیں۔ سورہ انعام آیت نمبر ۵۹ میں قُلْ لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ج إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ط قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ط أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ۵

میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کی سرکار کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔ نہ میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو بس اللہ کے حکم تک ہی محدود رہتا ہوں۔ جو میری سمجھ میں آتا۔ (یا میری طرف وحی کیا جاتا) ہے کیا نابینا اور بینا ایک برابر ہو سکتے ہیں۔ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔ نمرتا و یا منکسر المزاجی جو ان الفاظ میں موجود ہے۔ قطع نظر اس کے محض ایشوری آگیا تک اپنے آپ کو محدود رکھنے کا آپ کا جذبہ ظاہر ہے۔ اپنے آپ کو نابینا اور خدا کو بینا یا راستہ دکھانے والا ماننا وید و اُپنشد کی ہی شکشا ہے +

قرآن میں بھی اللہ کی ہی زوردار ہدایت ہے۔ سورہ بقر آیت نمبر ۱۲۰ میں ہے۔
وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ
اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ
جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ٥

یہود یا نصاریٰ تم سے کبھی راضی نہ ہونگے۔ جب تک تم اُن کے مذہب کی پیروی نہ کرو۔ پس اُن کو صاف صاف سُنایا کرو۔ کہ وہ ہدایت جس کی پیروی کرنی چاہیئے محض اللہ کی ہدایت ہے۔ میں اسی پر چلتا ہوں۔ اور اسی پر چلنے کی اوروں کو ہدایت دیتا ہوں۔

یہاں یہود و نصاریٰ وغیرہ تمام انسانی مذاہب کے مقابلے میں محض ایشوری دھرم کا پیرو اپنے آپ کو ظاہر کرکے اسی پر اوروں کو چلانے کا جوڈ کر ہے۔ وہ محض سوامی دیانند کی سی ہی سپرٹ کا حضرت صاحب میں موجود ہونا ثابت کرتا ہے۔ کہ تمام مت متانتر کی جگہ ایشوری دھرم کے ہی ارپن ہونا اور اسی کا پرچار کرنا چاہیئے۔ مہرشی دیانند ستیارتھ پرکاش کے دیباچے میں فرماتے ہیں۔ کہ اگر میں کوئی پکھشپاتی ہوتا۔ تو اپنے دیش کے ہی کسی مت کی طرفداری کرتا۔ اسی طرح حضرت صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں کہ اگر خدا کی مہر میرے شامل حال نہ ہوتی۔ تو ایک گروہ تو مجھے بہکانے کی ٹھان ہی چکا تھا۔ مگر شکر ہے۔ کہ خدا نے مجھے اُن کی طرح گمراہ نہیں ہونے دیا۔ اور مجھے عقل سلیم عطا کر کے جو کچھ میں جانتا نہیں تھا۔ مجھے سکھا دیا۔ اس سے بھی بڑھ کر ایک اور آیت میں ہے "کہو کہ میری نماز۔ میری تمام عبادت۔ میرا جینا میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا مالک اور لاشریک ہے۔ مجھے اس کا یہی حکم ہے۔ اور میں اُس کا پہلا فرمانبردار ہوں۔" یہ بھاو صاف طور پر

इदमग्नये इदन्न मम

کی ترجمانی ہے جس میں اپنے یگیہ آدی سب برہم کے ہی نذر کئے جاتے ہیں اور سچ پوچھو۔ تو رضائے الٰہی کے آگے سر تسلیم خم کرنیکے بھاو سے ہی آپنے اسلام کا لفظ دین حق

کے لیئے استعمال کیا ہے ؎

(۸) تمام نبی یا پیغمبر فانی انسان ہیں

صرف رسول عربی کے متعلق قرآن یہ تعلیم نہیں دیتا - کہ وہ محض ایک رسول یا مبلغ انسان ہے - بلکہ تمام نبیوں وغیرہ کے متعلق یہی اصول ہے - سورہ مائدہ آیت نمبر ۷۵ میں حضرت مسیح صاحب کے متعلق بتایا ہے - کہ "مریم کے بیٹے مسیح تو صرف ایک رسول تھے - ان سے پہلے بہت سے رسول ہو گزرے ہیں - اور ان کی ماں بھی خدا کی ایک بندی تھی - ماں بیٹا دونو کھانا کھاتے تھے - غور کرو ہم کس طرح ان پر دلائل واضح کرتے ہیں - پھر بھی یہ کہیں کے کہیں بھٹکے جا رہے ہیں - قُلْ ... ... إِنَّ الْمُسْلِمِينَ

یہاں مسیح اور آپ کی ماتا کو بھی فانی انسان بتا کر انہیں خدا یا اپنا معبود سمجھ بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے اور دلیل یہ دی ہے - کہ جیسے اور انسان کھانا کھانے وغیرہ سے جیتے ہیں - ویسے ہی وہ جیتے ہیں - ساتھ ہی حیرانی ظاہر کی گئی ہے - کہ ایسی ایسی مضبوط دلیلیں ملنے پر بھی لوگ مردم پرستی میں مبتلا ہو رہے ہیں ؎

(۹) تبلیغ کے متعلق دیگر لوازمات

دھرم کے پرچار کے متعلق دیگر لوازمات کا بھی قرآن میں اسی قسم کا بیان ہے جو ویدک دھرم کے گرنتھوں میں ہے - مثلاً واعظ حق کو ہمدرد دل ہونا چاہئے - سوامی دیانند کی زندگی کا واقعہ ہے - کہ آپ براری گھاٹ پر آئے - بابو نندن اوجھا پر آپ کے قول کا بڑا اثر ہوا - شام کو اس نے بھوجن کیلئے کہا - تو سوامی جی نے فرمایا - ہم جنگلی بینگن کھا لیتے ہیں - اور اب رات بھی زیادہ گزر گئی ہے - اس لئے

آپ کو تکلیف دینا مناسب نہیں) صبح کو آئے تو معلوم ہوا کہ وہ آدھی رات کو ہی چلے گئے تھے۔ مگر سوامی جی کچھ دیر بعد یوگ ابھیاس کرکے ڈیرے پر واپس آگئے اور شام کو آپ نے بابو جی کا بھوجن پانا منظور کیا۔ چنانچہ وہ پریتی سے بھوجن بنوا کر لائے۔ مگر اس وقت پھر سوامی جی کو موجود نہ پایا۔ وہ پجاری کے ہاں بھوجن چھوڑا اور اسے سمجھا کر چلے گئے صبح آئے تو بھوجن یونہی کا وہیں پڑا تھا۔ اور کیڑیاں چڑھ رہی تھیں۔ پجاری نے بتایا۔ کہ رات بھر آئے ہی نہیں اور جب سوامی جی آئے تو ابھیاجی نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ کہ مہاراج آپ نے بھوجن نہیں پایا۔ کیا مجھ سے کچھ اپرادھ ہوا ہے۔ سوامی جی نے جواب دیا" بھائی گنگا پار پرب کا میلہ تھا۔ وہاں کئی لوگ اپنی بیٹیاں سنکلپ کرکے برہمنوں کو دے رہے تھے۔ ایسی جہالت سے جگت میں دیبھچار اور دُکھ پھیل رہا ہے۔ اسی وچار میں مجھے بھوجن کا خیال نہیں آیا۔ اس کے علاوہ اپنے زہر دینے والے جگن ناتھ کی جان بچانے کا واقعہ بھی مشہور عام ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ آدرش واعظوں کے دل کی حالت کیا ہونی چاہئے۔ قرآن مجید سورہ توبہ آیت نمبر ۱۲۸ و ۱۲۹ میں اس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتا ہے:۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۵

فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ط عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۵

تمہارے پاس تم ہی میں کے ایک رسول آئے ہیں۔ تمہاری تکلیف اُن پر شاق گزرتی ہے۔ تمہاری بہبود کا ہی بلکہ اُنہیں دامنگیر ہے۔ مومنوں یا دھرماتماؤں پر نہایت شفیق اور مہربان ہیں۔

اس پر بھی سرتابی کریں تو کہہ دو۔ اچھا مجھ پر اللہ کی تعمیل فرض ہے۔ اس کے

سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اُسی پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ جو عرش عظیم کا مالک ہے۔"

یہ الفاظ وید دکشنا بھاؤ کا عکس اور حضرت محمد صاحب کے تبلیغی وصف کا ثبوت ہیں۔ اسی طرح ویدک دھرم میں اتتھی ستکار یعنی وعظ حق کے لئے شہر بہ شہر پھرنے والے عالموں کی تعظیم و تکریم کی خاص ہدایت ہے کہ جب یہ لوگ گھروں میں جائیں۔ تو گرہستی صدق عقیدت و خلوص دل سے ان کی خاطر تواضع کریں اور یہ لوگ سچی ہدایت و اشیرباد سے اُنہیں بہرہ یاب کریں۔ کہ سوستی ہو کلیان ہو وغیرہ۔ یہی کچھ قرآن کہتا ہے۔

ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے تمہارے پاس آیا کریں۔ تو کہو کہ تم کو سلامتی (سوستی) ہو۔ تمہارے رب کی تم پر عنایت ہو +

سوامی دیانند تبلیغ کے کام کا بوجھ سنیاس آشرم پر ڈالتا ہے اور سنیاس کا ادھکاری برہمن ورن کو بتاتا ہے۔ قرآن سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۰۴ میں ہدایت دیتا ہے۔

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے۔ جو نیکی کی طرف دعوت کرے۔ جائز باتوں کا حکم اور ناجائز سے منع کرتا رہے۔ اور یہی ہیں۔ جو فلاح و کلیان کے مستحق ہیں۔ سورہ انعام آیت نمبر ۸۹ میں ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ؕ

یہی لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کی۔ پس اگر لوگ انکار کریں تو کریں۔ ہم نے تو اس کام کے لئے ایک قوم کو متعین کر دیا ہے۔ سورہ اعراف

آیت نمبر ۱۸۱ میں ہے -

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝

ہماری مخلوقات میں ایک گروہ ہے۔ جو حق بات کی ہدایت کرتا - اور حق سے ہی انصاف کرتا ہے +

اس قسم کی آیات میں ویدک ورن ویوستھا کے مطابق برہمنوں کے اوصاف اور ان کے کام کا ذکر ہے - اور کہا ہے - کہ لوگ فائدہ اُٹھائیں - یا نہ اُٹھائیں یہ اُن کی قسمت ایشور کی طرف سے برہمن یا سنیاسی منش ماتر کی ہدایت کے لئے ذمہ دار کئے گئے ہیں وغیرہ +

(۱۰) قرآن اور وید کا باہمی تعلّق

تبلیغی لوازمات کی مطابقت کے بعد خیال پیدا ہوتا ہے کہ وید اور قرآن تو جدا ہیں - اور آریہ مبلغ وید کی اور مسلمان قرآن کی تبلیغ کرنے والے ہیں - لہذا ملاپ کیسا ہم اس کا جواب دیتے ہیں - وید اور قرآن کو زبان کے لحاظ سے جدا کہہ لو - علم کی کمی بیشی کے لحاظ سے باہم مختلف یا جدا مان لو - لیکن مدعا کے لحاظ سے ان میں پوری یگانگت ہے - حتیٰ کہ قرآن خود وید کی تبلیغ یا تشریح کے لئے اپنے عالم وجود میں آنے کا اقبال کرتا ہے - چنانچہ نمبروار ثبوت مطالعہ فرماتے جائیے -

(۱) لفظ قرآن کا فطرتی رجحان ہی اس طرف ہے - کہ وہ وید کی عظمت ظاہر کرے - قرآن کے معنی پڑھنا یا پاٹھ یا تلاوت ہے - قرأت کا لفظ بالخصوص اس تلاوت کا مظہر ہے - جس میں الفاظ اپنے صحیح تلفظ کے ساتھ اور اصل مخرج سے بولے جاتے ہیں - چونکہ حضرت محمد صاحب سے پہلے پاٹھ ہر کہیں قدیم سے وید کا ہوتا تھا - اور وہ بھی سور سہت - لہذا قرأت لفظ میں اس وصف کو ظاہر

کرنے کی صلاحیت دیکھ کر عربی میں قرآن نام موزوں سمجھا گیا ؂

(۲) قرآن کا سب سے پہلا سورہ فاتحہ گایتری یا گورو منتر کا مدعا پیش کرتا ہے۔ سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں۔ اوّل ایشور کی حمد ہے۔ پھر مناجات یا دُعا پھر اُپاسنا یا عبادت۔ حمد ان الفاظ میں ہے۔ اللہ جہانوں کا رب ہے۔ رحمٰن ہے۔ رحیم ہے اور قیامت کے دن کا مالک ہے۔ قابل عبادت ہے اور اس قابل کہ انسانوں کی مدد کرے۔ دُعا یہ مانگی گئی ہے۔ کہ اے خدا ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ انہی اوصاف کا دل سے خیال کرنا اور اپنی کمیوں کو پورا کرنے کے لئے اپنی خواہش کا اس کے حضور میں دوہرانا یا اس کے اوصاف سے اثر پذیر ہونا اُس کی اُپاسنا ہے۔ یہ سب کچھ گایتری منتر میں آریہ لوگ مانتے آئے ہیں

اوم بھور۔ بھُوہ۔ سوہ۔ تت سوِتُر وریینیم بھرگو دیوسیہ دھی مہی دھیو یو نہ پرچودیات۔

اوم۔ خدا کا ذاتی نام بتایا ہے۔ اس کی ذاتی صفات ربّ العٰلمین۔ رحمٰن۔ رحیم اور مالک یوم الدین سے ظاہر کی گئی ہیں۔ تو منتر میں بھُوہ۔ بھُوہ۔ سوہ۔ سوِتر سے بیان ہوئی ہیں۔ اور دعا مانگی گئی ہے۔ کہ وہ ہماری عقلوں کو روشن کرے برائی سے ہٹا کر بھلائی کی طرف رجوع کرے۔ اس کو یجر وید ادھیائے ۴۰ منتر ۱۶ میں اس طرح بیان کیا ہے۔ अग्ने नय सुपथा। یعنی اے پرمیشور۔ ہمیں نیک راہ یا صراطِ مستقیم پر چلا۔ یہی قرآن میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کے نفس مطلب ہے اور اسی کی دیا کھیا جس طرح وید کے منتر میں ہے اسی طرح ان الفاظ میں ہے۔ کہ صراط مستقیم آپ سے نعمتیں پانیوالے لوگوں کا راستہ ہے۔ جس سے منحرف ہو کر لوگ آپ کے غضب میں گرفتار ہوتے یا دُکھ پاتے ہیں اس مطابقت کی مفصل تشریح اور گایتری منتر سورہ فاتحہ کا پورا بیان ایک ضخیم کتاب کے مسودہ

بڑے حقیر کا مضمون ہوگا۔ یہاں محض اشارۃً ذکر کر دیا ہے۔ صرف اتنا اور کہتے ہیں۔ کہ قرآن اور اسلامی لٹریچر میں سورہ فاتحہ کی جو عظمت بیان کی ہے۔ وہ سب صفتیں گایتری منتر کے اندر موجود ہیں۔ قرآن خود سورہ فاتحہ کو سب سے بڑی نعمت کہتا ہے۔ اور یہی کچھ آریہ لوگ گایتری منتر کے متعلق کہتے ہیں۔ قرآن پتہ دیتا ہے۔ کہ سورہ فاتحہ ہر رکعت میں مکرر پڑھی جاتی ہے۔ اور آریہ لوگ ہر پاٹھ میں گایتری منتر کا اُچارن کرتے اور اسے تکرار سے دُھراتے ہیں۔ قرآن کے متعلق جو چیلنج ہے بہمدار علما اُسے بھی سورہ فاتحہ پر ہی چسپاں کرتے ہیں۔ غرضیکہ حضرت جبرئیل نے سب سے اوّل حضرت صاحب کو سورہ فاتحہ کا جو اُپدیش دیا۔ وہ وید کے آدرش کی پوری تائید ہے۔ کیونکہ سب سے پہلا اُپدیش ویدک دھرمیوں میں گایتری منتر سے شروع ہوتا ہے ؛

(۳) فاتحہ کے بعد سورہ بقر کی سب سے پہلی آیتوں میں ہے وہ کتاب جو منزہ من الخطا یا نہ بھرانت ہے جو متقی لوگوں کو راہ حق دکھاتی ہے۔ یا با الفاظ دیگر یہ وہ کتاب ہے ... یا زیادہ واضح طور پر یوں کہ اس کتاب کا قول ہے۔ جو منزہ من الخطا ہے۔ اور دھرماتماؤں کی رہنما ہے ؛

جن لوگوں نے ویدک دھرمی عالموں کے اُپدیش سُنے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ پہلے وید منتر پڑھا جاتا ہے اور پھر کہا جاتا ہے۔ کہ یہ وید کا قول ہے۔ اس وید کا جو ایشوری گیان ہے یا جو آغاز عالم سے انسانوں کو راہ راست دکھاتا آرہا ہے۔ وغیرہ اسی سلسلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ سابقہ آیتوں میں گایتری منتر کا بیان کرنے کے بعد اس کی تشریح کی جائے۔ اور اسے شروع کرتے ہوئے کہا جائے۔ کہ یہ اپتر یا مقدس وید کا منتر ہے۔ جو لاریب فیہ یعنی جس میں بھرانتی یا غلطی نہیں۔ یا جسے قدیم سے نہ بھرانت مانا جاتا ہے پس سلسلہ مضمون کا تقاضا اور نفس مضمون کا میلان اس

آیت کو وید کے ساتھ جوڑتا ہے۔ لیکن موجودہ تراجم و تفاسیر میں کسی میں لکھا ہے "یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں" کسی میں ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے کلام الٰہی ہونے میں کچھ بھی شک نہیں؛ ایک اور میں لکھا ہے۔ یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔ اس سے بھی مختصر ترجمہ یہ ملتا ہے "اس کتاب میں کچھ شک نہیں"۔ ہمارے ترجمہ سے جہاں وید کی طرف اشارہ ثابت ہوتا ہے۔ وہاں ان ترجموں سے اس آیت کے لفظ کتاب کا مشارٌ الیہ قرآن پایا جاتا ہے اب فیصلہ طلب امر یہ ہے کہ صحیح کونسا ہے۔ ہم اس کے متعلق معزز علما اسلام کی خدمت میں چند خاص نکات رکھتے ہیں۔ اول یہ کہ "جس میں کچھ شک نہیں" کے الفاظ قرآن پر عائد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ قرآن میں کتنی ہی جگہ شکوک کا ذکر ہے کہ فلاں لوگ شک کرتے ہیں کہ مجھے فلاں شخص یہ باتیں سکھاتا ہے۔۔۔۔ خدا کے متعلق شکوک ہیں۔ کہ وہ کس طرح فلاں کام کر سکتا ہے وغیرہ دوم سب سے پہلا لفظ آیت زیر بحث میں ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ اس میں ذالکٌ[1] کا لفظ اشارہ بعید کے لئے صاف پڑا ہے اور ماضی زمانہ کا خاص بُعد سوائے وید کے کسی پر چسپاں نہیں ہو سکتا سوم اگر قرآن کی طرف یہاں اشارہ ہوتا تو ھٰذا الکتٰبُ کا لفظ ہوتا۔ جیسا کہ اور جگہ استعمال ہوا ہے چہارم حضرت محمد صاحب پر پورا الہام ایک وقت نازل ہونا مسلمان مانتے نہیں۔ اور شروع میں ہی کتاب کا لفظ قرآن کے لئے آ نہیں سکتا۔ پنجم قرآن کا ذکر ایک آیت چھوڑ کر الگ کیا گیا ہے۔

بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ

یعنی جو تجھ پر نازل ہوا (قرآن) اور جو تجھ سے پہلوں پر نازل ہوا (توریت زبور) پس قرآن تو کہاں توریت زبور کے بھی علاوہ اور کتاب پہلی آیت میں مقصود ہے اور وہ سوائے وید کے ہو نہیں سکتی۔ اس کے متعلق قدیم ترجمہ بھرانت یا غلطی وغیرہ

[1] ذا۔ اسم مبہم برائے اشارہ بعید۔ ل مشارٌ الیہ کی دوری اور کاف خطاب کے لئے

سے مبرا کی اصطلاحات مستعمل ہوتی تھیں ÷

(۴) کتاب کا لکھشن اگلی آیت میں ہے - کہ وہ نیک یا متقی لوگوں کی رہنما ہے - جو غیب پر ایمان لاتے عبادت کو قائم کرتے اور جو کچھ ہم نے نہیں دیا اُس سے خرچ کرتے ہیں - اس سے حضرت محمد صاحب اور نزول قرآن سے پہلے متقی لوگ ان کو راہ دکھانے والی کتاب اُنکی عبادت اور خدا کی دی ہوئی دولت سے دان پُن کا ہونا سب ثابت ہے اور ساتھ ہی رگ وید اشٹک ۱ ادھیائے ۱ - ورگ ۶ منتر ۱۱ میں یہ بیان صاف طور پر موجود اور وید سے منسوب ہے ÷

चोदयित्री सूनृतानां चेतन्ती सुमतीनां यज्ञं दधे सरस्वती

کلام وید सूनृतानां متقی یا سچے علم اور عمل والے لوگوں کو ہدایت دیتی ہے صحیح علم اور اعتقاد (ایمان) والوں کو چیتائے رکھتی ہے اور یگیہ (فیض عام) کے کام دان (اختیار) کراتی ہے - پس آیت زیر بحث سے حضرت صاحب کا وید کی ہی عظمت کی طرف اشارہ ہے ÷

(۵) یُؤمِنُونَ بِالغَیبِ غیب پر ایمان لانا کی صفت متقی لوگوں کی بیان کی ہے - اس کا مفہوم موجودہ مترجم صاحبان عموماً غیب یا قیامت پر ایمان لانا لیتے ہیں لیکن جب بعید زمانہ ماضی کا اشارہ ذالک لفظ سے ہو سکتا ہے - وہ موقعہ و محل کے لحاظ سے توریت زبور قرآن کے ظہور سے پہلے کا ثابت ہوتا ہے اور اس امر کا کوئی ثبوت نہیں - کہ اس وقت اس قسم کی قیامت کو مانا جاتا تھا - جس قسم کی آج کے علماء اسلام مانتے ہیں - بلکہ ویدک پرلے کال پر اس وقت ایمان تھا - بس اس قیامت کا خیال ان الفاظ سے جوڑنا صریحاً غیر موزوں ہے - اس کے علاوہ غیب لفظ کا مفہوم یہ ہو نہیں سکتا - کہ کوئی چیز اس وقت تو قطعاً معدوم ہو اور آئندہ ہونی ہو - کیونکہ نیستی سے ہست ہو نہیں سکتا - غیب کا صحیح مفہوم محض مادی نظر یا حواس سے پرے

محسوس نہ ہوتا ہے اور یہ ایشور جو پرکرتی کی لطیف ہستیوں کے لئے ہی مخصوص ہو سکتا ہے ۔ سنسکرت میں انہیں پروکش کہا جاتا ہے ۔ بمقابلہ پرتیکش کے جو حواس سے محسوس ہوتا ہے ۔ ویدک عالموں کا اصول یہ ہے ۔ کہ परोक्षप्रियाहि देवा : प्रत्यक्षद्विषः یعنی دیوتا یا نیک عالم اور دھرماتما لوگ پروکش یا حواس سے پرے کی غیر محسوس ہستیوں سے پیار کرتے ہیں وہ پرتیکش کے پریمی نہیں ۔ فی الحقیقت انسان کے ترقی یافتہ یا سچا عالم ہونے کا ثبوت ہی یہ ہے کہ وہ ظاہری مادی سامانوں سے الگ ہو کر لطیف مادہ ۔ اس سے لطیف روح اور لطیف ترین خدا کی ہستیوں کا صحیح علم پانے کا یتن کریں ۔ پس متقی یا دیوتا لوگوں کا غیب پر ایمان لانا کی صفت درحقیقت ویدک دیوتاؤں کا گن ہے ۔ اسے وہ مترجم لوگ سمجھ نہیں سکتے ۔ جو غیب یا پروکش لفظ کی حقیقت سے ناواقف ہیں ۔

(۱۱) قرآن محض کچھ وید منتروں کی تفسیر ہے

قرآن کا لفظ جہاں سو سمت پاٹھ ہونے والے وید کا پرتی ندھی ہے سورہ فاتحہ جہاں آریوں کے گورمنتر کا ترجمہ ہے ۔ سورہ بقر جہاں اس گائتری منتر کی ویاکھیا کرنے کو شروع میں ہی وید کی عظمت کا اشارہ دیتا ہے وہاں کئی قرآنی آیات کی بڑی بھاری تعداد میں صاف طور پر بیان ہے ۔ کہ عربی قرآن محض وید منتروں کی ویاکھیا ہے ۔ اور چونکہ وید الیشوری کلام ہے ۔ اسی لئے قرآن کو بھی وہ خدا کی طرف سے مانتے ہیں ۔

سورہ یونس آیت نمبر ۳۶ میں ہے :-

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ

مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ
یہ قرآن اس قسم کی کتاب نہیں - کہ خدا کے سوا کوئی اس کو اپنی طرف سے بنا لائے - بلکہ جہاں یہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے - وہاں تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے جو نہ بھرانت یا غلطی سے میرا کتاب نازل ہوئی ہے - یہ اس کی تفصیل ہے -

اس آیت کے ہوتے ہوئے مضمون زیر بحث کے متعلق رسول یا قرآن کے کسی سچے معتقد کو کوئی شک نہیں رہ سکتا - قرآن کیا ہے "تفصیل الکتاب" یعنی کتاب کی تفصیل ہے - کس کتاب کی؟ لَا رَیْبَ فِیْهِ جو شک شکوک سے بالاتر یا یقینی اور حقیقی سچائی کا مجسمہ ہے - اس کے ایسا ہونے کی وجہ ہے - مِنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم اس لئے کہ وہ رحمٰن اور رحیم خدا کی طرف سے ہے - اس کے علاوہ یہ بھی ثابت ہے کہ رسول صاحب جو یہ فرماتے ہیں - کہ عربی قرآن کو خدا کے سوا کسی سے نہ ماننا چاہئے - اس کی وجہ محض یہ ہے - کہ وہ خدا سے الہام کیگئی کتاب کی ویاکھیا ہے -

(۲) آیت بالا سے یہ بھی ثابت ہے کہ کتاب الہٰی سے حضرت صاحب توریت زبور یا انجیل کی مراد نہیں لیتے - یہ کتابیں بھی عربی قران سے پہلے ہیں - لیکن قرآن محض ان کی تصدیق کرتا ہے خود ان کی تفصیل نہیں - بلکہ جس کی تفصیل ہے - وہ صاف طور پر قرآن اور پہلی کتب سے بھی پہلے اور آغاز میں خدا سے نازل ہوئی ہے - غرضیکہ اس کی تمام صفات محض وہی ہیں - جو سوائے وید کے کسی سے منسوب نہیں ہوسکتیں - سورہ سجدہ آیت نمبر (۱) میں بھی یہ لفظ ہیں - تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ ؕ

(۳) سورہ حم السجدہ آیت نمبر ۲ و ۳ میں ہے -
حٰمٓ ۚ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۚ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ٥

رحمان اور رحیم کی طرف سے نازل ہوئی (۲) کتاب جس کی آیتوں کی عربی قرآن کی صورت میں دیا کھیا یا تفسیر کی جاتی ہے تاکہ لوگوں کو صحیح علم حاصل ہو۔ یہ الفاظ پہلی آیت سے بھی زیادہ صاف ہیں ۔ لہذا حاشیہ آرائی فضول ہے

(۴) سورہ بقر آیت نمبر ۱۲۸

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ٥

"اے ہمارے پروردگار! ان میں انہی میں سے رسول بھیج۔ کہ ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنادے۔ اور ان کو کتاب اور عقل کی باتیں سکھائے۔ اور ان کی اصلاح کرے۔ تحقیق تو ہی بااختیار اور صاحب تدبیر ہے۔"

یہ ابراہیم اور اسمٰعیل کی دعا ہے یہ اس وقت کی کہی جاتی ہے جب وہ خانہ کعبہ کی بنیاد ڈال رہے تھے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ ان کی زوردار خواہش تھی کہ ہماری اولاد میں کتاب مقدس اور علم و عقل کی باتیں سکھانے والے ہوتے رہیں۔ جو کتاب الٰہی کے خلاف رائج شدہ باتوں کو ہٹا کر اصلاح کرتے رہیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ کتاب الٰہی ابراہیم کے وقت میں موجود تھی۔ اس کی آیتیں سنانے والے کو رسول کہا جا رہا ہے۔ خانہ کعبہ کی بنیاد ابراہیم اور اسمٰعیل سے جو منسوب ہوئی ہے۔ یہ محض حدیث ہو سکتی ہے۔ ورنہ آیت میں لفظ محض بیت ہے۔ جس سے مراد یگیہ شالا یا منڈپ چاہیئے۔ اور ابراہیم محض برہما لفظ کا بگڑا ہوا روپ ہے۔ اس کے متعلق قیمتی رموز کا آگے بیان ہوگا۔

(۵) سورہ بقر آیت نمبر ۱۵۱ میں ہے

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ

وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۵

ہم نے تم میں سے ہی ایک رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تم کو پڑھ کر سناتے اور تمہاری اصلاح کرتے اور تم کو کتاب اور عقل سکھاتے اور تم کو ایسی ایسی باتیں بتاتے ہیں۔ جو تم کو معلوم نہ تھیں +

(۶) یہی مضمون سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۶۴ کا ہے۔ نیز دیکھو الجمعہ ۲

"اللہ نے احسان کیا۔ کہ ان کے درمیان انہی کے لوگوں میں سے ایک رسول پیدا کیا۔ جو ان کو آیتیں پڑھ کر سناتا۔ انہیں پاک کرتا۔ اور کتاب الٰہی اور علم و عقل کی تعلیم دیتا ہے۔ ورنہ پہلے وہ صاف گمراہی میں تھے +"

یہ آیتیں جہاں قرآن و حضرت صاحب کو قدیم کتاب کا معتقد اور مبلغ ظاہر کرتی ہیں۔ وہاں رسول یا مبلغ کے اس فرض کا بھی ہو بہو پتہ دیتی ہیں۔ جو وید منتروں میں سچے عالم یا سنیاسی کا بیان کیا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو رگوید منڈل ۱۔ اشٹک ۱۔ ورگ ۱۹ منتر ۴

एहि स्तोमाँ अभि स्वराभि गृणीह्यारुव ।
ब्रह्म च नो वसो सचेन्द्र यज्ञं च वर्धय ॥

ہمارے درمیان ایسا عالیشان ہدایت کنندہ عالم آئے۔ جو وید منتروں کو ہمیں سنائے۔ ان کا مطلب ہمارے ذہن نشین کرائے۔ اور ہمیں اپنے زیر ہدایت رکھ کر ہمارے علم حکمت اور رفاہ عام کے کاموں کو ترقی دے +

(۱۲) وید ہی مستند بالذات ہے

حضرت محمد صاحب وید کو ہی ایشوری گیان مانتے ہیں۔ اور خدا سے نازل شدہ

کتاب کا مفہوم سوائے وید کے ہو نہیں سکتا۔ اس کے لئے عربی قرآن کی وہ آیات پختہ ثبوت بہم پہنچاتی ہیں۔ جن میں یہ صاف لکھا ہے کہ آغاز میں تمام انسانی جماعت کا ایک ہی دھرم تھا۔ اور نبیوں یعنی رشیوں کی معرفت کتاب الہٰی ملی تھی۔ اسی سے تنازعات کا فیصلہ ہوتا تھا۔ اور اسی سے منحرف ہونے یا باہمی بغض وعناد یا تعصبات سے پیدا ہونے اختلاف کو رشی یا رسول وغیرہ مٹاتے رہتے ہیں۔ سورہ بقر آیت نمبر ۲۱۴ تو بالخصوص نہایت ہی واضح ہے +

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ط فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ط وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ط

"سب انسان ایک ہی اُمت یا دھرم میں تھے۔ اللہ نے ان میں نبی یا رشی مبعوث فرمائے تھے۔ کہ دھرم والوں کو خوشخبری سنائیں۔ اور ادھرمیوں کو ڈرائیں اور ان پر علم حق کی کتب نازل کی تھیں۔ تاکہ جن امور میں انسانوں میں اختلاف ہو۔ ان کے متعلق فیصلہ یا فتویٰ مل سکے۔ مگر جن لوگوں کے لئے کتاب ملی تھی۔ انہوں نے باہمی تعصبات کا شکار ہو کر اختلافات پیدا کر لئے۔ حالانکہ اصول صاف تھے۔ پس اللہ نے انہیں امور مختلف فیہ کے متعلق حق کی ہدایت دی۔ جو حق پر ایمان لائے اور اللہ اسی کو ہدایت دیتا ہے۔ جسے وہ چاہتا ہے (یعنی جو اس کا اہل ہوتا ہے)

مسلمان بھائی اگر غور فرمائیں گے۔ تو اس میں نہ صرف آغاز کے رشیوں کے آتماؤں میں وید کے پرکاش ہونے کا صاف وہی بیان پائینگے۔ جو سوامی دیانند نے

الہامی علم کے متعلق دیا ہے۔ بلکہ وہ وید کے مستند بالذات یا منو کی اِس دیوسنتھا کو بھی صحیح جان سکیں گے کہ

धर्मं जिज्ञासमानानां प्रमाणं परमं श्रुतिः

یعنی متلاشیان دھرم کیلئے آخری سند شرتی یا وید ہے مسلمان بھائیوں نے بارہا ویدک دھرمیوں کے شاسترارتھوں یا باہمی گفتگو میں فریقین کو ایک دوسرے سے ہر بات کے متعلق وید یا شرتی کا پرمان مانگتے سُنا ہوگا۔ اس کا مطلب صاف یہ ہے کہ ایشور سے مستند بالذات وید ایسے کامل ملے ہیں کہ ان پر انہیں پورا بھروسہ ہے اور اسی سے انسان آخری فیصلہ لے سکتے ہیں۔ وہی پرم یا آخری پرمان کی حیثیت آیت بالا میں وید کی تسلیم کی گئی ہے۔ ایسے ہی سورہ یونس آیت نمبر ۱۹ ملاحظہ ہو۔

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○

شروع میں لوگ ایک ہی دھرم پر تھے مذہبی اختلافات تو پیچھے ظاہر ہوئے اور بغیر خدا کے آغاز سے ملے الہام کے انکے درمیان امور مختلف فیہ کے متعلق فیصلہ نہ ہوگا اتھروید ۱۰-۸-۳۲ میں بھی کچھ کہا ہے

अन्ति सन्तं न जहात्यन्ति सन्तं न पश्यति। देवस्य पश्य काव्यं

اس میں فیصلے کے لیے وید کی طرف رجوع کرنے کی وجہ بھی بتائی ہے کہ انسانوں کے دلوں میں جو اختلافات گھر کر چکے ہیں وہ چھوڑ نہیں سکتے کیونکہ کوئی انسان کسی کے اندر گھسکر دیکھ نہیں سکتا۔ اسی لیے فیصلے کے لئے پرمیشور کے کامل علم (وید) کی طرف رجوع لاؤ جو نہ منسوخ ہوتا یا فرسودہ نہ پرانا یعنی عوارضات کا شکار اسی امر کو گورو نانک صاحب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ "سچ پُرانا نہ تھیئے نام نہ میلا ہوئے" قران نے بھی کہا ہے۔ وید ازلی ابدی ہے۔ سورہ ہود آیت نمبر ۱ - الٓرٰ کِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ

لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۵

اس محکم یا استوار یا پائدار (ازلی ابدی) کتاب کی آئتیں (جو حکیم اور خبیر یعنی عقل کل و علم کل سے نازل شدہ ہے) تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں۔ آیت میں جو کتاب کیلئے لفظ محکمت ہے وہ اِحکام کے معنی استواری یا پائداری ہونے سے ایشوری الہام کو محکم یا ازلی ابدی ہی ثابت کرتا ہے

(۱۳) علمی کتاب وید کے منتروں کا عربی میں ظہور

سورہ یوسف آیت ا و ۲ - الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۵ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۵

یہ روشن یعنی علمی روشنی والی کتاب کی آیات (منتر) ہیں - جو عربی زبان کے قرآن میں نازل (ترجمہ) کی جاتی ہیں - تاکہ اہل عقل اُن کی تعلیم سے بہرہ یاب ہوں اس آیت میں واقعہ شدہ کتاب المبین کا ترجمہ لوح محفوظ بھی کیا جارہا ہے - لیکن گیان یا علم کی کتاب اور لوح محفوظ کچھ بھی کہا جائے - مراد وید سے ہی ہے - یہ نہایت گوڑھ رہسیہ کی بات ہے - جو آگے واضح ہوگی +

(۱۴) وید کا آتما میں پرکاش ہوا

مسلمان بھائی الہام کے معنی دل میں ڈالنا بتاتے ہیں اور مختلف کتابوں میں الہام یا نزول وحی وغیرہ کے بیانات میں اختلاف ہے - لیکن قرآن میں کتاب الہٰی نازل ہونے کا مفہوم دراصل وہی ہے - جو ویدک دھرمی آتما میں وید کا پرکاش ہونا ظاہر کرتے ہیں - سورہ نحل آیت نمبر ا و ۲

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۵

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ
اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝

"اے لوگو! اللہ کا حکم سن لو۔ شرک کے لیئے اتنی بے صبری کیوں۔ وہ شرک سے پاک اور بالاتر ہے۔ اور اپنے بندوں میں سے جنہیں قابل سمجھتا ہے۔ ان رشیوں کے روح میں احکام نازل کرتا ہے اور وہ اس بات کا پرچار کرتے ہیں۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس مجھ پر ہی بھروسہ رکھو"؁

(۱۵) قرآن وید کی تصدیق کرتا ہے

سورہ بقر آیت نمبر ۴۱۔ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ
جو تم پہ نازل ہوا ہے۔ اُسے اس کتاب کی صداقت کو ظاہر کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے

سورہ بقر آیت نمبر ۱۰۱۔ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

"جب اس کے پاس رسول نے آکر اس کتاب کی تصدیق کی جو اُن کے پاس ہے۔ تو اہل کتاب میں سے ایک فریق نے اسے اس طرح پس پشت ڈال دیا۔ کہ گویا اس کو کچھ علم ہی نہیں"؁

سورہ آل عمران آیت نمبر ۳۔ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ مِنْ قَبْلُ وَ

هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۵

"اُس نے تم پر سچی کتاب اُتاری۔ جو پہلی کتاب الٰہی کی تصدیق کرتی ہے۔ اور اُس سے توریت و انجیل بھی لوگوں کی ہدایت کے لئے اُتاری تھی۔ اُس نے فرقان نازل کیا تھا"۔

یہاں دو طریق سے وید کا اشارہ ہے ایک تو پہلی کتاب جس کی قرآن تصدیق کرتا ہے اور دوسرا فرقان کا لفظ کہہ کر جو حق و باطل کا فرق ظاہر کرنے والا پرم پرمان ہے اور چونکہ موجودہ کتاب بالحق یعنی قرآن اور توریت و انجیل سے جدا پہلی کتاب فرقان کا بیان ہے اس لئے اس کا اطلاق وید پر ہی ہو سکتا ہے۔

(۱۴) وید اُمّ الکتاب ہے

سورہ رعد آیت نمبر ۳۸ يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ ۵

"خدا جسے چاہتا منسوخ کرتا اور جسے چاہتا قائم رکھتا ہے۔ اور اصل کتاب یا کتابوں کی ماں اس کے پاس ہے"۔

اِس سے بھی آیت میں یہ بتایا ہے۔ کہ جو کچھ وقتاً فوقتاً دوسرے پیغمبروں کی معرفت تبلیغ کیا جاتا ہے۔ وہ محض مقامی یا زمانی یا فانی تحریر ہے اور اس آیت میں اصل علم الٰہی یا گیان کو جاودانی اور انسانی تحریروں کا اصلی جنم داتا گویا ترمیم تنسیخ والی انسانی تحریریں و تدبیریں ہیں۔ وہ الہامی کتابیں نہیں۔ سورہ یونس آیت نمبر ۱۔ سورہ بقر آیت نمبر ۲۵۲۔ سورہ الشعرا آیت نمبر ۱ سورہ لقمان آیت نمبر ۲ و ۳ سورہ النور آیت نمبر ۱ و ۲۔ سورہ مومن آیت نمبر ۲ وغیرہ میں بھی کتاب مبین۔ کتاب برحق۔ قرآن مبین کتاب الحکیم وغیرہ الفاظ ابتدائی

الہام کیلئے ہیں - قرآن عربی کو اسی کتاب کی آیات کا ایک مجموعہ قرار دیا ہے
اور اصل کتاب کو ہی صداقت کا مجسمہ بتایا ہے -

سورہ زخرف آیت نمبر ۲ و ۳ میں کہا ہے -

وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ
وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ٥

"ہم نے علمی کتاب کو عربی قرآن بنا دیا ہے - تاکہ تم لوگ سمجھ سکو - یہ
ہمارے ہاں اُم الکتاب میں ہے - جو بڑے پایہ کی علمی کتاب ہے "

اس وقت تک نہ کسی نے دعویٰ کیا ہے - کہ وید کے علاوہ اُم الکتاب
اور ہے نہ وید کے سوائے اُم الکتاب کے اوصاف کسی اور میں ہیں - اس لئے ان
آیات سے مدعا ظاہر ہے - درحقیقت اُم الکتاب وید کا نام شروع سے مشہور چلا آتا
ہے اور جتنی بھی کتاب مبین یا علم الٰہی کے صفات قرآن کی مختلف آیات میں بیان کی
ہیں - وہ وید کے ایک منتر میں موجود ہیں -

اتھرو وید کانڈ ۱۹ سوکت ۶۹ منتر ۱

स्तुता मया वरदा वेद माता प्रचोदयन्तां पावमानी द्विजानाम्
आयु प्राणं प्रजां पशुं कीर्तिं द्रविणं ब्रह्मवर्चसं। मह्यं दत्वा व्रजत

اس منتر میں وید ماتا کی ستتی ہے - اس کے دو مطلب ظاہر ہیں - ایک تو
وید کی ماتا یا وید کا پرکاش کرنیوالے برہم کی تعریف جس کے لئے قرآن الحمد للہ
سے آغاز ہوا ہے - اور دوسرے تمام علم یا گیان کا پرکاش کرنیوالی ماتا وید اسم
بامسمیٰ ہے - اس کے معنی ہی گیان یا علم ہے - اور اس میں ہے بھی گیان یا
علم اور چونکہ یہ منبع یا سرچشمہ علوم ہے - اور اسی سے تمام مروجہ علوم شاخ در شاخ
نکلے ہیں - اس لئے اس کا نام ماتا ہے جس وجہ سے عربی میں اسے ام الکتاب کا نام

ملتا ہے - ایسے ہی جس طرح سورج آنکھ کو روشنی دیتا ہے - ویسے ہی رُوح
دعقل کو گیان یا علم کی روشنی دینے سے اسے کتاب مبین یا کتاب الحکیم کہا جاتا ہے -
ایسے ہی اس کے لئے اور بھی بہت سے نام ہیں - جن کی تشریح کی اس مختصر ٹریکٹ
میں گنجائش نہیں - ہاں اس... منتر کے الفاظ پر سرسری نظر ڈالنا کافی ہے - وید
تاکید ورد اکہا ہے - تو قرآن بھی کتاب الٰہی سے فلاح وبہبود یا مرادوں کا
بر آنا منسوب کرتا ہے - اسی کو خدا سے مدد مانگنا یا نعمتیں ملنے سے ظاہر کرتا
ہے - نجات - رزق - عزت - عمر - دولت - شہرت - اولاد - مال مویشی - عقل رُوحانیت
کا اعلیٰ نعمتوں میں شمار جو قرآن میں ہے - وہ اس منتر کے الفاظ آیو - پران - پرجا
پشو - کیرتی - دروِن - برہم ورچس کی جگہ ہیں - اور سورہ فاتحہ میں سب سے
پہلے جو راہ حق یا صراط مُستقیم کے لئے دُعا ہے - اور جس کے دکھانے
والی کتاب الٰہی ہی ہو سکتی ہے - اُن کے لئے اس منتر میں بتایا ہے - کہ وہ عقلوں
کو نیکی کی طرف مائل کرتی اور روحوں یعنی علم وغیرہ کی خوبیوں والے مستحق لوگوں کو
پاکیزگی دیتی ہے اور ایسی نعمتیں دے کر آخر برہم لوک میں لے جاتی ہے +

۱۶ - عربی قرآن کی غرض

سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۱۱۳ - وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا
وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ
لَهُمْ ذِكْرًا ۝

جو ہم نے عربی قرآن اُتارا ہے اور اس میں طرح طرح کے ڈراوے
سُنائے ہیں - اس کی غرض محض یہ ہے کہ لوگ پرہیزگار بن جائیں اور اس طرح
اُنہیں حق پر غور کرنے کا مادہ پیدا ہو جائے - گویا عربی قران دھرم یا حق پر غور کرنے

کیلئے تیار کرنے والا ہے +

(۲) سورہ الشعرا آیت نمبر ۱۹۷ میں ہے - اس کو جبرئیل امین نے سلیس عربی زبان میں تمہارے دل میں نقش کیا ہے - تاکہ تم بھی سابق پیغمبروں کی طرح گناہ سے ڈراؤ - اور یقیناً یہ آغاز عالم کی کتابوں میں ہے - کیا لوگوں کے لئے یہ دلیل نہیں - کہ بنی اسرائیل کے عالم اس سے واقف ہیں - اور اگر ہم قرآن کو کسی عجمی پر اُتارتے - اور وہ اُن کو یہ پڑھ کر سُناتا - تو یہ اس پر ایمان نہ لاتے - اس سے ظاہر ہے کہ جبرائیل نے آنحضرت کو تعلیم دی جو دید میں تھی - اور بنی اسرائیل کے عالموں سے اس کی تصدیق بھی ہوتی تھی - کہ واقعی یہ تعلیم شروع سے ہی ہے - اس کے علاوہ حضرت صاحب اس پرچار کے لئے اس وجہ سے تیار کئے گئے - کہ عجمی یا سنسکرت دان جبرائیل غیر ملکی تھا - اور غیر زبان کا عالم - اس پر عرب والوں کا ایمان لانا محال تھا +

(۳) سورہ شوریٰ - آیت نمبر ۷ - وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا

ہم نے تیری طرف قرآن عربی وحی کیا ہے - تاکہ تو مکہ اور اس کے ارد گرد کے لوگوں کو ڈرا دے +

(۱۷) عجمی قرآن (وید) کی عظمت

سورہ حم السجدہ آیت نمبر ۴۱ تا ۴۳ - اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ج وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۵ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ط تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ط مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ط اِنَّ رَبَّكَ

لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝

لوگوں نے کتاب الٰہی سے انکار کیا۔ جو اُن کے پاس آئی۔ حالانکہ بڑے پائے کی کتاب ہے۔ کہ جھوٹ نہ تو اس کے آگے ہی پھٹکنے پاتا ہے نہ اس کے پیچھے۔ اس لیے کہ اس کا ظہور اس خدا سے ہے جو علیم کل اور سزاوار حمد وثنا ہے۔ تم سے بھی وہی کچھ کہا جاتا ہے جو تم سے پہلے رسولوں کو کہا گیا تھا۔ بیشک گناہ دور بھی کرتا ہے اور اس کی سزا بھی بڑی سخت ہے۔ اور اگر ہم عجمی زبان والے کو قرآن قرار دیتے تو کہتے اس کی آیتیں اچھی طرح کھول کر کیوں نہ سمجھائی گئیں۔ ہم کہتے ہیں کیا عربی اور کیا عجمی۔ ان کو کہہ دو کہ ایمان والوں کے لئے تو یہ ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں رکھتے۔ اُن کے کانوں میں گرانی اور وہ ان کے حق میں نابینائی ہے۔ یہ لوگ بڑی دور کی جگہ سے پکارے جاتے ہیں کہ ان کو کچھ سنائی نہیں دیتا۔

اس آیت میں قدیم کتاب الٰہی کو بڑے پایہ کی کتاب مانا اور کہا ہے۔ کہ جھوٹ اس کے پاس تک پھٹک نہیں سکتا۔ اور وجہ وہی بتلائی ہے۔ جو ویدانت شاستر اور دیگر قدیم گرنتھوں میں بتائی۔ یعنی یہ کہ وہ علیم کامل ایشور سے پرکاشت ہوئی ہے۔ ساتھ ہی یہ کہ پہلے جیسے رشیوں پر جس ہدایت کو ظاہر کیا گیا تھا۔ وہی محمد صاحب پر ظاہر ہوئی۔ اُن کے علاوہ یہ بھی بتایا ہے۔ کہ اصل تو ہے عجمی یعنی سنسکرت میں پر وہ پیش کرتے ہیں عربی والوں کو سمجھ نہ آتی تاہم کہا یہ ہے کہ عربی یا عجمی دونوں کو ایک مانو کوشش ہدایت لینے اور شفا پانے کی کرو۔ زبان کے متعلق حجت

یا بہانہ چھوڑ دو +

(۱۸) وید کا آغاز عالم میں ظہور

(۱) سورہ الرحمن آیت نمبر ۱ تا ۴ - اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ
خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ٥

دیالو بھگوان جس نے قرآن (وید) کا پرکاش کیا - انسان کو پیدا کیا اور اُسے اس کا بیان کرنا سکھایا +

مہرشی دیانند ایشور کی سب سے بڑی دیا وید گیان کے عطا کرنے کی بتاتے ہیں - وہی اس آیت میں کہا ہے - اور قرآن کا لفظ ابتدا اسے منسوب کرنا اس امر کا ثبوت ہے - کہ وید کی جگہ ہی عربی میں قرآن کا لفظ تجویز ہوا ہے - یہ کہنا کہ انسان کو اس نے پیدا کیا - اور اس کو علم بیان سکھایا - محض ویدک سدھانت کا ہی بیان ہے کہ علم کو ظاہر کرنے کے لئے ایشور کو زبان یا شبد بھی انسان کو دینا لازمی تھا - ورنہ انسان نہ بول سکتا - نہ علمی زبان ایجاد کر سکتا تھا - وُہی قرآن نے عربی میں کہا ہے - کہ انسان کو پیدا کیا - اور اُسے دُوسروں پر علم کو ظاہر کرنے کے لئے طریق بیان یا زبان سکھائی +

(۲) سورۃ البقر آیت نمبر ۳۲ و ۳۳ - وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ٥

(آدم کو نام سکھانے کے بعد) ان چیزوں کو فرشتوں کے روبرو کیا - کہ اگر تم سچے ہو - تو ہم کو ان کے نام بتاؤ - وہ بولے تو پاک ہے - بغیر تیرے بتانے ہم کو کچھ علم نہیں ہو سکتا - تو ہی علیم کل اور عقل کُل ہے +

فرشتے اور اُن سے خدا کی گفتگو کے خاص نکتہ پر یہاں بحث کرنا خلاف موقع و محل ہے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ قرآن صاف کہتا ہے کہ بغیر ایشور کی طرف سے الہام ملے علم کا سلسلہ چل نہیں سکتا۔ جیسا کہ سوامی دیانند نے بڑی مضبوط دلائل سے واضح کیا ہے اور ان آیتوں میں صرف اصول ہی نہیں بتایا۔ عملاً آغاز کے لوگوں کو ایشور سے سب نام سکھائے جانے کا ذکر ہے وہ نام کیا تھے۔ اس کا جواب سوائے وید کے نہیں ملتا۔ پھر وید کے خاص ادھیائے میں وाजसनेय ३० سے شروع ہو کر مسلسل تمام اشیا کے نام بتائے گئے ہیں ÷

(۱۹) وید تمام سچے علوم کا بھنڈار ہے

(۱) سورہ بقر آیت نمبر ۳۱۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا سے واضح ہوتا ہے۔ کہ ابتدائی الہام میں تمام اشیا کے نام تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ علم کا بیرونی نشان نام یا شبد ہی ہے ÷

سورہ زخرف آیت نمبر ۳ میں ہے اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝

وہ (عربی قرآن) اُم الکتاب میں موجود ہے۔ جو بڑے پائے کی کتاب ہے۔ سورہ یونس میں ہے۔

تمہارے پروردگار سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں۔ کیا ماشہ اور کیا ذرہ۔ بلکہ ان سے بھی چھوٹی چیز (پرمانو) اور بڑی سے بڑی چیز یعنی کیا لطیف اور کیا کثیف۔ کوئی چیز ایسی نہیں جس کا گیان کی کتاب میں بیان نہیں۔

ذرّات سے بھی باریک چیز پرمانو ہے۔ رُوح اس سے بھی لطیف ہے اور خدا لطیف تر ہیں۔ الہامی کتاب میں ان سب کا علم ہوتا قرآن مان رہا ہے جیسا کہ

آریہ سماج کا مسلمہ اصول ہے ۔ کہ تمام سچے علوم اور جو پدارتھ علم سے جانے جاتے
ہیں ۔ ان کا آدی مول پرمیشور ہے اور وید ستیہ ودیاؤں کا پستک ہے ۔

سورہ ھود آیت نمبر ۶ وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ
فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝

اسی خدا کو ان کے مقام قیام اور زمانہ و میعاد قیام و فنا کا علم ہے اور یہ کل
بیان اس کی کتاب مبین میں ہے ؛

سورہ توبہ آیت نمبر ۳۶ ۔ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ
شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے دن سے ہی کتاب الہی میں مہینوں
کی گنتی (بارہ ماہ) درج ہے ؛

سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۵۸ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا
قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ كَانَ
ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝

کوئی بھی بستی نہیں جسے ہم پرلے سے پہلے فنا نہ کریں گے ۔ یہ بات کلام الہی میں لکھی ہے

سورہ ق آیت نمبر ۴ ۔ اور ہم کو معلوم ہے ۔ کہ زمین ان میں کیا کیا کمی کر
دیتی ہے ۔ ہمارے پاس کتاب حفیظ ہے ؛

سورہ الواقعہ ۔ آیت نمبر ۷۷ تا ۸۰ ۔ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ
مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

تحقیق اصلی قرآن کریم اس کتاب میں ہے ۔ جسے پاک لوگوں کے سوائے
کوئی چھو یا سمجھ نہیں سکتا ۔ اور جس کا ایشور کی طرف سے ظہور ہوا ہے ۔

سورہ الحدید آیت نمبر ۲۲ ۔ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ

وَلَا فِی اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِی کِتَابٍ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَبْرَاَھَا ط

جو بھی مصیبت دُنیا میں یا انسانوں پر آتی ہے۔ اُس کا نیم پہلے سے کتاب محفوظ میں لکھا ہے۔

سورہ البروج آیت نمبر ۲۱ و ۲۲۔ بَلْ ھُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ o فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ٥

بلکہ وہ بڑے پایہ کا قرآن ہے۔ وہ لوح محفوظ میں موجود ہے۔

(۲۰) وید ہی لوح محفوظ ہے

قرآن میں کتاب مبین۔ کتاب حفیظ وغیرہ نام الہامی کتاب کے ہیں ترجموں میں اکثر اسے لوح محفوظ کا نام ملتا ہے۔ اور سورۃ البروج میں اس کے لئے قرآن میں بھی لوح محفوظ کا لفظ ہے۔ یہ محض قدیم رشیوں کے اس اعتقاد کا جانشین ہے۔ کہ وید کے شبدوں میں گیان محفوظ ہے۔ یعنی لفظ کے اندر اس کے معنی جو در اصل صحیح علم ہے۔ نہاں ہیں۔ کیونکہ وہ آنکھ کان وغیرہ سے محسوس نہیں ہوتے۔ بلکہ آتما سے جانے جاتے ہیں علم الٰہی غیر متناہی ہے اس کی طرف اشارہ کرنے والے لفظ بھی ایشور کی طرف سے ہی ہونے چاہئیں۔ جہاں ہر انسان کی کلام اس کی اپنی معلومات کی ہی جانشین ہو سکتی ہے۔ وہاں سچے علم کا جانشین الہامی کلام ہو سکتی ہے اور تمام رشی یا یوگی لوگ الہی شبد یا کلام کے اندر جو ارتھ ہمیشہ محفوظ رہتا ہے۔ اسی کے درشنوں کے لئے یوگ ابھیاس یا من وغیرہ کرتے ہیں۔ اور گورو وغیرہ جو گیان دیتے ہیں۔ وہ بھی اسی شبد کے ذریعے اصلی معانی کی طرف اشارات دیتے ہیں۔ صفحہ ۵۵۔۵۴ ترجمہ صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۲۴ میں معراج کی مختصر تفصیل سے لکھا ہے۔ کہ

جبرائیل نے آنحضرت کا سینہ چاک کیا۔ اُسے آب زمزم سے دھویا۔ اور

حکمت و ایمان سے بھرا ہُوا سونے کا طشت

آپ کے سینے میں ڈال دیا۔ یہ دراصل اس اصول کا بیان تھا کہ جس طرح گورو سچی ہدایت سے شاگرد کے دل کی صفائی کرتا اور اس میں علم کی نعمتیں بھرتا ہے ویسے ہی جبرائیل نے حضرت محمد صاحب کو علم اور حکمت سے بہرہ یاب کیا۔ وہ طشت طلا سوائے الہامی شبدوں کے کوئی نہیں ایش اپنشد کے منتر ۱۵ کی ہی یہ حدیث صریح بازگشت ہے "ہرن مین پاترین ستیسیا پی ہتم مکھم۔ تتوم پوشن پاورنو ستیہ دھرمایے درشٹیے" اس کا بھاؤ یہ لیا جاتا ہے۔ کہ چمکیلی چیزوں یعنی سونا یا دولت کے لالچ سے لوگ سچ کو چھپاتے یا جھوٹی شہادت وغیرہ دیتے ہیں۔ لیکن زیادہ صحیح اور حقیقی مفہوم اس کا یہ ہے۔ کہ ظاہری شبد جو زبان سے پڑھے اور کان سے سنے جاتے ہیں۔ وہ ہرن مئے پاتر یعنی چمکیلا یا نظر آنے والا برتن ہے۔ اس میں سچائی یا علم نہاں ہے۔ اس لئے یوگی اور رشی لوگ پرارتھنا کرتے ہیں کہ اے طاقت کل پرمیشور! اپنی عنایت سے یہ برتن ہمیں کھول کر دکھا دے۔ تاکہ ہم پر سچے دھرم کا جیوں کا تیوں انکشاف ہو۔ پس وید کے الفاظ طشت طلا۔ علم و حکمت ان الفاظ کے معانی و تعلقات۔ گورو کی ہدایت آب زمزم اور اس اصول کے عامل و معمول جبرئیل اور محمد صاحب ہیں۔ اور کلام الٰہی یا وید لوح محفوظ ہے۔

(۱۲) رسول صاحب کٹر ویدک دھرمی ہیں۔

سورہ نساء آیت نمبر ۲۶۔ یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُبَیِّنَ لَکُمۡ وَ یَہۡدِیَکُمۡ سُنَنَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ

ایشور کو یہی منظور ہوا۔ کہ تمہیں تمہارے گذشتہ بزرگوں کے طریقے کھول

سکھلائے۔ اور تمہیں ان ہی طریقوں پر چلائے۔ یہ گزشتہ بزرگ یہود یا نصاریٰ نہیں۔ بلکہ آغاز عالم کے آریہ لوگ ہیں۔ چنانچہ سورہ صافات آیت نمبر ۱۶۷ و ۱۶۸ میں ہے۔ وَاِنْ کَانُوْا لَیَقُوْلُوْنَ ۝ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِکْرًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ۝

یہ لوگ کہا کرتے تھے۔ کہ کاش آغاز عالم کے لوگوں کی کوئی کتاب ہمارے پاس آتی ذِکْرًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ کا لفظ مطلب کو بالکل صاف کرتا ہے اور حضرت صاحب کو کٹڑ ویدک یا سناتن دھرمی اور اسی الہام کے مبلغ ثابت کرتا ہے +

(۲۲) مت متانتر کا کھنڈن اور ویدک دھرم کا منڈن

سورہ بقر آیت نمبر ۱۳۵۔ وَقَالُوْا کُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی تَهْتَدُوْا ط قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ط وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝

کہتے ہیں کہ یہودی یا عیسائی بن جاؤ۔ تو ہدایت پر آجاؤ۔ ان سے کہدو کہ ہم تو حق پرست یا دھرماتما ابراہیم کے دھرم کو مانتے ہیں۔ جو مشرک نہ تھے اس سے پہلے آیت نمبر ۱۳۰ میں ہے۔ وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِیْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ط

سوائے سبکسار یا بے عقل لوگوں کے ابراہیم کے دھرم سے کون انحراف کر سکتا ہے۔

سورہ آل عمران آیت نمبر ۶۶: مَاکَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا ط وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ

ابراہیم نہ تو یہودی تھا۔ نہ نصرانی بلکہ ایشور کا سچا بھگت اور فرمانبردار

تھا - وہ مشرکین میں سے ہرگز نہ تھا ÷

اِس قسم کے حوالجات سے ظاہر ہے کہ حضرت محمد صاحب یہود عیسائی وغیرہ سے ہٹا کر ابراہیم کے مت کی طرف دعوت دینا چاہتے تھے - لیکن ابراہیم لفظ محض چاروں وید کے عالم برہما کے لئے ہے - کسی بھی تاریخ سے ابراہیم کی جدا ہستی معلوم یا ثابت نہیں ہوتی - آدم لفظ (आदिम) یعنی آدیا آغاز والوں کے لئے ہے اور آغاز عالم کے رشیوں سے چار وید کے پڑھنے والے عالم کو برہما کہا جاتا ہے - اسی سے بگڑ کر انگریزی وغیرہ میں ब्रह्म ابرہم اور بعد میں ابرام یا ابراہیم بنا ہے - قرآن میں کہا ہے - کہ خدا نے ابراہیم کو امت کا امام بنایا - اور وید میں امام والے فرائض ادا کرنے والا برہما کہا جاتا ہے - ویدک دھرمیوں کے یگیہ سنسکار میں پہلے برہما یا امام کا آواہن ہوتا ہے - ابراہیم کی خصوصیت قربانی ہے - بیٹے تک کو وہ بلیدان کرنے کو تیار ہوتا ہے - ویدک دھرمیوں کا برہما یگیہ سے ہی مخصوص تعلق رکھتا ہے - اور اپنے بیٹے یا شاگرد کو جیسے وہ عالم وید بناتا ہے - یگیہ کے لئے ہی وقف رہنے کی خواہش رکھتا ہے جیسے سوامی ورجانند نے سوامی دیانند کو یگیہ یا وید رکھشا کی بھینٹ چڑھایا برہما کی استری کا نام سرہ ہے - اور ویدک برہما کا تعلق سرسوتی سے ہے - یہ سرسوتی شبد محض سرہ اور وتی کا مجموعہ ہے - ایسے ہی تمام بیان حضرت ابراہیم کے متعلق وہی ہے - جو ویدک برہما کا ہے - آریہ اور سناتنی لوگ بالخصوص برہما کو ہی ویدک دھرم کا اوّلین پرچارک مانتے ہیں - پس قرآن اور حضرت صاحب صاف طور پر اعلان کرتے ہیں - کہ ہم ویدک دھرم کے پیرو ہیں عیسائی وغیرہ کے نہیں ÷

۲۳، ویدک دھرم کی صداقت کی خاص دلیل

سورہ آل عمران آیت نمبر ۶۴ یَااَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تُحَاجُّوْنَ فِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْ بَعْدِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ؀

اے اہل کتاب ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو (کہ وہ یہودی تھے یا نصرانی) کیونکہ توریت اور انجیل کا تو نزول ہی ان کے بعد ہوا ہے۔ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔

گویا تمام جھگڑوں کا خاتمہ ہے۔ آریہ لوگ جن دلائل قاطع کو کام میں لاتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ دیگر سب مذاہب تھوڑے عرصہ سے یا بعد کے ہیں۔ اور برہما کا دھرم سب سے پہلے ہے۔ کہاں تک لکھا جائے۔ آنحضرت نے بار بار یہی کہا ہے کہ میں قدیم ازلی ابدی دھرم پھیلاتا ہوں۔ وہی تمہارے رب کا سیدھا رستہ ہے باوجود اس کے لوگ راہ راست پر نہیں آتے۔ تو آپ فرماتے ہیں۔ سورہ آل عمران آیت نمبر ۲۳۔ وَغَرَّھُمْ فِیْ دِیْنِھِمْ مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ؀

اور جو کچھ افترا پردازیاں وہ دین میں کرتے رہے ہیں۔ اُنہوں نے اُن کو دھوکا دے رکھا ہے۔

حضرت محمد صاحب اور سوامی دیانند کے ارمان

پیارے بھائیو! ہم جذبات سے اپیل کرنا نہیں چاہتے۔ آپ کی عقلوں سے اپیل کرتے ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے۔ ہم نے دو ہزار صفحوں کی ضخیم کتاب سے محض ایک مضمون کے متعلق چند ارشادات آپکے سامنے رکھے ہیں آپکا دھرم آپ کا

مذہب درحقیقت ایک ہے۔ آپ کے اختلافات آپکی باہمی اَن بَن اور کشیدگی محض غلط فہمیوں کا نتیجہ ہے۔ وید کے خلاف ہندوؤں کی بُت پرستی ویدک دھرم سے مسلمانوں کو بدظن کر رہی ہے۔ عربی زبان اور سنسکرت کی جدائی سے آپ ہر دو فریق کی نیک‌گیری میں دوسری طرف ٹھ کاوٹ ہے۔ مترجموں مفسروں اور مولویوں کی عالمگیر اصولوں سے ناواقفیت پر مبنی قرانی ترجموں کی خامیوں نے آریوں کو تیسری طرف مغالطہ دے رکھا ہے۔ اور صداقت و روحانیت سے ہٹا کر جہالت نے جو مادہ پرستی کا گرویدہ انسانی جماعت کو بنا رکھا ہے۔ اس پر مبنی پولٹیکل اور ناپائدار نمائشی حقوق چوتھی طرف گمراہی پھیلا رہے ہیں۔ ورنہ حقیقت کے لحاظ سے آپ نہ کبھی جدا ہو سکتے ہیں۔ نہ ہونے چاہئیں ؎

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی
یہ اڑائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

حضرت محمد صاحب کے دلی ارمان کا مجسمہ یہ آیت ہے۔ هُوَ الَّذِیٓ ... اَلْبَابِ ٥ وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری جس میں سے بعض آیات محکم ہیں۔ وہ کتاب کی اصل ہیں۔ اور دوسری مبہم۔ جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ قرآن کی انہی فروعی آیات کے پیچھے پڑے رہتے اور فساد پیدا کرتے ہیں۔ وہ اس کی تاویلیں کرتے ہیں۔ مگر اللہ کے سوا کسی کو ان کی اصل حقیقت معلوم نہیں۔ اور جو لوگ علم میں پختہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ ہم اسے مانتے ہیں۔ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور وہی سمجھتے ہیں۔ جن میں عقل ہے۔

تمام دُنیا کی کشمکش کا خاتمہ

اوپر کی آیت میں ہے بشرطیکہ تعصب اور جہالت سے انسان بری ہوں۔ آریہ لوگ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ اصول اور فروعات میں اہل عقل تمیز نہ کریں۔ تو تفریق

اور پھوٹ کا دُور ہونا ناممکن ہے Agreement in main. and
اصل اصول پر سب متحد ہو سکتے ہیں اور تفصیل difference in detail
میں اختلاف کا ہونا لازمی ہے" یہی ہدایت آیت زیر بحث میں ہے کہ محکم اور متشابہات میں
سے محکم یا اصولی علم کا بیان کرنے والی آیتوں پر سب کو متحد کرانا مسلمانوں کا فرض ہے
فروعی امور کے بحث مباحثے محض تضیع اوقات اور فساد کا موجب ہیں۔ کسی ملک یا
شخص یا قوم کے متعلق مقامی یا زمانی تحریکوں پر فروعی بحث یا نیتوں پر حملہ کرنا
کسی کو صحیح نتیجہ پر پہنچا نہیں سکتا۔ ان کے لئے نہایت زبردست دلیل آیت میں
یہ ہے کہ چونکہ شخصیتوں سے تعلق رکھنے والے مضامین کو درحقیقت محض اللہ
جانتا ہے۔ کوئی انسان کسی شخص کے اندرونے کو صحیح طور پر جان و سمجھ نہیں سکتا
اس لئے اس کے متعلقہ امور پر وہ روشنی نہیں ڈال سکتا۔ لہذا بحث فضول
ہے۔ پس دلیل و ثبوت سے اصول کا سمجھانا ہی کام ہے۔ کچے علم کے یا ناتجربہ کار
لوگ اس بات کو صحیح طور پر سمجھ نہیں سکتے۔ ہاں پختہ علم والے یعنی تجربہ کار
عالم اس رہسیہ کو سمجھ اور اسی پر عمل کر سکتے ہیں +

مہرشی دیانند اسی حقیقت کو اپنے منتو یا منتویہ میں بیان کرتے ہیں کہ میرا
کام محض ان عالمگیر اصولوں کا پھیلانا ہے۔ جو ہر زمانہ میں یکساں ہیں۔ اور
آخیر میں وہ اس قسم کی تبلیغ کا نتیجہ بھی واضح کرتے ہیں۔ جو یہ ہے "ہر قسم کی تفریق
اور پھوٹ کا دور ہونا سب کا ایک سچے دھرم میں متحد ہونا انسانی جماعت کے دکھوں
کا نشٹ ہونا اور سب سے سب کو سکھ پہنچنا" یہ خیال کہ سوامی جی نے مت متانتر
کا کھنڈن کیا ہے۔ محض فروعی اور انسانی عملوں کی اصول کے مقابلے پر خامی
ظاہر کرنے کو ہے۔ اور بڑے سے بڑے مذاہب کے بانی انسانوں کے بھی
مرکب الخطا اور محض اصولی علم دینے والے خدائے بزرگ و برتر لاعدہ اس کے

علم کی منزہ من الخطا خوبی کا نقش جمانے کیلئے دین اسلام کے خلاف ستیارتھ پرکاش
سملاس ۱۴ لکھتے ہوئے آپ پہلے ضمنی دیباچہ لکھتے ہیں - اس میں یہ شبد ہیں -

"جو قرآن عربی زبان میں ہے - اس کا اردو ترجمہ مولویوں نے کیا ہے -
اس کا دیوناگری حروف اور آریہ بھاشا میں ترجمہ کرا کے اور عربی کے بڑے
بڑے علما سے اُن کی اصلاح کرا کے لکھا گیا ہے اگر کوئی کہے کہ یہ معنی ٹھیک
نہیں تو اسے چاہیئے - کہ پہلے مولوی صاحبوں کے ترجموں کا کھنڈن کرے"

پس سوامی جی کی پوزیشن بالکل صاف ہے اور اُنہوں نے عالمگیر اصولوں
کی عظمت قائم کرنے کیلئے غیر اصولی امور کی بے وقعتی واضح کر دی ہے اور
اس کی ذمہ داری محض ترجموں پر ہے - اور اگر ترجموں کی غلطی ایک حقیقی
امر ہے - تو وہ صاف طور پر مان رہے ہیں - کہ ان سے کی گئی تردید ٹھیک نہیں
پنڈت لیکھرام جی کی نکتہ چینی میں بھی ترجموں اور حدیثوں کی ہی ذمہ داری ہے
ورنہ انکا مسلمانوں سے دلی پریم اُن کی اپیل سے ظاہر ہے جس میں وہ مسلمانوں کو
مخاطب کر کے باہمی وصل کے لئے دلی بیتابی کا اظہار کرتے ہیں - اور ساتھ ہی
اکثر مضامین میں قرآن اور احادیث سے اپنے حق میں حوالے بھی پیش کرتے ہیں -

پس پیارے بھائیو! تاریخی واقعات اور باہمی تعصبانہ جہالت پر مبنی
سلوک وغیرہ تمام فروعی باتیں ہیں - ان میں اُلجھنا شرط عقل نہیں - بڑے سے
بڑے قتل وغیرہ پر بھی سچے مشنری یہی سمجھتے ہیں کہ ہمارا جسم ایشور کی طرف سے ان
لوگوں کے سپرد ہے - جن کی اعلیٰ ترین خدمت یا تبلیغ حق کی ڈیوٹی پر ہم مامور
ہیں - سوامی دیانند نے اپنے قاتل کی جان بچا کر اسی سپرٹ کا ثبوت دیا اور آریہ
سماج نے انتقام سے پرہیز کیا ہے کیونکہ ویدک دھرم انہیں کل انسانی جماعت کو
اپنا بھائی یا ایک ہی قبیلہ کے ممبر سمجھنے کی ہمیشہ ہدایت دیتا ہے - یہی ہدایت قرآن

مسلمانوں کو دیتا ہے - سورۃ الانبیا آیت نمبر ۹۱ و سورہ مومنون آیت نمبر ۵۲ میں
ہے - اِنَّ ھٰذِہٖٓ اُمَّتُکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّ اَنَا رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْنِ ۵
تحقیق یہ تمہارے ہی گروہ پاجاتی ہیں اور تم سب کا ایک ہی گروہ ہے
ہم ہی تمہارے رب ہیں - پس سب ہماری عبادت کرو +

درحقیقت ایک ایشور کی عبادت یا اس کے احکام کی تعمیل ہی ساری انسانی جماعت کا فرض اور اس کی یگانگت کا واحد ذریعہ ہے مسلمان لوگ سوامی دیانند کی سچی وحدت پرستی یا توحید کی تبلیغ سے ہی عام طور پر اُن کے مداح ہیں حتیٰ کہ لاہور آریہ سماج کی قائمی ہی ایک کشادہ دل مسلمان کے مکان پر ہوئی - جب لاہور جیسے شہر میں سوامی دیانند جیسے عالم شخص کو سر چھپانے کے لئے مکان ملنا مشکل ہوا - تو ایک ڈاکٹر صاحب نے اپنی کوٹھی پیش کر دی - وہاں پوری آزادی سے پرچار ہوا - اور وہیں آریہ سماج قائم ہوا - یعنی کسی آریہ یا ہندو رئیس کے مکان میں نہیں

مسلمان ڈاکٹر رحیم خاں کی کوٹھی میں

ڈاکٹر صاحب جانتے تھے - کہ سوامی جی دین اسلام کی تردید کرتے ہیں - آپ کی کوٹھی پر عملاً ایسے لیکچر ہوئے بھی لیکن بجائے برا منانے کے ڈاکٹر صاحب آپ کی بیخوف راست بیانی کی تعریف کرتے رہے - دوسری بار ایک اور مسلمان صاحب نے دلی عقیدت سے آپ کا ڈیرا اپنی کوٹھی میں کرایا - قرآن کے متعلقہ آپکی تقریر کو سن کر معاونین سوامی جی کو کہتے ہیں - کہ کیا اس کوٹھی سے بھی جواب لینے کا ارادہ ہے - سوامی جی فرماتے ہیں - کہ کیا نواب نوازش علیخاں جیسے شردھالو شخص کو سچائی جیسی اعلیٰ نعمت نہ دوں - میں نے انہیں موجود دیکھ کر اور جان بوجھ کر سچا اُپدیش دیا ہے - کہ ان کا کلیان ہو - ادھر سے نواب صاحب بھی خوش ہیں

کہ اُنہوں نے ایک عالم بندۂ خدا کو راستباز سمجھنے میں غلطی نہیں کھائی۔ اسی طرح ایک اور عالم بزرگ اور مشہور و معروف اسلامی لیڈر کی طرف سے سوامی جی کے متعلق اس حسن عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ جو عام مسلمان شاذ و نادر ہی کسی برگزیدہ شخصیت پر رکھ سکتے ہیں۔ اس مبارک ہستی یعنی آنریبل **سر سید احمد خاں** صاحب کے حسن عقیدت میں کوئی بھی کھنڈن روک نہیں ڈال سکا۔ ایک اور مسلمان بھگت سے تو سوامی جی کے جیون چرتر کو پڑھنے والے خاص طور پر مانوس ہیں۔ ایک ہندو سوامی جی کو زہر دیتا ہے۔ اور وہ یہ کہہ کر اسے مصیبت سے بچاتے ہیں۔ کہ میں دُنیا **کو قید کرانے نہیں بلکہ آزاد کرانے آیا ہوں**۔ یہ الفاظ جس خلوص عقیدت سے پر ہستی کو سنائے گئے اور جس نے ان الفاظ کو سُن کر زہر دہندہ سے مواخذہ ہٹا لیا۔ **انوپ شہر کے مسلمان تحصیلدار سید محمد صاحب تھے**۔ یہی نہیں سوامی جی کے وقت اور بعد میں بھی آریوں اور مسلمانوں کے بڑے بڑے مباحثے ہوئے۔ ہم باہم محبت سے ہزاروں کی تعداد میں مل بیٹھتے تھے۔ تبادلہ خیالات سے مستقل اتحاد کی تجویز کر رہے تھے۔ مولوی اور پنڈت باہمی تشکر گزاری اور بغلگیری سے پھر ملتے رہنے کے ارادوں سے جدا ہوتے تھے۔ مگر پولٹیکل حالات اور مذہبی مبلغوں کی کمزوریاں اپنا رنگ نہ لاتیں۔ تو حالت ہی دگرگوں ہوتی۔ تاہم ہُوا سو ہُوا۔ بگڑی ہر وقت بنائی جا سکتی ہے۔ اور غلطی ہٹائی جا سکتی ہے۔ سیوا جی اور سنبھا جی باہم خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ ایک دوسرے کو موت کے گھاٹ اُتارنا چاہتے ہیں۔ مگر جونہی معلوم ہوتا ہے کہ ان میں خونی یا باپ بیٹے کا رشتہ ہے۔ وہ فرطِ محبت سے بغلگیر ہوتے اور نقشہ ہی بدل جاتا ہے۔ یہی حقیقت قرآن اور محمد صاحب کے متعلق ہمارے دل کی ہے اور اگر مسلمان بھائی حضرت محمد صاحب اور قرآن کی ہدایت کے مطابق اصل قرآن اور عالمگیر اصولوں کی عظمت کو محسوس کر سکیں تو تراجم و تفاسیر

واحادیث کی خامیاں بالکل بے اثر ہو جائیں گی جیسی کہ آریوں کے لئے یہ ان اور دیگر گرنتھ ہو گئے ہیں۔ یقیناً اس صورت میں قرآن شریف اور ستیارتھ پرکاش حضرت محمد صاحب اور دیانند۔ آریہ سماج اور اسلامی انجمنیں سب ایک روپ ہو جائیں گی۔ اور سید محمد علی صاحب ایم۔ آر۔ اے ایس نے رسالہ ادیب الہ آباد ۱۹۱۳ء میں ہندو مسلمانوں کی مماثلت کے عنوان سے لیکھ لکھ کر جو اشارہ دیا تھا۔ رنگون سے ایک مسلمان بزرگوار نے آج سے تیس سال پہلے رسالہ اتحاد مذاہب عالم جاری کر کے جو وید اور اصلی قرآن کا باہمی تعلق ظاہر کیا تھا۔ اسلامی خلیفہ ہارون رشید وغیرہ نے آج سے صدیوں پہلے سنسکرت علم ادب کی مختلف کتب کا بھارت ورش کے عالموں سے عربی زبان میں ترجمہ کرا کے جس ممکن دوری کی خلیج کو بھرنیکا یتن کیا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر حضرت جبرائیل اور محمد صاحب نے بنی نوع انسان کو گمراہی سے بچانے کے لئے جو اپنی غیر معمولی قابلیت کوشش اور زندگی کو قربان کر دیا تھا۔ وہ سب کچھ سچے معنوں میں سپھل ہو سکتا ہے +

سید محمد علی ایم۔ آر۔ اے ایس کا کہنا ہے۔ کہ ہندوؤں کی بُت پرستی محض صفات الٰہی کے بیان کے لئے کارٹونوں کی صورت میں جاری ہوئی تھی۔ مورتی کے ایک ہاتھ میں اناج کا خوشہ دے کر ظاہر کیا گیا۔ کہ رزق پرمیشور کے ہاتھ میں ہے یا وہ سرو پالک ہے۔ تلوار اس کے دوسرے ہاتھ میں دے کر ظاہر کیا گیا۔ کہ پاپیوں و ظالموں کا ناش کرنے والا وُہی ہے اور پھول اُس کے تیسرے ہاتھ میں دے کر بتایا گیا۔ کہ وہ نرمی یا دیا کا مجسمہ ہے۔ وغیرہ آخیر میں وہ یہ مصرع دیتے ہیں۔

دُوئی را چوں بدر کردم یکے دیدم دو عالم را

اس کے بعد دونو مذاہب کی تعلیم کو باہم مطابق ثابت کرتے ہیں۔ بدیں الفاظ (۱) منو کا پنج یگ شارع اسلام کی پنجگانہ نماز (۲) اہل ہنود کا آچمن اسپرشن۔

مسلمانوں کا وضو و مسح (۳) ہندوؤں کا اشنان - اہل اسلام کا غسل (۴) اہل ہنود کا شوچ مسلمانوں کا تیمم (۵) ہندوؤں کا سنکلپ مسلمانوں کا استنجا (۶) ہندوؤں کا جپ مسلمانوں کی تسبیح و تہلیل (۷) اہل ہنود کا پاٹھ - مسلمانوں کی تلاوت (۸) ہنود کا برت - مسلمانوں کا روزہ (۹) ہندوؤں کا دان پن مسلمانوں کی خیرات زکوٰۃ (۱۰) ہندوؤں کا بلیدان - مسلمانوں کا صدقہ (۱۱) ہندوؤں کا تیرتھ جاترا - مسلمانوں کا حج (۱۲) ہندوؤں کی پردکشنا - مسلمانوں کا طواف (۱۳) ہندوؤں کا پرائشچت مسلمانوں کا کفارہ (۱۴) ہندوؤں کا شرادھ مسلمانوں کی فاتحہ (۱۵) ہندوؤں کی بیکنٹھ نرک مسلمانوں کی جنت دوزخ (۱۶) ہندوؤں کا اچھے بٹ مسلمانوں کا طوبےٰ (۱۷) ہندوؤں کی اپسرا - دھرم راج و گن مسلمانوں کی حوریں - رضوان و ملائکہ (۱۸) ہندوؤں کی آکاش بانی مسلمانوں کا الہام والقا (۱۹) ہندوؤں کے چترگپت مسلمانوں کے کراماً کاتبین (۲۰) ہندوؤں کے جم راج مسلمانوں کے عزرائیل (۲۱) ہندوؤں کی بیترنی - مسلمانوں کی پلصراط (۲۲) ہندوؤں کا مدھکر کنڈ مسلمانوں کا حوض کوثر (۲۳) ہندوؤں کا کلپ برکش مسلمانوں کا سدرہ (۲۴) ہندوؤں کی بارنی مسلمانوں کی شراب طہور (۲۵) ہندوؤں کا کیلاش مسلمانوں کا عرش عظیم (۲۶) ہندوؤں کا بوان مسلمانوں کی معراج (۲۷) ان کا گیان - ان کا عرفان (۲۸) ان کا دھیان ان کا مراقبہ (۲۹) ان کا گورو مہاتما - ان کے پیر فقیر (۳۰) ان کے کلنکی اوتار ہمارے حضور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم - جن کے والد کا نام وشنو داس تھا - وشنو کے معنی اللہ اور داس کے معنے عبد یعنی عبداللہ نام ہوا - ماں کا نام سومتی یعنی امانت دار ہوا - سو حضور کی والدہ محترمہ کا نام آمنہ تھا - حضرت نے غار حرا میں عبادت کی - پرشرام یعنی پرش کہتے ہیں روح کو - رام

اللہ کو جبرائیل سے تعلیم پائی۔ حضرت جبرائیل سب سے پہلے وحی لے کر آئے ... ...

ہم سمجھتے ہیں۔ اصل حقیقت پر کافی اشارات آچکے ہیں۔ اور سمجھدار مسلمان اور آریہ (ہندو) اپنا فرض سمجھیں گے کہ تمام دیگر بے بنیاد یا غیر اہم تحریکوں کی بجائے وید اور قرآن کے ایک ہی مشترکہ مقدم مشن کی کامیابی کی کوشش کو اپنا نصب العین بنائیں گے۔ وید کہتا ہے۔

کرنو نتو وشوم آریم

یعنی تمام جہان کو نیک بنا دکھاؤ۔ کس طرح علم الٰہی یا وید کا سب کو ادھکار دے کر

یتھیمام واچم کلیانی ماودانی جنے بھیہ

برہم راجنیا بھیاگونگ شودرائے چاریائے چ سوائے چارنائے چ

یعنی علم الٰہی تمام براہمن۔ کھشتری۔ ویش۔ شودر۔ استری۔ پُرش اور پاپی چنڈال تک کے کلیان کا موجب ہے +

قرآن سورہ یونس آیت نمبر ۵۷ و ۵۸ میں فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ ۵ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۵ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا ط هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ ۵

اے لوگو! تمہارے پروردگار کی طرف سے سچی ہدایت تمہیں مل چکی ہوئی ہے۔ وہ امراض قلبی کی دوا اور اہل ایمان کے لئے ہدایت اور رحمت ہے کہہ دو کہ اللہ کے فضل اور رحم سے وہ اس پر خوش رہیں وہی بہترین اندوختہ ہے

اسی طرح بہت سی آیات میں ہدایت ہے۔ کہ قرآن عربی سے فائدہ پاؤ۔ قرآن کریم (وید) کی مضبوط رسّی پکڑو۔ بے علموں کی خواہش پر چل کر مختلف مذاہب میں تقسیم نہ ہو۔ بلکہ جیسے ابراہیم سے لے کر موجودہ نبی تک تمام لوگ قدیم سچائیوں کی تصدیق کرتے آرہے ہیں۔ (بقول سوامی دیانند برہما سے جیمنی پرینت تمام رشی ایک ہی دھرم کے معتقد ہیں) اسی دھرم پر تم بھی قائم رہو۔ اور لوگوں کو بھی اس کی طرف بلاتے جاؤ“

بہت سی وجوہات سے ہمیں اس وقت محض مختصر اشارات پر اکتفا کرنا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اگر ایشور کرپا اور اس کے سچے معتقدوں کی توجہ سے ہمیں مکمل کتاب شائع کرنے کا موقع ملیگا۔ تو اس میں اپنی خوش قسمتی سمجھیں گے۔ کاش کہ سچی توحید کے علمبردار تمام انسان باہم مل کر سچائی کا بول بالا کر دکھانے میں اپنی طاقتوں کو متحد کر سکیں ۔

اوم شم

مذہبی دنیا میں انقلاب عظیم پیدا کرنیوالی نادر تصنیفات

(۱) قرآن مجید کا ویدک بھاشیہ ضخامت تین ہزار صفحہ قیمت عـــہ

(۲) وید اور قرآن کا میلان ضخامت دو ہزار صفحہ " ۶ـــہ

ہر دو کتب ایک ہزار درخواست مع ایک روپیہ پیشگی آنے پر شائع ہونگی اور پیشگی آرڈر دینے والوں سے نصف قیمت لی جائیگی ۔

پتہ:- مینیجر ویدک پستکالیہ آریہ سماج۔ بہلا لائینز۔ دہلی

ہندو آرٹ پریس پیسہ اخبار سٹریٹ لاہور میں باہتمام پنڈت مہر چند منیجر پرنٹر و پبلشر چھپی

مصنف کی دیگر تصانیف

(۱) **یجروید کا اردو ترجمہ** ادھیائے اول شریمد بھگوت ایشوری گیان ہے۔ اسی میں تمام علوم کی حقیقی معنوں میں سمائی ہو سکتی ہے۔ اس کا عملی ثبوت دیکھنا ہو تو اسے ضرور پڑھو۔ اصل منتر اُردو منتر لفظی معنی ترجمہ تشریح سب کچھ دیا گیا ہے۔ قیمت صرف ۸/

(۲) **براہین الآریہ** مذہبی دلچسپی رکھنے والے تمام اصحاب کے لئے نادر تحفہ ہے۔ چاہے کسی مذہب سے مباحثہ ہو یہ مفید معاون ہو گی۔ ویدک سدھانتوں اور مذہبی مسائل متنازعہ کے متعلق عقلی دلیلوں کا بیش بہا مجموعہ ہے۔ قیمت صرف ۸/

(۳) **ویدک سدھانتوں کی پاکیزگی** تمام مذہبی سچائیوں کا منبع و ماخذ وید ہے ویدک سدھانت ہی تمام مذاہب میں بگڑے یا بدلے ہوئے روپ میں ان کی زندگی کا موجب ہیں۔ اس کا عملی ثبوت معہ حوالجات دیکھنا ہو تو اس کتاب کو غور سے پڑھو قیمت صرف ۸/

(۴) **مرزائی دام فریب نمبر۱** بابا نانک صاحب پر حملہ مرزائی مصنف کی کتاب باوا نانک کا مذہب کا مدلل و باثبوت جواب مصنف کے ۱۲۰ جھوٹ نمبروار ظاہر کئے گئے ہیں سکھ مت کی تمام مستند کتب کا نچوڑ اس میں ہے قیمت صرف ۸/

(۵) **باوا نانک صاحب اور دین اسلام** (۱۰) زبردست ثبوت اس بات کا کہ باوا نانک صاحب ہرگز ہرگز مسلمان نہ تھے قیمت صرف ۴/

(۶) **لشکلنگ پانند** مہرشی دیانند کے خلاف لکھی ہوئی چار کتابوں یعنی انیسویں صدی کا مہرشی دیانند چھل کپٹ درپن نیائے پرکاش اور دیانند چرت کا جواب باصواب ۸/

بار اول

اوم

مسلم آریہ ملاپ

نمبر ۲

قرآن مجید اور آواگون

لیکھک :- لکھشمن اُپدیشک

پرکاشک

ویدک پستکالیہ آریہ سماج برلا لائنس دہلی

بار اول　　علی گڈھ برقی پریس دہلی　　قیمت فی جلد ۱؍

مُصنّف کی دیگر تصانیف

یجروید اُردو ترجمہ ادھیائے اول ۸ر — مرزائی دامِ فریب ۸ر
براہین الآریہ ۸ر — ویدک سدہانتوں کی ویاکھیا ۸ر
باوا نانک صاحب اور دین اسلام ۴ر — وغیرہ وغیرہ

مذہبی دنیا میں انقلاب عظیم پیدا کرنیوالی نادر تصنیفات

(۱) قرآن مجید کا ویدک بھاشیہ ضخامت اڑہائی ہزار صفحہ کلاں ۵ر
(۲) وید اور قرآن کا باہمی میلان ضخامت دو ہزار صفحہ خورد کتابی سائز ۳ر

ہر دو کتب ایک ہزار درخواست معہ ایک روپیہ پیشگی آنے پر شائع ہونگی اور پیشگی آرڈر دالوں سے نصف قیمت لی جائیگی۔

ملنے کا پتہ

۱۔ ویدک پستکالیہ آریہ سماج برلا لائنس دہلی
۲۔ آریہ ساہتیہ پستکالیہ (آریہ ہوٹل) لاہور
۳۔ آریہ ساہتیہ مندر ہسپتال روڈ لاہور
۴۔ آریہ ویر پستکالیہ لاہور

مینجر ویدک پستکالیہ آریہ سماج برلا لائنس دہلی

۱۔ پُنرجنم اور اسلام

ویدک دھرمی لوگ آواگون کو عالمگیر اور بے بدل اصُول مانتے ہیں۔ آریہ جاتی کے مختلف گروہ اور امور میں کتنے بھی اختلاف رکھتے ہوں۔ پُنرجنم پر قریباً سب کا اتفاق ہے۔ حتیٰ کہ ایشور سے منکر بدھ۔ جین اور ایشور سے منحرف رادھا سوامی مت بھی پُنرجنم کا قائل ہے۔ وید آدی ستیہ شاستروں اور جملہ ممالک کے قدیم و جدید مذہبی لٹریچر سے اس کے ہزارہا ثبوت دیئے جا سکتے ہیں۔ تاہم اس ملک کے مسلمان بھائی عموماً اس اصول میں اختلاف رکھتے ہیں۔ وہ تحریر و تقریر میں اسکی تردید بھی کرتے ہیں۔ اور مباحثوں میں بھی اس کو غیر صحیح اعتقاد ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پنڈت لیکھرام جی نے ثبوت تناسخ نامی ضخیم کتاب لکھ کر اس کے متعلق فیصلہ کن بحث پیش کی۔ اکثر مسلمان محقق بھی سیدھے یا ٹیڑھے طور پر اس کے حق میں اظہار رائے کرتے ہیں۔ مذاہب الاسلام کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حدشیہ۔ کاملیہ۔ جناحیہ معمریہ۔ راوندیہ اسماعیلیہ یا سبعیہ وغیرہ بہت سے اسلامی فرقے اصولاً تناسخ کے معتقد ہیں۔ دہلی کی کماری شانتی دیوی نے اپنے گزشتہ جنم کا حال بتایا۔ اس کی صحت کا مسلمان محققوں نے بھی امتحان کیا تو تناسخ کے انکار پر اصرار کرنا ان کے لیے مشکل ہو گیا۔ تاہم بحیثیت مجموعی ہندوستان کے مسلمان علی الاعلان اس کو اپنا مذہبی اصُول نہیں مان سکتے۔ اس لئے کہ ان کے دل پر یہ نقش ہو رہا ہے کہ قرآن مجید میں آواگون کی تعلیم نہیں۔ لیکن ہم قرآن پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس میں اس کثرت سے آواگون کا بیان اور اس زمد

سماس کا اعتقاد موجود ہے کہ کسی آدمی کو نفقد میں بھی آتا نہیں۔ اور یہ محض ایک خاص غلط فہمی ہے جو مسلمانوں کو تناسخ سے انکار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

۲۔ غلط فہمی کی حقیقت

"پنرجنم" کے لفظی معنی تو ہیں جنم یعنی پھر یا دوبارہ پیدا یا زندہ ہونا۔ اور اسکے اصطلاحی معنی ہیں آواگون یا جنم مرن کا چکر۔ ایک زندگی کے بعد دوسری زندگی مانی جائے۔ تو دوسری زندگی کے بعد بھی پھر پیدا ہونے کا اطلاق کرتے ہوئے بار بار پیدا ہونا و مرنا کا ہی مفہوم نکلیگا۔ لیکن بدقسمتی سے مسلمان مترجمان و مفسران قرآن نے اصطلاحی معنی کو نہیں سمجھا اور قرآن کی جب بھی آیت میں دوبارہ پیدا ہونے کا ذکر آیا۔ انہوں نے صرف دوہی بار کی زندگی مانی اور انہیں بھی دور کی سوجھی کہ ایک تو ہے موجودہ زندگی دوسری ہونی چاہیئے خاتمہ دنیا پر۔ اور اس کے لئے قیامت کے دن مُردوں کے قبروں سے نکلنے کی خاص فلاسفی سوچی گئی۔ جو نہ صحیح ہے نہ معقول۔ دوبارہ جنم ہوتا ہے رُوح کا۔ روح جسم سے خارج ہوا تبھی موت ہوئی۔ قبر میں دفنایا گیا مُردہ جسم۔ رُوح وہاں ہے نہیں۔ تو قیامت کے دن زندہ کون ہوگا۔ جسم یا لاش بھی سو دو سو برس کے بعد قبروں میں سے ڈھونڈے بھی نہیں ملتی۔ بقول

بس نامور بزیر زمیں دفن کردہ اند — کز ہستیش بروی زمیں یک نشاں نماند

واں پیر لاشہ را کہ سپردند زیر خاک — خاکش چناں بخورد کزو استخواں نماند

قبروں میں دفن شدہ بڑی سے بڑی نامور ہستیوں کا بھی نام و نشان نہ رہا۔ جبکہ زمین کا پیٹ انہیں اسی طرح ذرات ہم جنس کی طرف منتقل کر چکا ہے جس طرح انسان کے پیٹ میں غذا مختلف دھاتوں میں منتقل ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ

تمام مردہ جسم قبروں میں دفنائے ہی نہیں جاتے۔ زیادہ تر جلائے جاتے ہیں۔ کئی آگ لگنے سے جل کر مرتے ہیں۔ کئی مردہ جسم مختلف درندوں یا پرندوں کا کھاجا بنتے ہیں۔ وہ قبروں میں رکھے ہی نہیں گئے۔ پس یہ غیر معقول خیال محض پنر جنم کی حقیقت کو نہ سمجھنے اور غلط فہمی کا شکار ہونے کا ہی نتیجہ ہے۔ ہم یہاں کچھ واضح اور صاف صاف قرآنی آیات پیش کرتے ہیں اور ناظرین سے التجا کرتے ہیں کہ وہ پورے غور سے اطمینان کرلیں کہ دوبارہ پیدا ہونے کے ساتھ قرآن شریف میں کہیں بھی قیامت کا لفظ نہیں آیا۔ بعض مترجم صاحبان ہی خطوحدانی کے اندر اپنی طرف سے قیامت کا لفظ ایزاد کئے جاتے ہیں۔

۳۔ سورہ فاتحہ اور پنر جنم

قرآن شریف کے جس سب سے پہلے سورۃ فاتحہ کی عظمت اور فضیلت میں کل اسلامی لٹریچر متفقہ طور پر رطب اللسان ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ پنرجنم کی صداقت کو ظاہر کرتا ہے۔ چونکہ اللہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ اسلئے روح کو بعد موت نیا جنم یا مکتی ملنا لازمی ہے۔ بغیر اس کے روح کو نہ ترقی کا موقعہ مل سکتا ہے اور نہ کبھی راحت۔ اور نہ اللہ کی ان صفات کا کوئی عملی فائدہ ہو سکتا ہے۔ وہ مالک یوم الدین ہے۔ انسان کی موت کے وقت بھی وہی مالک ہے اور کل جہان کی موت یعنی پرلے یا قیامت میں بھی۔ ہر دو صورتوں میں اپنی ملک کو اس کی قابلیت کے مطابق کام میں لانا اللہ کا کام ہے۔ روح کو مادی سامانوں کو کام میں لانے کے لئے اس کی قابلیت کے مطابق جسم دینا اور مردہ جسم کے مادی ذرات کو نئے سامانوں میں استعمال کرنا اگر بند ہو جائے تو اس کی ساری ملک نکمی ہو جائے۔ اللہ کی عبادت اور اعانت کے متعلقہ دعا بھی پنرجنم کا تقاضا کرتی ہے یا مکتی کا۔

اگر دعا کرتے کرتے روح کسی قدر عرفان تک رسائی حاصل کرتی ہے اور موت لاحق
ہوتی ہے تو کامل عرفان کی منزل تک پہونچنے کیلئے اسے کیوں پھر موقعہ نہ ملے۔
یقیناً خدا ایسی نیک خواہشوں کے آگے کبھی روک نہیں بن سکتا۔ اِھْدِنَا الصِّ
الْمُسْتَقِیْمَ میں جس راہ راست کی ہدایت کے لئے دعا ہے۔ وہ تو مردہ عابد کیلئے
آیندہ زندگی کا مطالبہ کرتی ہی ہے۔ آخری دو آیتیں کل دنیا کے انسانوں
کی حالت کا نقشہ کھینچکر پنرجنم کی صداقت پر مہر ثبت کرتی ہیں۔ وہ جن پر خدا
نعمتوں کی بارش کرتا ہے اور وہ جن پر اس کا غضب نازل ہوتا ہے۔ انصاف
مجسم اور رحیم کامل خدا سے پہلی زندگی کے اعمال کا نتیجہ ملنے کا ثبوت ہے اور
"ضالین" جن بھٹکنے والوں کا اشارہ کرتا ہے وہ آواگون کے چکر میں پڑے
ہوئے ارواح ہیں۔ بھٹکنے کا لفظ روح کے ساتھ استعمال ہونے پر سوائے اسکے
کچھ مطلب نہیں دیتا۔ اس کل سورۃ کا خلاصہ یہ ہے کہ راہ راست پر چلکر انسان
سکھ و نجات پا دیں اور اس سے منحرف ہو کر دکھ وغیرہ نہ پا دیں۔ یجروید ادھیائے
۱۹ منتر ۴۷ ० (द्वेसृती) میں کہا ہے کہ دو راستے ہیں ایک تو ہے عارفوں کا
جو راحت و نعمت حتیٰ کہ نجات تک پہنچاتا ہے اور دوسرا ہے معمولی انسانوں یا
جاہلوں کا راستہ۔ جو دکھ یا بندھن کا موجب ہے۔ ان ہی دو راستوں میں سارا
سنسار چل رہا ہے اور آواگون ہو رہا ہے۔ گایتری منتر میں جو یہ دعا ہے کہ ہماری
بدھیوں کو پرکاشت کر۔ अग्ने नय सुपथा اگنے نیہ سپتھا میں جو یہ دعا ہے
کہ اے خدا ہمیں راہ راست دکھاؤ۔ اپنشد میں جو یہ پرارتھنا ہے کہ असतो
सदगमय یعنی ہمیں جھوٹ سے بچا کر سچائی کی طرف چلاؤ۔ اندھکار سے بچا کر
روشنی کی طرف اور موت سے بچا کر زندگی کی طرف لے چلو۔ سب کا جو منشا ہے وہ
ہی سورہ فاتحہ میں وہی بیان ہوا ہے۔ اور آواگون کی صداقت کو نہایت معقول

طور پر واضح کرتا ہے۔

۴۔ پنر جنم کا نہایت واضح ثبوت

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ - بقر ۲۸

تم اس اللہ سے کس طرح منکر ہو سکتے ہو جس نے تمہیں مردہ حالت سے زندہ کیا۔ پھر وہی تمہیں مارے گا۔ اور وہی زندہ کریگا۔ حتّٰی کہ تم اس سے وصل حاصل کرو۔

اس آیت میں صریحاً بار بار کا جنم مرن تا وقتیکہ نجات نہ ملے ہو بہو ویدک سدہانت کے مطابق مذکور ہے۔ فاضل علماء اسلام جو پہلے موت کے لفظ کو عدم مطلق سے تعبیر کرتے ہیں اور دوبارہ زندہ کرنے کے ساتھ قیامت کے دن کا تعلق جوڑتے ہیں ذرا غور فرمادیں کہ نہ یہاں عدم مطلق کا لفظ ہے نہ کسی اور جگہ نیست مطلق سے ہستی ہونے کا اعتقاد حضرت صاحب کا ثابت ہوتا ہے نہ ایسا ہونا معقول یا ممکن مانا جاسکتا ہے نہ کہیں قیامت کا لفظ ہے پس خواہ مخواہ اپنے ذاتی اوہام یا وساوس کو گھسیڑ کر ترجمے کو اصل آیت کے منشاء کو فوت کرنے کا موجب بنانا کسی طرح موزوں نہیں ہو سکتا۔ ایک اور نکتہ یہاں قابل غور ہے۔ آیت زیر بحث خدا کی طرف لوٹائے جانے تک جنم مرن کا چکر جاری رہنا ظاہر کرتی ہے۔ لیکن قیامت کے دن تمام ارواح خدا سے واصل نہیں ہوں گی کچھ تو جائیں گی جنت میں اور کچھ جائیں گی دوزخ میں۔ پس خدا کی طرف لوٹ جانے کا مفہوم محض ویدک اعتقاد مکتی کی جگہ ہے۔ مکتی کی ہی حالت میں جنم مرن کا سلسلہ بند رہتا ہے۔

ڈپٹی نذیر احمد صاحب قرآن مجید مترجم (غرائب القرآن) میں قیامت کا لفظ اس آیت کے ترجمہ میں ایزاد کر گئے ہیں لیکن حاشیہ والی عبارت میں ان کے الفاظ ان کی اندرونی حالت کا اشارہ دیتے ہیں کہ

"وحی ہم کو یہ بتاتی ہے کہ بعد مرگ بھی ایک طرح کی ہستی ہوگی اور ہمارا دل بھی اس ہستی کے ہونے کو قبول کرتا ہے۔ اس ہستی کے تفصیلی حالات کا ہم کو علم نہیں ہے۔"

گویا ڈپٹی صاحب انسانی فطرت کا تقاضا یہ بتاتے ہیں کہ پنر جنم کو مانا جاوے۔

۵۔ جنم مرن کا سلسلہ یا رات دن کا چکر

مہرشی دیانند سرشٹی کے پرواہ سے انادی ہونے کی تشریح میں رات اور دن کے چکر کی مثال دیتے ہیں اور جنم مرن کے سلسلے میں بھی ٹھیک ایسا ہی بیان قرآن کی کئی آیات میں موجود ہے۔

تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔ آل عمران ۲۶

وہی رات کو دن میں داخل کرتا اور دن کو رات میں یعنی رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات لاتا ہے۔ اسی طرح وہ مردہ کے بعد زندہ اور زندہ کے بعد مردہ کرتا ہے۔ اور مشیت ایزدی کے مطابق کسی کو بےحساب رزق ملتا ہے۔ معمولی سا غور بھی ہر بے تعصب محقق کو یقین دلاتا ہے کہ سرشٹی کا پرواہ سے انادی ہونا اور پنر جنم کے اصول اس آیت کا اصل نشانہ ہیں۔

اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ بقر ۲۵۸

ابراہیم نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا رہتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ
الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ - انعام ۹۵

خدا ہی دانے اور گٹھلی کا پھاڑنے والا ہے۔ جو زندہ کو مردہ سے ظاہر کرتا اور وہی
زندہ کو مردہ کرتا ہے - وہی تو خدا ہے پھر اس سے انحراف کیا -

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ - اعراف ۲۹

جس طرح تم پہلے پیدا کئے گئے تھے دوبارہ بھی پیدا کئے جاؤ گے -

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ (اعراف ۱۵۸) توبہ ۱۱۶

آسمان اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے

هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ - یونس ۵۶

وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہی تمہاری منزل مقصود ہے -

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ - قُلِ اللّٰهُ
يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ یونس ۳۴ نیز ۳۱

پوچھو کہ تمہارے ٹھہرائے شریکوں میں کوئی ہے جو مخلوقات کو پہلے پیدا کرے پھر انہیں
مار کر دوبارہ پیدا کرے - کہہ دو کہ اللہ ہی مخلوقات کو پیدا کرتا ہے اور وہی انہیں
مار کر پھر پیدا کریگا - پس تم انحراف کیسے کر سکتے ہو؟

وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ حجر ۲۳

ہم ہی زندہ کرتے اور ہم ہی مارتے رہتے ہیں اور ہم ہی سب کے وارث ہیں -

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰٓى اِذَآ
اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ
مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ - كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ اعراف ۵۷

وہی ہے جو اپنی رحمت کی خوشخبری کے طور پر ہواؤں کو بھیجتا ہے - یہاں تک کہ وہ

بھاری بادل کو اٹھا لاتی ہیں تب ہم اسے مُردہ زمین کی طرف بھیج دیتے ہیں۔
اور اس سے پانی برسا کر ہر قسم کے پھل پیدا کرتے ہیں اسی طرح ہم مُردوں کو زندہ کرتے
ہیں تاکہ تم غور کر کے حقیقت کو جان سکو۔

وَقَالُوٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا (۴۹)
قُلْ كُونُوا حِجَارَةً اَوْ حَدِيدًا (۵۰) اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ
فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُّعِيدُنَا ۔ قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۔ ۵۱ بنی اسرائیل

یہ کہتے ہیں کہ جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ کیا اس کے بعد بھی از سر نو
پیدا کیا جا سکیگا۔ ۴۹۔ کہدو کہ خواہ تم پتھر ہو یا لوہا (۵۰) یا ایسی اور بڑی سخت
چیز جو تمہارے نزدیک پیدا نہ ہو سکتی ہو ضرور پیدا ہو گے۔ اسپر کہیں گے کون
ہم کو پھر پیدا کرے گا؟ کہدو وہی جس نے تمہیں پہلے پیدا کیا تھا۔

وَقَالُوٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ۹۸
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ
يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ۔ ۹۹ بنی اسرائیل

یہ کہتے ہیں کہ جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے کیا اس کے بعد بھی ہم کو از سر نو
پیدا کیا جا سکیگا۔ ۹۸۔ کیا ان لوگوں نے سمجھا نہیں کہ اللہ جس نے آسمان اور زمین کو
پیدا کیا ہے۔ اسپر بھی قادر ہے کہ ان جیسے دوبارہ پیدا کردے۔ ۹۹ (بنی اسرائیل)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ
مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ
لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۔ ثُمَّ
نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ۔ ثُمَّ لِتَبْلُغُوٓا اَشُدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ
مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا

وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ (۵) ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۶) الحج

اے لوگو! اگر تم کو پھر جنم کے متعلق شک ہو۔ تو دیکھو ہم نے اول تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفے سے۔ پھر خون کے لوتھڑے سے۔ پھر مکمل اور غیر مکمل مضغہ سے تاکہ تم پر اپنی قدرت ظاہر کریں۔ اور رحم میں ہم جسے چاہیں مقررہ وقت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں۔ پھر تمکو بچہ بنا کر نکالتے پھر پالتے ہیں۔ تاکہ تم جوانی کو پہونچو۔ کوئی ایسے بڑھاپے کو پہونچتا ہے کہ سب کچھ جاننے پیچھے کچھ سمجھتا نہیں۔ نیز زمین کو دیکھو کہ بے حس و حرکت تھی۔ ہم نے پانی برسایا تو وہ لہلہائی۔ اور پھولی پھلی۔ اور ہر طرح کے خوشنما پیداوار ہوئی۔ ۵۔ یہ تمام اس امر کی دلیل ہیں کہ اللہ برحق ہے اور یقیناً وہ مردوں کو زندہ کرتا اور ہر شے پر قادر ہے۔

أَمَّنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ نمل ۶۴

وہ کون ہے جو مخلوقات کو پیدا کرنے کی ابتدا کرتا اور پھر اسی طرح کی مخلوقات بار بار پیدا کرتا رہتا ہے اور کون تم کو آسمان و زمین سے روزی دیتا ہے۔

۱۹ أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ عنکبوت

کیا لوگوں نے دیکھا نہیں کہ خدا کس طرح اول بار مخلوق کو پیدا کر کے پھر اسی طرح کی مخلوقات بار بار پیدا کرتا رہتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ۔ روم ۲۷

وہی ہے جو مخلوقات کو اول بار پیدا کر کے پھر پیدا کرتا رہیگا۔ یہ اس کے لئے نہایت آسان ہے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۖ هَلْ

مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ ۔ روم ۴۰

اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ پھر تمکو روزی دی۔ وہی پھر تمکو ماریگا۔ پھر جلائیگا جن کو تم خدا کا شریک بناتے ہو کیا کوئی بھی ان میں سے کوئی کام کر سکتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۔ مومنون ۸۰

وہی ہے جو جلاتا اور مارتا ہے اور رات اور دن کا ردوبدل کرتا ہے کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ (ق۔ ۱۵)

کیا ہم اول بار پیدا کرنے میں تھک گئے تھے (کہ پھر پیدا نہ کر سکیں) نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کو پُنرجنم کے متعلق بھرانتی سی ہو گئی ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ (ق۔ ۴۳)

بے شک ہم ہی جلاتے اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوگوں کو آنا ہے۔

کیا وہ پہلے منی کا قطرہ نہیں تھا جو رحم میں ٹپکائی گئی پھر لوتھڑا ہوا۔ پھر خدا نے اسے بنایا۔ اس کے جوڑ بند درست کئے اور آخر میں اس کی دو قسمیں کیں مذکر اور مؤنث۔ کیا وہ خدا جس نے یہ سب کچھ کیا۔ پھر زندہ نہ کر سکیگا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ۔ بقر ۲۴۳

ایسے ہزاروں لوگوں کے حال پر غور کرو جو موت کے خوف سے گھروں سے بھاگ

نکلتے ہیں لیکن اللہ کے حکم سے مرتے ہیں اور اللہ انہیں نیا جنم دیتا ہے۔

۶۔ پُنر جنم کا مُدّعا۔ ثمرۂ اعمال

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ۔ اعراف ۱۶۶

جب وہ ممنوعہ کام میں حد سے بڑھ گئے تو ہم نے ان کو حکم دیا کہ ذلیل بندر بن جاؤ۔

إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۔ إِنَّهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ۔ یونس ۴

سب کی منزل مقصود وہی ہے۔ اسکا قول سچا ہے۔ وہی پہلے خلقت کا پیدا کرنیوالا ہے وہی ان کو پھر زندگی دیگا۔ تاکہ ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والے لوگ انصاف کے ساتھ بدلہ پاسکیں۔

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ أُولٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّأَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ ۔ مائدہ ۶۰

(ان لوگوں سے) تمکو کیا میں بتاؤں کہ خدا کے نزدیک کون بُرا بدلہ پانے کے حقدار ہیں سو یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی اور اپنا غضب نازل کیا اور بعضوں کو بندر اور سؤر بنا دیا۔ انہوں نے شیطان کی پرستش کی۔ اسلیے یہ درجے میں بدتر ٹھہرے اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے

۷۔ منکران تناسخ کی مذمت ازروئے قرآن

اور بھی بہت سی آیات میں پُنر جنم کا اقبال ہے اور اس سے بھی زیادہ قابل غور یہ امر ہے کہ قرآن منکران تناسخ کو بری طرح جھاڑتا اور ان کی مذمت کرتا ہے۔ حتّٰی

کہ ان کے لئے وہ تمام برے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو غیر مسلموں کیلئے ہیں۔ چنانچہ ایک آیت میں کہا ہے کہ

"کافر کہتے ہیں کہ یہ جو ہماری موجودہ زندگی ہے اسکے علاوہ اور زندگی نہیں اور یہ غلط ہے کہ ہم مرے پیچھے پھر زندہ کئے جائیں گے"

ان الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن سچے مسلمانوں سے پنرجنم کا انکار منسوب ہی نہیں کرتا۔ وہ اس کے منکروں کے لئے کافر کا لفظ استعمال کرتا ہے۔

وَإِن تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ أَإِذَا كُنَّا تُرَابًا أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ رعد ۵

اگر عجیب بات جاننا چاہو تو کافروں کے اس کہنے کو عجیب سمجھو کہ کیا ہم کو مٹی میں مل جانے یا گل سڑ جانے کے بعد نیا جنم ملیگا۔ یہی لوگ ہیں جو اپنے مالک کی قدرت کے منکر ہیں۔ اور ان ہی کی گردنوں میں آخر کو طوق پڑیں گے۔

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَن يَمُوتُ ۚ بَلَىٰ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ نحل ۳۸

اور یہ منکر خدا کی بڑی قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے خدا اسے زندہ نہیں کریگا لیکن نہیں خدا کا قول سچا ہے۔ خواہ اکثر لوگوں کو اس کا علم نہو۔

اس آیت سے پہلے منافق کافر گمراہ کاذب وغیرہ لوگوں کا ذکر ہے اور انہی سے پنرجنم کی خلاف قسمیں کھانے کا عمل منسوب کیا گیا ہے۔

وَلَئِن قُلْتَ إِنَّكُم مَّبْعُوثُونَ مِن بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ هود ۸۷

اور اگر تم کہو کہ مرنے پیچھے تم زندہ کئے جاؤ گے تو منکر لوگ ضرور یہی کہیں گے۔ یہ

تو بس صریح جادو ہے۔ پس کسی سچے مسلمان یا معتقد رسول و قران کو پُنر جنم سے انکار نہ کرنا چاہیئے کیونکہ مسلمان تو کیا کافر کے انکار تناسخ کو بھی قرآن عجیب غلطی قرار دیتا ہے۔

۸۔ پُنر جنم کے متعلق قرآنی دلائل

قرآن کیوں انکار تناسخ پر اسقدر تعجب اور مذمت کرتا ہے۔ اسکی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ جب اپنی موجودہ زندگی کو سب مانتے ہیں تو پھر جنم ہونے میں شک کیا؟ کیا قادر مطلق خدا کو پھر پیدا کرنے کے نااہل ماننا کسی خدا پرست کا کام ہو سکتا ہے۔ مشکل تو پہلی پیدائش کی ہو سکتی ہے۔ جب وہ ہوئی اور مانی گئی تو آگے تو بالکل آسانی ہی آسانی ہے۔ سورہ مومنون آیت ۸۲ و ۸۳ میں منکروں کی پوزیشن اس طرح بیان کی ہے۔

"کہتے ہیں کہ جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے۔ اور ہڈیاں اسوقت کیا ہم پھر زندہ کئے جائیں گے (۸۲) ہم سے اور ہمارے آباؤ اجداد سے یہ قول تو ہوتا آیا ہے مگر یہ صرف پہلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں (۸۳)

اس کے بعد آیت ۸۴ یا ۸۹ میں اسکا مدلل جواب دیا گیا ہے۔ اسطرح کہ پہلے منکروں سے یہ سوال کیا گیا ہے کہ کیا تم جانتے ہو کہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے کس کا ہے؟ (۸۵) منکروں کا جواب بتایا ہے۔ اللہ کا۔ اسپر تعجب کیا گیا ہے کہ یہ جانتے و مانتے ہوئے کیا تم اس بات کو نہیں سمجھ سکتے کہ وہ پھر زندہ کر سکتا ہے پھر سوال ہے سات آسمانوں کا مالک کون ہے اور عرش عالیشان کا کون؟ جواب فریق دوم یہ بتایا ہے کہ سب کچھ اللہ ہی کا ہے اسپر کہا ہے کہ یہ جانتے و مانتے ہوئے بھی اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے۔ یعنی کیوں بلا وجہ پُنر جنم سے منکر ہو

آیت ۸۸ و ۸۹ میں پوچھا ہے کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے و
پناہ دیتا ہے جسکے مقابلہ میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ جواب یہ ہے کہ یہ سب صفتیں
تو اللہ کی ہی ہیں۔ اب منکروں کو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ جانتے و مانتے ہوئے تمہاری
عقل اسوقت کہاں جاتی ہے جب پنر جنم کا سوال پیش ہوتا ہے۔

معزز علماء اسلام اگر ذرا بھی غور سے کام لینے کی تکلیف گوارا فرما دیں گے تو نہیں
بشرطیکہ پتہ لگیگا کہ یہاں زیر بحث صرف ایک دوسرا جنم نہیں بلکہ مسئلہ آواگون اپنے وسیع معنے
میں زیر بحث ہے۔ کیونکہ یہاں پچھلے آباؤ اجداد سے جس مسئلہ کو منسوب کیا گیا ہے اور
جسے پہلے لوگوں کے ڈھکوسلے کہا ہے وہ سوائے آواگون کے ہو نہیں سکتا۔

سورہ النحل آیت ۳۸ میں یہ واضح کیا گیا تھا کہ لوگوں کو خواہ کسی امر کا علم ہو نہ ہو
خدا کا قول اسکے متعلق صحیح ہے۔ اس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ چونکہ خدا کا فرمان
تناسخ کو برحق بتاتا ہے۔ اسلئے مخالفانہ انسانی علم یا اعتقاد کا اس پر کچھ اثر نہیں ہو
سکتا۔ اسکے علاوہ آیت ۳۹ میں ایک اور دلیل دی ہے۔

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا
أَنَّهُمْ كَانُوا كَاذِبِينَ۔

(پنر جنم اس لئے ضروری ہے کہ) جن جن امور میں انسان حق سے اختلاف رکھتے ہیں
ان کی اصل حقیقت کو وہ صاف دیکھ سکیں اور کافروں کو معلوم ہو جاوے کہ ہم واقعی
کاذب تھے۔

یہ ہو بہو وہ دلیل ہے جو ہم شروع میں دے آئے ہیں ایک انسان کسی سچے اصول
سے اختلاف رکھتا ہے وہ اسکی اصلیت کو سمجھنے کے واسطے یتن کر رہا ہے کہ اس کی
موت ہو جاتی ہے تب کیا اس کے مشن کی تکمیل کا موقعہ اسے نہ دینا خدا کا کام ہو سکتا
ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہی حال تمام نیک خواہشات کا ہے۔ اسکے علاوہ پہلی دلالا اگر

میں نہ پڑے تو ایسے اپنے کفر و کذب کیلئے چھپانے اور اپنا اظہار کرنے کا موقعہ نہ ملنا اور بھی ظلم ہے۔ اسکے آگے آیت نمبر ۴۰ میں اور دلیل دی ہے۔

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰہُ اَنْ نَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔

جب ہم کسی کام کا ہونا چاہتے ہیں تو ہمارا اتنا کہنا ہی کافی ہوتا ہے کہ ہو اور وہ ہوجاتا ہے۔ کُن فَیَکُون پر عام طور پر اعتراض ہوتے ہیں۔ لیکن ہم اپنی تصنیف ویدک سدھانتوں کی دیانت اور اسلام میں جلد ۱ وید وغیرہ میں واضح کر چکے ہیں کہ اس کا مطلب محض خدا کیلئے پیدائش وغیرہ کے کام کا آسان ہونا ہے۔ اپنشد میں جو یہ کہا ہے کہ स्वाभाविकी ज्ञान बल क्रिया च یعنی پرمیشور میں سوبھاوک یعنی فطرتاً ہی علم طاقت اور عمل ہے جس سے کسی قسم کے تردد کے بغیر کل نظام عالم کو برقرار رکھنے کا قدرتی خاصہ حاصل ہے۔ اسی امر کو قرآن بار بار خدا کیلئے آسانی اور اچھا کے ہوتے ہی کام ہوجانے وغیرہ سے ظاہر کرتا ہے اور یہی ہر جسم کے امر واقعہ ہونے اور جاری رہنے کی زبردست دلیل ہے۔

اس سے اگلی آیت میں اور بھی بڑھیا دلیل ہے۔

وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا فِی اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّھُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَۃِ اَکْبَرُ۔ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۔ ۴۱

جن لوگوں نے مظلوم ہو کر اللہ کی راہ میں ہجرت کی ان کو ضرور ضرور دنیا میں اچھا ٹھکانا ملنا چاہیے۔ گو آخرت کا اجر بڑا ہے۔ جس کا انہیں علم نہیں۔

ہماری رائے میں یہ دلیل پہلی دلیلوں میں شامل ہے۔ لیکن حضرت صاحب نے اسے صاف طور پر بیان لکھنے میں کمال کی دور اندیشی سے کام لیا ہے۔ کیونکہ یہ عقلمندوں کو بہت زور سے اپیل کرتی ہے۔ جو لوگ راستی کی خاطر دنیوی رشتہ داری وغیرہ کی پرواہ نہ کریں اور سچائی کی خاطر انہیں ہر قسم کی مخالفت اور تکلیف ہو۔ جس سے چھوڑتے انہیں اپنے گھر اور وطن

تک کو خیرباد کہکر خانہ بدوش رہنا یا ہجرت کرنی پڑے۔ وہ آخرت کے بڑے اجر کو
سمجھیں نہ سمجھیں انہیں یہ خیال ضرور ہوتا ہے کہ کاش ہم کہیں آرام کی جگہ میں رہ سکیں
انہیں اکثر دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ اوہ! کتنا اندھیر ہے۔ منکر اور کافر تو اپنے
محلوں میں بیٹھے موج اڑا دیں اور ہم خدا کی فرمانبرداری کرنے والے دست نوردی
کریں۔ ایسے مظلوموں کی خواہش جس مرکز پر جمع ہے اس کے گرد دائرہ کھینچنا لازمی
ہے۔ موت اگر رک ثابت ہوتی ہے تو خدا کی طرف سے نہایت محفوظ مقام پر اور
اعلیٰ حالت میں ان کے تمام نقصانوں کو تلافی کرنے والی آئندہ زندگی ملنی چاہیئے

۹۔ نیز جنم کی منکر اولاد سے خدا کی پناہ

سورۂ احقاف میں مومن باپ اپنے اور اپنے ماں باپ کے متعلق دعا مانگنے اور خدا
کی شکر گذاری کے بعد اپنی اولاد کے لئے دعا کرتا ہے

وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ احقاف ١٥

اے میرے پروردگار! میری اولاد میں نیک بختی پیدا کر وہ میرے لئے سبب راحت
ہو۔ میں آپ کی ہی طرف رجوع کرتا اور آپ کے ہی فرمانبردار بندوں میں ہوں۔
اس آیت میں نیک بختی یا اَصْلِحْ کا خاص مطلب تناسخ کو ماننا ہے۔ کیونکہ
بغیر اس اعتقاد کے خدا۔ اس کے انصاف۔ اس کے رحم اپنے نیک اعمال
سب کے متعلق انسان کا اعتقاد وعمل کچا ہے۔ چنانچہ اگلی آیت میں ایسی دعا
مانگنے والے کی حوصلہ افزائی کے کلمات کہنے کے بعد ١٧ آیت میں اس اصل حقیقت
کو صاف طور پر بیان کر دیا ہے۔ اور تناسخ کی منکر اولاد کے متعلق والدین کے جذبات
کا خاکہ اسطرح کھینچا گیا ہے۔

وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْہِ اُفٍّ لَّکُمَآ اَتَعِدَانِنِیْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ

الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔

اور جس نے اپنے والدین کو کہا کہ تم پر تف ہے۔ کیا تم مجھے یہ تنبیہ دیتے ہو کہ میں پھر زندہ کیا جاؤں نکالا حالانکہ کسی گذشتہ اُمت کو ہرگز زندہ ہوتے دیکھا نہیں گیا۔ اس پر والدین دہائی دیتے ہیں کہ ہت تیرا جائے ناش! ایمان لا۔ بیشک خدا کا قول سچا ہے وہ پھر بھی کہتا ہے یہ تو محض پہلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ اس پر اگلی آیت میں انہیں عذاب کے مستحق لوگوں میں شامل بتایا گیا ہے۔

۱۰۔ مختلف قالبوں کا اصول

بعض دہری لوگ آواگون کے اصول کے متعلق یہ اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ روح کو اپنے اعمال بد کی وجہ سے مختلف قالبوں میں جانا پڑتا ہے۔ ان قالبوں کے لئے کہیں یونی کا لفظ آیا ہے کہیں لوک کا۔ کہیں استھان کا کہیں اوستھا کا۔

असर्य्या नाम ते लोका अन्धेन तमसा ऽऽवृता:।
तांस्ते प्रेत्यापि गच्छन्ति ये के चात्म हनो जना: ॥ यजु० ।४०।३

جو لوگ آتم ہتیا کرتے یعنی علم اور نیک اعمال کی بجائے جہالت اور گناہوں کے دلدادہ ہیں وہ مرنے کے بعد گہری تاریکی کے مجسمہ قالبوں میں داخل ہوتے ہیں جنہیں اسُریہ یا پشو وغیرہ کہتے ہیں۔

अन्धन्तम: प्रविशन्ति ये ऽसंभूति मुपासते।
ततो भूय इवते तमो य उ संभूत्य ।१० रता: ॥९ - ۴۰ یجروید۔

جو لوگ غیر معلول مادے کے اُپاسک ہیں وہ گہرے اندھیرے یا جہالت مجسم قالبوں کو پاتے ہیں اور جو معلول مادی اشیاء کی عبادت کرتے یا انہیں مستغرق

ہیں وہ اور بھی زیادہ تاریک پانچ قالبوں میں داخل ہوتے ہیں۔

اسی مدعا کو سورۂ نور میں واضح کیا گیا ہے۔ نمازی اور زکوۃ دینے والوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ

"یَخَافُونَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ" نور - ۳۷

"اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں منقلب ہونگی" اس کے بعد جن لوگوں کی تقدیر کا دیدہ ختم میں ذکر کیا ہے اُن کا نقشہ آیت ۳۹ - ۴۰ میں کھینچا ہے۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ کَسَرَابٍ بِقِیْعَةٍ یَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءًط حَتّٰٓی اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْئًا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰهُ حِسَابَهٗط وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ - ۳۹

اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌط ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍط اِذَآ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَکَدْ یَرٰهَاط وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ - ۴۰

جو کافر ہیں اُن کے اعمال مثل سرابِ ریگستان کے ہیں جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے مگر جب پاس پہنچتا ہے تو کچھ نہیں پاتا۔ ہاں خدا کو پاتا ہے جو اسکا حساب اسے پورا پورا دیتا ہے کیونکہ خدا کے ہاں نقد حساب ہے۔ ۳۹۔ یا یوں سمجھو کہ گہرے سمندر میں اندھیرے میں ان کے اوپر لہر۔ اس پر اور لہر۔ اس پر بادل کی تاریکی جو اوپر کے اور بادلوں سے ڈھک رہی ہے۔ گویا ہاتھ پسارا دیکھا نہ جائے۔ بیشک جسے اللہ روشنی نہ دے اسے کہیں سے روشنی نہیں مل سکتی۔

ویدک دھرم میں مانا جاتا ہے کہ جیسے دنیا میں اہل علم کے درجے ہیں ایک سے ایک بڑھ کر عالم ہے اور جیسے حالت نجات میں بھی گیان کے ایک دوسرے سے بڑھکر مدارج

ہیں جس روح کو جتنا زیادہ گیان ہے۔ اُتنا ہی زیادہ اُسے آنند حاصل ہوتا ہے
ایسے ہی جہالت کے درجوں کا بھی ٹھکانا نہیں انسان بھی بڑھ بڑھ کر جاہل ہیں۔
اور ان سے بھی زیادہ جہالت والے مختلف قالب حیوانی ہیں حتّٰے کہ انتہائی جہالت
کے مجسمہ درختوں کے قالب ہیں اسی کے مقابلہ پر کافروں کے لئے جو سراب عالم پر
عمر برباد کر جاتے ہیں۔ درجہ بدرجہ تاریکیوں والی قالبوں کو تہ در تہ اندھیروں کی
مثال سے بیان کیا ہے۔ ویدک دھرمیوں کے بھوساگر کے لفظ کی جگہ یہاں سمندر
کو لیکر تاریکی در تاریکی کا خیال ظاہر کیا ہے۔ اسی مضمون کی آیت نمبر ۴۴ میں
"یُقَلِّبُ اللّٰهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ" دن رات کے چکر سے جنم مرن کو صدہا اور
جگنوں کی طرح تشبیہ دی ہے اور آیت نمبر ۴۵ میں مختلف قالبوں کا خیال
دلایا ہے۔ کوئی پیٹ پر چلنے والا۔ کوئی دو پاؤں والا کوئی چار پاؤں والا۔
یہاں یہ امر بھی قابل نوٹ ہے کہ قرآن میں جو الفاظ قلب کے مشتقات ہیں
سب کے اندر قالبوں کی ہیرا پھیری کا مفہوم ہے۔ النور کی آخری آیت میں یہ
الفاظ ہیں "وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ" گنہگار لوگ
جان لیں گے کہ کس کس قالب میں وہ پھر پھر کر جاتے ہیں۔ اسی طرح اور بہت
سی آیتوں سے مضمون زیر بحث کی شہادت ملتی ہے۔

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ - طٰہٰ ۱۲۴

اور جو کوئی میری عبادت سے منہ پھیرے گا۔ اس کے لئے تنگی کی زندگی ہوگی۔
اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔
عبادت یا تعمیل ارشادات الٰہی سے منہ پھیرنے والوں کو تنگی کی زندگی ملنا اور نیز
ان کا اندھا پیدا ہونا صریح طور پر آواگون کے مختلف قالبوں کا ہی اصول ہے۔

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ
تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ - ۸۲
وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ
يُوزَعُونَ - ۸۳ - (سورہ النمل)

اور جب قول (موت کا آنا) ان پر واقع ہو جائیگا۔ ہم ان کے لئے زمین
جانور نکالیں گے۔ جو ان میں (زبان حال سے) یہ دکھائیگا کہ ہماری ہدایا
پر لوگ یقین نہ کرتے تھے۔ ۸۲۔ اور جس دن ہر قسم کی یونی میں ہماری ہدایتو
کی تکذیب کرنے والے گروہ در گروہ پیدا ہوں گے۔ وہ گناہ سے رک جائینگے۔ ۸۳۔
اگرچہ دیگر تفاسیر میں ترجمہ ہم سے مختلف ہے۔ تاہم موقعہ محل پاماقبل اور ما
اور نیز معقولیت کے لحاظ سے سوائے اس کے کوئی مفہوم اس کا لیا ہی نہ
جا سکتا کہ نافرمان لوگ دوسرے ادنیٰ قالبوں میں جائیں گے۔ ادنیٰ قالبوں
در حالیکہ جن قواء کو برا استعمال کرنے کا عادی روح ہو چکا ہے۔ وہ خاص
قواء نہ ملنے سے وہ گناہ نہ کر سکے اور سدھر جاوے۔ اسی کو قرآن رک جانا کہتا۔
ادنیٰ قالبیں واقعی اس امر کو واضح کرتی ہیں کہ ہدایات الٰہی سے انحراف ہوا
اگلی آیات میں یہی ذکر ہے کہ وہ بات نہ کرینگے۔ چونکہ نطق کا تعلق بھی اد
قالبوں میں نہیں رہتا۔ اسلئے دیگر صداقت سے پوری مطابقت ہے۔

الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَكَانًا
وَأَضَلُّ سَبِيلًا ۔ فرقان - ۳۴

جن لوگوں کی تقدیر میں منہ کے بل دوزخ کی طرف جانا ہے وہ گمراہ ہو کے
نکمی ادنیٰ قالبوں میں جائیں گے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ

مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ - اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ - احقاف ۱۹

یہی وہ لوگ ہیں جو منکر جنوں اور انسانوں کے سابقہ گروہوں کے ساتھ ہی وعدہ عذاب کے مستحق ٹھہرائے گئے ہیں۔ یقیناً یہ زیاں کار ہی تھے۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۲۰

اور اپنے اپنے عمل کے مطابق سب کے اچھے یا برے درجے ہوں گے تاکہ خدا ان لوگوں کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے اور کسی طرح کی بے انصافی نہ ہو۔ چونکہ اعمال میں بہت فرق ہے اس لئے ان کا پھل دینے کے لئے بھی قسم قسم کے قالبوں کا ہونا ضروری ہے۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا - بنی اسرائیل ۸

اور یوں دعا مانگا کرو کہ اے میرے پروردگار مجھے اچھے قالب میں داخل فرمائیگا اور اچھے ہی قالب سے نکالیگا اور اپنے ہاں سے مجھے موت و دشمنوں پر کامیابی و فتح دیجیئے گا۔

اکثر فاضل مترجمین قرآن اس آیت کا تعلق مکہ کے چھوڑنے اور مدینہ میں داخل ہونے اور یہ طور ایک مظفر و منصور کے مکہ میں آنے سے جوڑتے ہیں لیکن (۱) رسول صاحب ہر کہیں عالمگیر تعلیم پیش کرنا چاہتے ہیں شخصی یا زمانی حالات یا تاریخ پیش کرنا نہیں چاہتے۔ (۲) رسول صاحب حدیثوں سے واسطہ رکھنا نہ چاہتے تھے اور وہ اس طریق سے منع بھی کرتے تھے۔ چونکہ قرآن کو حدیثوں کے تابع کرنا یا ان کا محتاج بنانا قرآن اور رسول کی توہین ہے۔ اسلئے ترجمہ پر ہجرت کی حدیث کو حاوی کرنا مناسب نہیں۔ (۳) یہ دعا ہر شخص کی طرف سے ہمیشہ کے لئے ہو سکتی ہے اور ہر شخص کو نہ مکہ چھوڑنا نہ مدینہ جانا۔ پس دعا کے مدعا کو درست کرنا چاہئیے۔

(۴) ہجرت سے تعلق زیادہ تعداد کا ہے۔ دعا کا تعلق انفرادی ہے۔ (۵) مدخل اور مخرج کے دو لفظ یہاں قالب کے بغیر اور معنی رکھ ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ روح قالب میں ہی داخل ہوتا اور قالب سے ہی نکلتا ہے۔ اگر مکہ اور مدینہ سے مراد لیجائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جیسے ناموافق حالات پیدا ہو لئے سے مکہ سے ہجرت کرنی پڑی۔ ویسے ہی حالات مدینہ میں پیدا ہوئے اور وہاں سے نکلے جانے کی دعا مانگی جا رہی ہے اور یہ سراسر محال عقلی ہے۔ (۶) ایک سچے خدا پرست کی سب سے بڑی دعا یہی ہو سکتی ہے کہ جب روح اس جسم کے مخرج سے نکلے۔ آرام نکلے۔ نہ اسے جسمانی تکلیف محسوس ہو نہ موت کا اسکو رنج ہو یعنی وہ نفس پر حکمراں کی طرح کاربار رکھ سکے اور موت پر فتح پا سکے۔ (۷) یہی معنی آیات ماقبل کے مطابق ہے۔ چنانچہ آیت نمبر ۷۸ و ۷۹ میں عبادت وغیرہ کی ہدایت ہے۔

أَقِمِ الصَّلَوٰةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ
إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا (۷۸)
وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِۦ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰٓ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا
مَّحْمُودًا (۷۹)

آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز پڑھا کرو اور صبح کی قرآن یعنی سرادھیائے کا فرض بھی ادا کرو کیونکہ صبح کے سرادھیائے کا وقت ظہور کا وقت ہے اور کچھ رات رہے میں تہجد پڑھا کرو۔ یہ تمہاری نفل ہے عجب نہیں کہ اس طرح تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر پہونچا دے۔ ۷۹

چونکہ یہاں صاف الفاظ میں نماز یا عبادت اور مطالعہ و غور و فکر کی ہدایت اور آخیر میں مقام محمود یعنی اعلیٰ درجہ یا نجات پر پہونچنے کی خوشخبری ہے اسی لئے اس سے اگلی آیت میں مدخل و مخرج کا لفظ قالب یا درجہ وغیرہ کے معنی مطلب

رکھ سکتا۔ (۸) مالجد کی یعنی ۸۱ و ۸۲ نمبر کی آیات بھی ہمارے دعوے کی ہی تائید کرتی ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:۔

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۔ ۸۱

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ ۸۲

کہدو کہ حق آیا اور باطل گیا اور باطل تو ہے ہی نشٹ ہونے کے لئے (۸۱) اور ہم قرآن میں ایسی ایسی باتیں نازل کرتے ہیں جو اہل ایمان کے لئے روحانی شفا اور موجب رحمت ہیں۔ ۸۲ یہی سارا بیان اصلی اور اعلیٰ درجہ یا نجات کے لئے عبادت الٰہی کی ہدایت دیتا ہے اور جھوٹ یا گناہ یا دکھ سے بچنے کو۔

اس کے علاوہ دفعہ ۷ میں اعراف ۷ - ۱۶ کے حوالے سے نافرمانوں کو شیطان کا ساتھ لینے کا بیان پہلے آ چکا ہے۔ اور مائدہ ۶۰ کے حوالے سے بندر اور سور کے قالبوں کا بیان بھی اسی دفعہ میں آ چکا ہے۔ سورہ واقعہ میں پنر جنم اور مختلف شکلوں میں جنم ہونے کا بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہوگا۔

۱۱۔ پنر جنم پر پُر زور ویاکھیان

یوں تو قرآن شروع سے اخیر تک پنر جنم کے اصول کی صداقت کو واضح کرتا ہے مگر سورہ واقعہ میں اور بھی نفیس طریق پر پُر زور ویاکھیان موجود ہے۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۔ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۔ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۔ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۔ عَلٰى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ واقعہ ۵۷ تا ۶۱

اب بھی ہم نے ہی تم کو پیدا کیا ہے۔ تب تم پھر پیدا کئے جانے کو سچ کیوں نہیں سمجھتے

سوچو تو سہی کہ منی جو تم ڈالتے ہو کیا اس کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم ہی اس کے خالق ہیں۔
یقیناً ہم ہی نے تم لوگوں میں موت مقرر کی ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں کہ تمہاری
شکلیں بدل دیں اور ایسی شکلوں میں تمہیں پھر پیدا کریں جو تم نہیں جانتے۔

یہاں صاف پتہ چلتا ہے کہ قیامت کے دن قبروں سے مُردوں کا جی اٹھنا دوسری
زندگی کا صحیح مفہوم نہیں۔ بلکہ آواگون کا اصول ہی مدنظر ہے کیونکہ موجودہ شکل سے
غیر شکلوں میں پیدا ہونا محض آواگون سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ نہ صرف یہ جو لوگ
کہتے ہیں۔ ماں اور باپ کے میل سے اولاد ہوسکتی ہے اس سے خدا کا کیا تعلق ہے۔ ان
کے بھی کان کھولے گئے ہیں کہ وہ پریہ ودج جو پیدائش کا موجب ہے۔ وہ کوئی باپ
پلاں بنا تو دکھائے۔ پس وہ سچا خالق اس امر پر بخوبی قادر ہے کہ مختلف قالبوں میں
روح کو داخل کرے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ۶۲۔ اَفَرَءَيْتُمْ
مَّا تَحْرُثُوْنَ ۶۳۔ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۶۴۔ لَوْ
نَشَاءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۶۵۔ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۶۶
بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۶۷۔

اور جب تم کو پہلی پیدائش کا اقبال ہے تب پنرجنم کو کیوں نہیں مانتے ۶۲۔ بھلا دیکھو
تو سہی تو تم لوگ جو کھیتی کرتے ہو ۶۳۔ اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں ۶۴۔
ہم چاہیں تو اسے چورا چورا کردیں اور تم باتیں بناتے رہ جاؤ ۶۵ کہ ہم پر تو چٹی پڑ گئی ۶۶
بلکہ ہمارے نصیب پھوٹ گئے ۶۷۔

یہاں اور بھی صاف طور پر بتایا ہے کہ پیدائش کا کام صرف خدا کا ہے انسان کا
اس میں ورک نہیں۔ اسلئے پنرجنم کے متعلق شک کرنے کا اسے حق نہیں۔

اَفَرَءَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِىْ تَشْرَبُوْنَ ۶۸۔ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ

مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ ۔ ۶۹ ۔ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا
فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ۔ ۷۰ ۔ أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ۷۱ ۔ أَأَنتُمْ
أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِئُونَ ۷۲ ۔ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً
وَمَتَاعًا لِّلْمُقْوِينَ ۷۳ ۔ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۷۴

ایسے ہی جو پانی تم پیتے ہو ۶۸ کیا بادل سے اسکو تم برساتے ہو یا ہم برساتے ہیں ۶۹
ہم چاہیں تو اس کو ایسا کھاری کر دیں کہ زبان پر بھی نہ رکھ سکو پس تم کیوں شکر نہیں کرتے
ایسے ہی ذرا سوچو کہ آگ جو تم سلگاتے ہو ۷۱ ۔ اسکے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم
پیدا کرتے ہیں ۷۲ ۔ ہم نے اسے یادگاری اور تمام توشوں والی پونجی کے طور پر پیدا کیا ہے
۷۳ ۔ پس اپنے بڑے جلال والے رب کے نام کی تسبیح و تقدیس کیا کرو ۔

آگ ۔ پانی ۔ آکسیجن کا پیدا کنندہ اور محافظ خدا کو بتا کر پوچھا گیا ہے کہ جب
تمام پیدائش کا چکر ہے ۔ بیج سے اَن ۔ اور اَن سے بیج ہوتا ہے ۔ بادل سے جل
اور جل سے بادل بنتا رہتا ہے ۔ تو انسانی جسم کے چکر سے انکار کیسا ؟

فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ ۷۵ ۔ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ۷۶
إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۷۷ ۔ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۷۸ ۔ لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۷۹
تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۸۰ ۔ أَفَبِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَنتُم مُّدْهِنُونَ ۸۱
وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ ۸۲ ۔ فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ ۸۳
وَأَنتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ ۔ ۸۴

پھر ہم ستاروں کے مقام کا خیال دلاتے ہیں اور سمجھو تو یہ بڑی نشانی ہے ۔ یہ قرآن کریم
ہے جو اس کتاب میں لکھا ہے جس کو سوائے پاک لوگوں کے کوئی چھو نہیں سکتا ۔
وہ پروردگار عالم کی طرف سے نازل ہوا ہے کیا تم اسکی اس (اپنی جنم کی)
حدیث سے انکار کرتے ہو ۔ کیا تم نے اسے جھٹلانے میں ہی اپنی کمائی سمجھ رکھی ہے

پس ہو گا گیا۔ اسی حال میں پران گلے میں آ جائیں گے اور تم مصداق ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم۔ کچھ نہ کر سکو گے۔

آہ! کس خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبات سے متحرک ہو کر اور کس سچے اور معقول جوش کے ساتھ پنر جنم کے اصول کو دلوں پر نقش کرنے کی ٹھانی جا رہی ہے۔ ان آگ پانی وغیرہ سے ہٹا کر اب نظام شمسی یا دیولوک کی طرف انسان کی توجہ دلا کر کہا گیا ہے کہ یہ ستارہ عجیب و غریب ہے اس کا پیدا کرنے والا خدا ہے اور یہ لوگوں کی ضخیم لکھی کتاب ہر منکر کو جو نیک نیت ہے ایشور کے پیدا کرنے والا اور قادر ہونے کا یقین دلاتی ہے۔ اس دیولوک کا پورا حال آغاز عالم سے نازل شدہ محفوظ الہی کتاب وید میں ہے یعنی اس کتاب میں جس کے معنی صحیح روحانی یا الہی حاصل کئے ہوئے رشی منی یوگی پنڈت سمجھ سکتے ہیں۔ یہ لکھ کر پنڈت جی نے پنر جنم کے پیغام کو اس کتاب کا پیغام بتایا اور صحیح طور پر بار بار آپ نے پیش کیا ہے کہ اس پاک کتاب کے بیان پر ایمان نہ لا کر مرنا ذلیل موت مرنا ہے۔ فی الحقیقت قرآن شریف کی ان آیات کا مفہوم یہ ہے کہ بغیر پنر جنم کو مانے انسان اس زندگی میں صحیح معنوں میں نیک اعمال کی طرف راغب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ چارواک کا یہ اعتقاد اس امر کا گواہ ہے۔

यावज्जीवेत्सुखं जीवेत् ऋणं कृत्वा घृतं पिबेत् ।

भस्मीभूतस्य देहस्य पुनरागमनं कुतः ॥

جب تک زندہ رہے تب تک سکھ سے زندگی بسر کرے۔ قرض لے کر بھی گھی پیئے۔ یہ جسم راکھ ہو جاتا ہے۔ پھر کس نے آنا ہے اور کون دیکھتا ہے۔ اگر پرلوک یا پنر جنم کا اعتقاد بالکل نہ رہے تو دنیا میں بد اعمالی ہی بد اعمالی پھیل جاوے۔

۱۲۔ حضرت ابراہیم کا بعثِ جسم کے متعلق اطمینان

دلائل وغیرہ کے علاوہ قرآن بڑے بڑے اعلیٰ درشٹانتوں سے بعثِ جسم کے متعلقہ شکوک کو دور کرتا ہے۔ چنانچہ سورہ بقر میں ہی حضرت ابراہیم کے متعلق ایک عجیب قصہ بیان ہوا۔ مترجم و مفسر صاحبان اسکی صحیح عظمت کا احساس نہیں کر سکے۔ اس لئے غیر معقول تاویلات سے حضرت صاحب کا اصل مطلب ہی فوت ہو گیا ہے۔ تاہم کوئی بھی نیک نیت عالم اصل الفاظ قرآن پر جب بھی غور کرے فضل الٰہی سے اسپر اصل راز جیون کا یوں منکشف ہو سکتا ہے چنانچہ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۲۶۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی۔ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ
قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَۃً مِّنَ الطَّیْرِ
فَصُرْھُنَّ اِلَیْکَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْھُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُھُنَّ
یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ حَکِیْمٌ۔

حضرت ابراہیم نے خدا سے درخواست کی کہ اے میرے پروردگار مجھکو دکھا کہ تو مُردوں کو کیونکر زندہ کریگا۔ خدا نے فرمایا کیا تجھکو یقین نہیں۔ بولا ہے تو سہی یہ چاہتا ہوں کہ دل کو پورا پورا اطمینان ہو جائے۔ فرمایا کہ چار پرند لیکر اپنی طرف ملاؤ پھر ان میں سے ایک ایک کو الگ الگ پہاڑ پر بٹھا دو۔ اور ان کو بلاؤ تمہاری طرف دوڑتے چلے آئیں گے۔

کئی ترجموں میں لکھا ہے کہ ان پرندوں کی بوٹی بوٹی کرکے اس میں سے ایک ایک ٹکڑا پہاڑ پر رکھا۔ تفسیر کبیر مولانا فخرالدین صاحب رازی کی تفسیر کا ترجمہ ہے۔ اسمیں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ تم چار پرندے لاؤ اور ان کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دو اور ان میں کا کچھ کچھ حصہ ایک ایک پہاڑ پر رکھ آؤ۔ پھر اپنے قیام پر پہنچکر ان کو بلاؤ

سو ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ اور جب ان کو بلایا تو ہر پہاڑ سے اس کا حصہ ان کی طرف دوڑا۔ اور راستے ہی میں ہوا میں ملے جلے ٹکڑے علیحدہ علیحدہ ہو کر اپنے حصوں میں آن ملے جو ابراہیم علیہ السلام کے پاس تھے اور سب کے سب یعنی چاروں زندہ ہو گئے۔ واللہ اعلم۔ کہتے ہیں کہ یہ چار پرند مور اور گدھ اور کوا اور مرغا تھے" صفحہ ۱۴۹

بعض مترجم "ٹکڑا ٹکڑا" کی بجائے قیمہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں لیکن ایسا کوئی بیان نہ معقول ہے نہ ممکن الوقوع نہ قابل تسلیم۔ اور حسب قول راقم حمائل تفسیر نہ الفاظ قرآنی سے ثابت ہے نہ کسی حدیث اور نہ کسی اور معتبر سند سے۔ آپ کہتے ہیں اگر قیمہ سے زندہ جانور کر کے دکھانا تھا تو چار پرندوں اور ان کے لانے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ کام تو خالص کرشمہ نمائی کا تھا (جیسا کہ اکثر مداری دکھاتے ہیں)

دیگر تفاسیر جو مخالفانہ رائے ظاہر کر کے راقم صاحب اصل مطلب آیت زیر بحث کا ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

"کہ خدا ابراہیم کو فرماتا ہے کہ پرندوں کے تیرے پاس آنے کا مطلب یہ ہے کہ جن پرندوں کو تو نے تھوڑی سی مدت پرورش کیا ان میں ایسی کشش تیرے ساتھ ہو گئی کہ تو نے دور دور پہاڑوں پر ان کو چھوڑ دیا اور وہ بلانے سے دوڑے چلے آئے اسی طرح تمام ذرات اور ارواح عالم جو ہمیشہ سے خداوند عالم کی ربوبیت میں پرورش پا رہے ہیں۔ ان کے بلانے پر فوراً حاضر ہو جائیں گے"

ہم اس تاویل میں خاص صداقت اور زور سمجھتے ہیں اور یہ معقول بھی ہے۔ دیگر مترجم صاحبان جزو لفظ کی وجہ سے دھوکا کھا رہے ہیں اور قیمہ یا ٹکڑے ٹکڑے کے الفاظ جزو لفظ کے لئے ہی رکھے گئے معلوم ہوتے ہیں مگر درحقیقت چار پرندے چار جگہ رکھے جانے سے ہر ایک کل چار کا جزو مانا جاتا ہے اور چونکہ کاٹنے وغیرہ کا کوئی لفظ اصل آیت میں ہے نہیں ساتھ ہی پہاڑ پر رکھ کر بلانے کا حکم ہے وہ سوائے زندہ پرندوں کے کسی طرح موزوں نہیں

ہو سکتا۔ اسکے علاوہ اصل مدعا یعنی پنر جنم پر اس آیت کو معقولیت سے چسپاں کرنے کیلئے
بھی ایک طرف انسان اور پرندوں اور دوسری طرف خدا اور روح و مادہ کی باہمی کشش
و تعلق کا لازمی تعلق ہے پس یہ تاویل معقول اور پُر مطلب ہے مگر باوجود اسکے ہماری رائے میں
مصنف قرآن کے اصل مدعا کو یہ تاویل پورا پورا ادا نہیں کرتی۔ پنر جنم کے متعلق ویدک
سدھانت یہ ہے کہ آتما اور مادی ذرات سے بنے ہوئے جسم کا میل ہونا جنم یا پیدائش ہے
اور روح کا جسم سے علیحدہ ہونا موت ہے۔ اسے سنسکرت ساہتیہ میں یوں کہا ہے کہ سنیوگ
جنم ہے اور ویوگ مرتیو۔ جن مادی ذرات سے جسم بنتا ہے۔ چار قسم کے ہیں۔ آگ، ہوا
پانی اور مٹی۔ انہی کو اربعہ عناصر کہا جاتا ہے اور ان ہی کو مدنظر رکھکر چار پرندے کا لفظ
تجویز کیا گیا ہے۔ ایک وقت میں ابراہیم کو پرندوں کو اپنی طرف ملانے یعنی انہیں پالنے کا
حکم ہے جس کا مفہوم ہے کہ پرندوں اور ابراہیم میں کشش کا قائم کرنا مقدم ہے۔ دوسرے
وقت میں حسب الحکم وہ ابراہیم سے الگ کر کے جدا جدا مقاموں پر رکھے جاتے ہیں۔
یہ دو حالتیں سنیوگ اور ویوگ یعنی زندگی اور موت کی ہیں۔ ابراہیم نامی روح چار پرند
نامی عناصر کے جسم سے اور وہ عناصر باہم پہلے ملتے اور پھر جدا ہوتے ہیں۔ اب وہ اصل
بات آتی ہے جس کے لئے یہ سارا قصہ بیان ہوا ہے۔ اور وہ یہ کہ تیسری حالت میں ابراہیم
انہیں بلاتا ہے اور وہ پرند اس سے مانوس ہونے کی وجہ سے اسکی طرف دوڑتے آتے ہیں
یہ حالت پنر جنم کی ہے کہ جو عناصر جدا ہوئے تھے۔ وہ پھر باہمی کشش اور روح کے ساتھ
انادی کال سے تعلق چلا آنے کی وجہ سے اسکی طرف آملتے ہیں۔ گویا حضرت صاحب نے
نہایت صاف اور معقول اور کامل طور پر قرآن میں پنر جنم کے متعلق بڑے سے بڑے شک
کا ازالہ کر دیا ہے اور سمجھا دیا ہے کہ پنر جنم روز کے عام مشاہدات اور تجربات سے بالکل
عیاں ہے اور جیسے دنیا میں کسی قسم کے وصل کے بعد جدائی اور جدائی کے بعد وصل ہوتے
ہیں۔ ویسے ہی موت کے بعد زندگی ہوتی رہتی ہے۔

۱۳۔ پنر جنم کے متعلق شکوک کا ازالہ

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَاجَّ اِبْرٰھٖمَ فِیْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ۔ قَالَ اِبْرٰھٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ۔ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ بقر ۲۵۸

کیا تم نے اس شخص کا خیال نہیں کیا جو خدا سے سلطنت ملنے پر مارے شیخی کے ابراہیم کے ساتھ خدا کے بارے میں جھگڑا۔ ابراہیم نے کہا میرا خدا وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اس نے کہا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا اچھا اللہ تو آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے تو مغرب سے نکال دکھا۔ اس پر وہ ہکا بکا رہ گیا۔ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

یہاں یہ جتایا ہے کہ جو انسان دولت عزت اور مرتبہ پا کر مغرور ہو جاتے ہیں وہ سچائی کے متعلق اُلٹی سیدھی باتیں کہنے لگتے ہیں۔ اگر زندہ کرنا اور مارنا اللہ سے منسوب ہو تو وہ حماقت سے کہتے ہیں کیا ہم جو لوگوں کی جان بخشتے وانہیں مارتے ہیں خدا سے کم ہیں۔ اس میں ہم سے زیادہ خصوصیت کیا ہے ان کو اگر یہ کہا جاوے کہ اللہ جس طرح پیدائش کرتا ہے یعنی رحم مادر و نطفہ پدر کے ذریعہ۔ تم کسی اور طرح پیدا تو کر دکھاؤ۔ پس جب انسان کسی اور طرح پیدائش نہیں کر سکتا تو خدا کے جنم اور مرن کے چکر پر اسکی حجت بازی فضول ہے۔

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ۔ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ۔ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ۔

قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ
وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ
نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ بقر ۲۵۹

کیا اس شخص کا خیال کیا جو ایک اجڑی بستی کے پاس سے گذرا جسکی چھتیں گری پڑی تھیں۔ اسے خیال گذرا کہ اللہ اس اجڑے دیار کو کیسے آباد کریگا۔ اس پر اللہ نے اسپر سو سال کی موت طاری کی اور پھر اسے زندہ کر کے کہا کتنی مدت مردہ پڑے رہے۔ وہ بولا کوئی دن بھر یا کم رہا ہونگا ۔ فرمایا نہیں تم تو سو برس رہے اب اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کو دیکھو۔ کوئی بُسی یا پرانی نہیں۔ سب تر و تازہ ہیں۔ ایسے ہی اپنے گدھے کی طرف دیکھ۔ اور لوگوں کے لئے نشان ہدایت بنیں اور ہڈیوں کی طرف غور کرو۔ ہم کس طرح انہیں بناتے اور ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ پس جب اس پر حقیقت کھلی بول اٹھا۔ میں جان گیا کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

اکثر مفسرین اس آیت کا تعلق حضرت نحمیا یا خرقیل علیہ السلام سے جوڑتے ہیں بخت نصر نے ۵۸۶ قبل مسیح میں بیت المقدس کو فتح کر کے معبد کو جلا دیا۔ اور شہر کو ویران کر دیا تھا۔ ۴۴۵ قبل مسیح میں نحمیا نبی کو یہ نظارہ دیکھکر افسوس ہوا۔ اسوقت ان کو خدا نے کشفی طور پر سو سال کی موت دی۔ اور ان کو مایوسی سے بچایا۔ بعد میں ارتخششتا کی بادشاہ نے بیت المقدس کی تعمیر کی اجازت دی۔ اس قصہ کا تفصیلی حال اور مفسرین کی حاشیہ آرائیاں نہایت طویل ہیں۔ اور بغیر ان پر مدلل و باثبوت بحث کئے ہم انہیں توہمات باطلہ کی اشاعت کا موجب ہونے سے روکنا ناممکن سا ہے۔ اس لئے ہم محض یہ کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ رسول صاحب کا مدعا یہاں خانہ کعبہ سے ہے نہ کسی نبی سے۔ وہ تو محض پیغمبر جہنم کی صداقت کے لئے اسے پیش کرتے ہیں

اور یہ جانتے ہیں کہ اب جن چیزوں کو جس حالت میں دیکھا جاتا ہے سو سال بعد دیکھو
تو اسی حالت میں وہ چیزیں ملتی ہیں۔ سبزی دودھ ان اناج جواب ہے سو سال
پہلے بھی تھا۔ گدہ یا گھوڑا جواب ملتے ہیں سو سال بعد بھی اسی حالت میں مل سکتے ہیں
چونکہ ان ہی چیزوں کا سو سال قائم رہنا اور ان کی حالت نہ بدلنا ناممکن ہے اسلئے
سو سال بعد ان کا ترو تازہ یا جوان اور کام کے قابل ملنا ان کے ناش ہونے اور بار بار
یا مرتے اور پیدا ہوتے رہنے کی دلیل ہے یہی رسیہ سبزی وغیرہ میں ہے۔ یہی گدھے
وغیرہ میں اور یہی بستی وغیرہ میں۔ بربادی اور آبادی کا سلسلہ جاری ہی رہتا ہے۔
ایک دن یا اس سے کم کا مطلب یہاں درحقیقت کہنا یہ ہے کہ جیسے ایک آن
کی آن میں چیزیں جوں کی توں دکھائی دیتی ہیں۔ ویسی ہی سو سال بعد بھی اسی طرح
کی مل سکتی ہیں محض پنرجنم کی برکت سے۔ نئے نئے پنجر بنتے ہیں۔ ہڈیاں ظاہر ہیں
ان پر گوشت چڑھا جاتا ہے اور کارخانہ پیدائش جاری رہتا ہے۔ ہندی شاعر کہتا ہے
ہڈیوں کے پنجرے میں۔ اگت رگ اٹے تیل۔ تو چاکا ڑھا ہے پردہ۔ چام دھر ہی ہے

۱۴۔ مکتی یا نجات والا پنرجنم

جسم کی موت اور پیدائش کا چھوٹا چکر ہے اور کل عالم کی پیدائش اور فنا کا بہت
بڑا چکر ہے۔ اور روح کی مکتی اور بندھن کا چکر اور بھی بڑا ہے۔ وید میں پہلے چکر کی
سو سال دوسرے کی چار ارب بتیس کروڑ سال اور تیسرے کی ۳۶ نیل دس کھرب ۴۰
ارب سال عمر بتائی ہے۔ چونکہ اتنا لمبا عرصہ جنم نہیں ہوتا۔ اس لئے عام بول چال
میں نجات نام جنم مرن سے چھوٹ جانے کا ہے۔ اب پنرجنم کی بحث ختم ہونے کے بعد
یہ اعتراض ہوگا کہ دنیا بار بار پیدا ہوتی ہے اس کا ثبوت قرآن میں کہاں ہے سو ہم
سورۂ قدر کی آیات اور جگہ پیش کر آئے ہیں کہ ہم نے اتاری یا لیلۃ القدر میں دی انّا

اور ارواح برہم میں لین ہونے اور آغاز پیدائش ہونے پر نکلتے ہیں۔ اب سوال ہوگا کہ وہ مکتی جس میں جسمانی پیدائش نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں کہاں ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ اسکے لیے سورۂ صافات موجود ہے۔

مہرشی دیانند ستیارتھ پرکاش سملاس ۹ میں مکتی کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "مکت جیو بے انتہا ہر جگہ موجود برہم کے اندر اپنی خوشی کیموافق چلتا پھرتا ہے۔ پاک علم سے تمام کائنات کو دیکھتا ہے دوسرے مکتی پائے ہوؤں کے ساتھ ملتا ہے پیدائش کی حکمت کو ترتیب وار دیکھتا ہوا تمام مختلف دنیاؤں کو دیکھتا ہے۔"

اس کے مقابلے پر قرآنی آیات دیکھیے۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۵۰ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّىْ كَانَ لِىْ قَرِيْنٌ ۵۱ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ۵۲ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ۵۳ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ۵۴ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِىْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۵۵ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ۵۶ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّىْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۵۷ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ۵۸ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۵۹ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۶۰ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۶۱

پھر یہ جنتی یا نجات یافتہ باہم پوچھا پاچھی کرتے ہیں۔ ۵۰۔ ایک کہتا ہے دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا۔ ۵۱۔ جو کہتا تھا کیا تو بھی آواگون کا قائل ہے۔ ۵۲۔ کیا فی الحقیقت ہم مر جانے اور مٹی اور ہڈی ہو جانے کے بعد پھر جنم اور کرم کا پھل ملیگا ۵۳۔ وہ کہیگا کیا تم جھانکنا چاہتے ہو ۵۴۔ یہ کہکر وہ جھانکتا ہے تو اسے دوزخ کے بیچوں بیچ پاتا ہے ۵۵۔ بول اٹھتا ہے خدا جانتا ہے تو مجھے تباہ ہی کرنے کو تھا ۵۶۔ اور اگر خدا کا فضل نہ ہوتا تو میں بھی ان ہی لوگوں میں ہوتا جو گرفتار ہیں۔

ہم نے جو پہلی بار مرنا تھا مر لئے ۔ ۵۸۔ اب آگے نہیں مرنا نہ دُکھ پانا۔ ۵۹۔ بیشک
یہ بڑی کامیابی ہے۔ ۶۰۔ چاہئے کہ ایسی ہی کامیابی کے لئے عمل کرنیوالے لوگ عمل کریں"
ان آیات میں نجات کی حالت کو خاص طرز بیان سے ادا کیا گیا ہے تو بھی جنتی
یا نجات یافتہ رُوحوں کا باہم ملنا اور پاک علم سے تمام دنیاؤں کو دیکھنا کائنات کی
حقیقت کو جاننا سب ظاہر ہے اور سب سے بڑھ کر یہ بات یہ کہنا ہے کہ اب ہم پیدائش
اور دُکھ سے آزاد ہیں۔ پھر جنم و نیک اعمال سے منحرف لوگوں کی طرح گرفتار نہیں۔
پس جب مرنا نہ ہونے سے پیدا نہ ہونا بھی ہوگا۔ تو مکتی کی تعریف قرآن میں ثابت ہی
ہے۔ اور چونکہ اس جنم مرن سے آزاد ہونے کو سب سے بڑی کامیابی کہا گیا ہے۔ اور
اس کامیابی کے لئے انسانوں کو عمل کرنے کی ہدایت دیگئی ہے اسلئے مکتی کے متعلق
کل ویدک بیان اجمالی طور پر قرآن میں ثابت ہے یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۲۔
कुर्वन्नेवेह कर्माणि। میں جو یہ کہا ہے کہ انسان کو نیک عمل کرتے ہوئے ہی
سو سال تک جینے کی خواہش کرنی چاہئے یہی صحیح طریقہ ہے جس سے کرم
بندھن کا موجب نہیں بنتے بلکہ نجات کا موجب بنتے ہیں۔ اس سب کی ترجمانی
قرآن کی مذکورہ بالا آخری آیات میں موجود ہے۔

یہ مختصر سا ثبوت پیش کیا گیا ہے اس کے علاوہ اور بہت سی آیات اہل عقل
کے لئے آواگون کا پختہ ثبوت پیش کرتی ہیں اور صرف اس اصول کو صحیح ماننے
پر زیادہ سے زیادہ زور دیا گیا ہے ۔ اس کی ہر انسان کو تعلیم دینے کی ہدایت ہے

لکھشمن

اوم

مسلم آریہ ملاپ

نمبر ۳

ویدک سورگ اور اسلامی بہشت

لیکھک: لکھشمن آریوپدیشک

پرکاشک

ویدک پستکالیہ آریہ سماج برلا لائنس دہلی

خیندر گپت پریس بازار چرخہ والان دہلی

قیمت ۳ر بار اول

مصنف کی دیگر تصانیف

اُردو

یجر وید ادھیائے اول	۸ر
ویدک سدھانتو ںکی ودیا یکتا	۸ر
براہین الآریہ	۸ر
مرزائی دام فریب	۸ر
رادھا سوامی مت اور ویدک دھرم	۱۲ر
بابا نانک صاحب اور دین اسلام	۳ر
ویدوں کا عربی بلیغ	۴ر
رشی جیون کتھا	۱۰ر
ودیا (رتن بھرانت گیان)	۶ر
بھوشیہ پران کی آلوچنا	۱۰ر
قادیانی مسیح کا کچا چٹھا	۸ر
چور اور چتر	۲ر
نقلی جین بسوئیگور	۶ر
کلیات آریہ مسافر	للعہ ر
مکمل جیون چرتر مہرشی دیانند	صہ ر
مسلم آریہ ملاپ ملا	۱۰ر
مسلم آریہ ملاپ ملا	ار
ویدک دھرم اور دین اسلام	۲ر
قدامت روح و مادہ از روئے قرآن	۲ر

وغیرہ وغیرہ

ہندی

احمدی پکتیوں کا کھنڈن	۸ر
رشی جیون کتھا	۱۴ر
یوگ پرمان	۶ر
ویدک سندھیا	۳ر
رادھا سوامی مت اور ویدک دھرم	عہ ر
تنتر رامائن	۲ر
مکتی	ار
ویدک دھرم دین اسلام	۴ر
ویدک سورگ اور اسلامی بہشت	۳ر

وغیرہ وغیرہ

منیجر ویدک پستکالیہ آریہ سماج برلا لائنس دہلی

باہتمام بابو برجلال گپتا جنرل گپت پریس بہادرن دہلی میں چھپا اور بکنشن آریہ بک ڈپو سے دہلی سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

۱۔ ویدک برت یا عہد اللہ

अग्ने व्रतपते व्रतं चरिष्यामि तच्छकेयं तन्मे राध्यताम्।
इदमहमनृतात सत्यमुपैमि ॥ यजु० १। ५।

اے تمام عہدوں (برتوں) کے مالک یا ان کے محافظ پرمیشور میں برت (عہد) کرتا ہوں کہ میں جھوٹ کو ترک کر کے حق کو قبول کرتا رہوں گا۔ پربھو! ایسی عنایت کیجئے کہ میں اس عہد کو پورا کر سکوں۔

پیارے ناظرین! یجروید انسانوں کے لئے اعمال حسنہ کی ہدایت کا آغاز کرتے ہوئے سب سے پہلے عہد ترک باطل و قبول حق کا ذکر کرتا ہے اور سچ پوچھو تو یہی عمل کل نیک اعمال کی جان ہے۔ اس عہد کو توڑنا کیا ہے۔ ہر قسم کی گراوٹ اور معصیت کو دعوت دینا۔ ہر سبھا سوسائٹی یا کمپنی میں شامل ہونیوالا شخص۔ تخت حکومت پر بیٹھنے والا بادشاہ۔ کونسل یا پارلیمنٹ کا ممبر غرضیکہ ہر شخص اپنے عہدہ کی ذمہ داری لیتے ہوئے حلف لیتا ہے آریہ سماج۔ انجمن اسلام یا کانگریس کا ممبر سب سے پہلے پرتگیا پتر۔ اقرارنامہ یا کوئی فارم بھرتا ہے۔ یہ سب اس وید منتر کے اصول کا ہی عملی ظہور ہے۔ وید منتر میں ہر عمل کا اندرونی مفہوم یا واحد مقصد بتا دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ سچ کو حاصل کرنا اور جھوٹ کو دفع کرنا۔

قرآن مجید

میں اس ویدک برت کو عہد اللہ کہا ہے سورۃ بقر آیت ۲۶ کا لب لباب یہ تھا کہ اصول کو سمجھانے کے لئے جو مثال دی جاتی ہے وہ خواہ حقیر سے حقیر مچھر یا مکھی کی کیوں نہ ہو۔ نیک ایماندار لوگ اسے منجانب اللہ سمجھ کر اس سے ہدایت اخذ

کرتے ہیں۔ لیکن فاسق لوگ اس سے گمراہ بھی ہوتے ہیں۔ یہ فاسق کون ہیں اس کا جواب اگلی آیت میں دیا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ

"فاسق وہ لوگ ہیں جو عہد اللہ کو روز ازل سے پختہ ہونے کے باوجود توڑتے اور جس کے حاصل کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے۔ اس سے قطع تعلق کر کے دنیا میں فساد پھیلاتے ہیں" گویا ایفائے عہد الہی ایمان ہے اور اس کے برخلاف فسق۔ آیت میں واقعہ شدہ لفظ میثاق روز ازل کا مفہوم رکھتا ہے۔ جس میں روح نے عہد اللہ اختیار کیا۔ یہ الفاظ دیگر قرآن روح کے فطرتی اور مستقل عہد کو عہد اللہ کہتا اور اسے آغاز عالم والے الہام کا مضمون قرار دیتا ہے۔ یقیناً ویدوالے برت کے بغیر عہد اللہ کا کوئی مفہوم نہیں ہو سکتا۔ قرآن آغاز عالم والے الہام کو اَلْکِتٰب۔ کتاب مبین۔ کتاب منیر۔ لوح محفوظ کتاب بالحق۔ قرآن کریم وغیرہ نام دیتا اور اسے ام الکتاب مانتا ہے۔ جس میں تمام سچے علوم کامل طور پر مذکور ہیں۔ سورۃ آل عمران آیت ۶ میں بیان ہے کہ اس قرآن میں محکم اور متشابہ دو قسم کی آیتیں ہیں۔ محکم آیات بے بدل اصولوں کو بیان کرنے والی ہیں اور فرمایا گیا ہے هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ کہ یہ محکم آیات ام الکتاب ہیں۔

قرآن کا مذکورہ بالا عہد اللہ یقیناً ام الکتاب (وید) والا برت ہی ہے

سورۃ اعراف آیت ۱۶۹ میں ہے کہ قدیم صالح لوگوں کے ناخلف جانشین کتاب الہی کے مالک ہی بن بیٹھے اور اس کی بدولت ناچیز دنیوی دولت کمانے لگے۔ اس کے بعد یہ الفاظ ہیں

اَلَمْ یُؤْخَذْ عَلَیْهِمْ مِّیْثَاقُ الْکِتٰبِ اَنْ لَّا یَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ

الا الحق و درسوا ما فیہ ط

"یہ کتاب الٰہی والا عہد ان پر عائد نہ ہوتا تھا کہ ہم اللہ کے متعلق سوائے حق کے کچھ نہ کہیں گے اور جو کچھ کتاب الٰہی میں ہے اس کی درس و تدریس کرتے رہینگے۔"

اس آیت میں گویا وہ تمام باتیں مذکور ہیں جو آریہ سماج کی پوزیشن کا نقشہ اس وقت کے اسلام کی صورت میں کھینچتی ہیں (۱) صالح (برہمن) لوگوں کی اولاد کا ناخلف ہونا۔ (۲) ان کا برہمنوں کے علاوہ اور لوگوں کو تعلیم وید سے محروم کرنا۔ (۳) دنیوی دولت کا دلدادہ ہونا۔ (۴) عہد اللہ کو توڑنا۔ (۵) اس عہد سے مراد محض اشاعت حق ہونا یہاں صاف طور پر ثابت ہے نیز یہ امر بھی کہ قرآن تمام صالح لوگوں کا یہ عہد بھی مانتا ہے کہ وہ کتاب الٰہی کو پڑھتے پڑھاتے رہینگے۔ یہ بھی آریہ سماج کے اس اصول کی تائید ہے کہ

"ویدوں کا پڑھنا پڑھانا سننا سنانا سب آریوں کا پرم دھرم ہے"

اسی طرح سورہ انفال کی آیت ۷ و ۸ میں بھی الہام الٰہی کا مقصد ترک باطل و قبول حق ہی بیان کیا ہے۔

یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وَیَقْطَعَ دَابِرَ الْکٰفِرِیْنَ ۷
لِیُحِقَّ الْحَقَّ وَیُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ کَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ ۸

یعنی ایشور کی رضا یہی ہے کہ اپنے کلاموں سے حق کو قائم اور کافروں کی بنیاد کو منقطع کرے۔ تاکہ حق کا حق اور باطل کا باطل ہونا آشکار ہوجائے۔ خواہ ان پاپیوں کو برا ہی لگے"۔ غرضیکہ قرآن وید والے برت کو ہی فطری اور ازلی عہد مانتا ہے۔ اور ہمیں اس امر کے اظہار میں خوشی ہے کہ ہم ہر دو کتب مقدسہ کے فرمان کی تعمیل کرتے ہوئے اس کتاب کو شائع کرتے ہیں جو بظاہر چھوٹی اور باطن میں انسانی جماعت کے لئے فوائد اور برکتوں کا خزانہ ہونے سے

بہ قامت کہتر و بہ قیمت بہتر

کی مصداق ہے۔ اسلامی بہشت کا مضمون مسلمانوں میں ویسا ہی مشہور تھا جیسا کہ ویدک دھرمیوں میں سورگ کا۔ لیکن ہر دو فریق ایک دوسرے کے بیان کو باطل اور قابل تضحیک سمجھتے تھے۔ اسلامی بہشت کے متعلق بالخصوص غیر مسلموں کے علاوہ مسلمان مفسر و مصنف بھی بعض اوقات مخالفانہ رائے زنی کرتے تھے۔ اور جو اس کے حق میں تھے ان کے تراجم و تفاسیر کی غیر معقولیت بھی دوسرے مذاہب کو اعتراضات کے لئے مدعو کرتی تھی۔ چنانچہ ان ہی

تراجم و تفاسیر کی بنیاد پر

سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش سملاس ۱۴ میں اعتراض کئے اور ان ہی کو اصل اسلام سمجھکر اور آریوں کی طرح ہم نے بھی مخالفانہ تحریر و تقریر سے کام لیا اور "اسلامی بہشت کی حقیقت" نامی کتاب شائع کی۔ جب سرسید احمد صاحب جیسے مسلمان محقق نے ان تراجم کے الفاظ پر یہاں تک لکھنا موزوں سمجھا کہ "اگر بہشت یہی ہو تو بلا مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں" تب اور لوگوں کا کہنا ہی کیا۔ لیکن خیر۔ ہم خدا کا شکر کرتے ہیں۔ کہ اس بحث کا انجام بخیر ہوتا ہے۔ اور آخر ہم یہ حقیقت ظاہر و ثابت کرنے کے قابل ہوتے ہیں کہ ویدک سورگ اور اسلامی بہشت دو نہیں۔ بلکہ ایک اور محض ایک ہیں۔ جس طرح رات کو ستون یا کھمبا بوجہ تاریکی چور سمجھا اور اس سے خوف کھایا جاتا ہے۔ اسی طرح ہم ایک دوسرے کا اعتقاد کھو رہے تھے۔ لیکن آفتاب حق کے جلوہ گر ہونے سے دونوں کا ایک ہی منور چہرہ ہمارے سامنے آگیا ہے۔ اور اسی کا درشن کرانا۔

اس کتاب کا اصل مقصد

ہے۔ "اسلامی بہشت کی حقیقت" کے بعد مولانا عبدالحق صاحب نے ویدوں کا بہشت نامی کتاب لکھی۔ جس میں کئی دیگر امور متعلقہ بھی زیر بحث لائے گئے۔ ہم نے اس کا جواب بذریعہ آریہ مسافر دینا شروع کیا ہی تھا کہ مجبوریوں نے توجہ اور طرف پھیر دی۔ حتّٰی کہ آخر آریہ سماج کے مایۂ ناز

سورگیہ پنڈت چموپتی جی ایم اے

نے ویدک سورگ نامی کتاب میں اس کا جواب شائع کیا۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے ویدک سورگ کا مطالعہ پنڈت جی کے چل بسنے کے بعد کیا اور ہمیں پہلے معلوم نہ ہوا کہ آپ سے قرآن کے ویدک بھاشیہ میں ہمیں کس قدر قیمتی امداد مل سکتی ہے۔ آپ کے دیہانت ہونے سے کچھ ہی دن پہلے گورودت بھون ویدک لائبریری میں آپ ستیارتھ پرکاش کے اردو ترجمے کی پڑتال کا کام کر رہے تھے اور ہم تفسیر قرآن کے کام میں مصروف تھے۔ چونکہ مول قرآن پر غور کرنے سے ایسی حقیقتیں منکشف ہو رہی تھیں کہ جن کی وجہ سے ویدک دھرمی اور مسلمان لوگوں کی باہمی منافرت اور مغائرت بالکل بے بنیاد معلوم ہوتی تھی۔ اس لئے ہم نے پنڈت جی سے کہا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں کون سی مہم اختیار کئے بیٹھا ہوں۔ آپ نے جواب دیا ہاں معلوم ہے اور اچھی طرح معلوم ہے۔ مگر میں کچھ کر تو تبھی سکتا ہوں جب یہ کام ختم ہولے۔ افسوس ہمیں تعاون تو نصیب کیا ہوتا۔ آپ ستیارتھ پرکاش والا کام بھی پورا نہ کر سکے۔ تاہم

ویدک سورگ کا مطالعہ

ہمیں یقین دلاتا ہے کہ آپ کو قرآن کی تعلیم کے متعلق پورا اعتماد تھا کہ وہ نزدیکی مستقبل میں وید کے مطابق ظاہر ہو سکیگی۔ اسلامی بہشت اور ویدک سورگ کے متعلق تو انہوں نے بالخصوص اس کتاب میں ایسی توقع ظاہر بھی کر دی تھی۔ نہ صرف اپنے

متعلق - مولانا عبدالحق کے متعلق بھی ان کا خیال تھا کہ وہ دل سے ویدک سورگ کی اصلی حقیقت کو صحیح سمجھتے اور اسلامی بہشت اور ویدک سورگ کو باہم مطابق مانتے ہیں۔ اسلامی بہشت پر کئے گئے اعتراضات کو مولانا نے ویدک سورگ پر عائد کرنے کی کوشش کی اور ویدک سورگ کی خوبیوں کو قرآنی بہشت سے منسوب کیا۔ تاہم پنڈت جی اس کوشش کو بھی ویدک سورگ کا ہی اعتراف سمجھتے تھے۔ ویدک سورگ کے چند اقتباسات اس بحث کے متعلق کئی ضروری پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے۔

(۱) صفحہ ۵ پر آپ نے ویدوں کا بہشت سے قرآنی جنت کے متعلق وہ اقتباس نقل کیا ہے جس میں مولانا عبدالحق نے اسے روحانیت کی سرزمین میں ایمانیات کا باغ یا ایک کلمہ طیبہ و عفت و عظمت کی شمع کہکر دلآویز الفاظ میں اسکی تعریف کی ہے۔ اس پر ضروری تنقید کرنے کے بعد پنڈت جی فرماتے ہیں۔

"استعاروں کے پردے میں مولانا کا یہ اعتقاد بھی رہ رہ کر ظاہر ہو رہا ہے کہ مولانا موجودہ زندگی کے روحانی سرور کو عالم نجات کے سرور کا ظل سمجھتے ہیں۔ ویدوں کے بہشت کا مطالعہ کرنے کا یہ بدیہی پھل ہے۔ وید نے اس زندگی کے پاکیزہ سرور کو سورگ مانا ہے۔ مکتی سورگ کی انتہا ہے جس کا آغاز اسی زندگی میں ہوتا ہے۔"

(۲) پنڈت جی کیوں ایسا نتیجہ نکالنے میں حق بجانب تھے۔ اس کی وجہ ان کے اگلے الفاظ میں موجود ہے۔

"اگر مولانا بہشت کی یہ تفسیر قرآن کریم کے لفظوں میں ہی ناظرین کے پیش نظر فرما دیتے تو جہاں ان کا اپنے ہم مذہب بھائیوں پر یہ احسان ہوتا کہ ان کی عبادات کا مقصد خالص روحانی لذات رہ جاتیں وہاں ہم بھی یہ دیکھکر بہت مسرور ہوتے کہ رشی کے اعتراضات کا جواب وہی دیا گیا ہے جو رشی کو مطلوب تھا۔

(۳) رشی کو کیا مطلوب تھا۔ اس کے لئے آپ نے سوامی جی کے حسب ذیل

الفاظ پیش کئے ہیں :-

"اس تحریر کا مدعا انسانوں کی ترقی ہے حق و باطل کی تمیز کے لئے تمام مذاہب کا کچھ نہ کچھ علم ہونا ضروری ہے۔ جس سے باہم مقابلے کا موقعہ ملے۔ اور لوگ ایک دوسرے کے عیوب کی تردید کر کے خوبیوں کو اختیار کریں (ستیارتھ پرکاش کا چودھواں سملاس۔ تمہید ضمنی)

۴۔ اس کے بعد پنڈت جی صاف فرماتے ہیں کہ "ہمیں افسوس ہے کہ مولانا نے اعتراضات کے جواب کا یہ راستہ اختیار نہیں فرمایا۔ اس کے برعکس حضرت مولانا نے کوشش یہ کی ہے کہ جو نقص اسلامی بہشت پر آریہ سماجی معترض عائد کرتے ہیں۔ ان ہی کا خاکہ وید کے اوراق میں دکھایا جائے"

۵۔ اس طریق تحریر کو پنڈت جی نے قابل اعتراض سمجھا کیونکہ اس سے قرآن کے بیان کی صداقت ظاہر نہیں ہوتی نہ دو اغلاط سے ایک صحیح بات بن سکتی ہے۔ اس نقص کو یہ الفاظ اور بھی عمدگی سے واضح کرتے ہیں۔

"مولانا نے انجیل میں سے بھی ایسے اقتباسات نقل فرمائے ہیں۔ جن سے یہ شراب و کباب کی صورت عیسائی بہشت میں بھی نکل آئے تاکہ ہمہ یاران بہشت کی کہاوت کا ان سب پر اطلاق ہو سکے"۔

۶۔ اسی مدعا کو پنڈت جی صفحہ ۸ پر اور بھی زوردار الفاظ میں یوں ظاہر کرتے ہیں :-

"غضب پر غضب یہ ہے کہ آپ نے ویدوں کے بہشت میں گلگشت کرنے کے بعد ایک نہایت پاکیزہ منظر ہدیہ ناظرین فرمایا تو سہی۔ لیکن اس منظر کا جلوہ قرآن کریم کی آیات میں دکھانے کی بجائے آپ اس پاکیزگی کے سرچشمہ وید اور اپ نشد پر ہی کیچڑ پھینکنے لگے۔ مولانا کیا کہیں۔ قرآن میں وید کا سورگ دیکھنے کی حسرت رہ گئی ہے"

دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی

۷- مگر باوجود ان تمام شکایتوں کے پنڈت جی کو یقین تھا کہ ہر دو فریق کی تصنیفات میں جو کشمکش موجود ہے وہ ایک ہی مدعا رکھتی ہے اور ایک ہی منزل مقصود پر پہونچانے کا موجب ہوگی - چنانچہ دیباچہ کو ختم کرتے ہوئے صفحہ ۳۵ پر آپ فرماتے ہیں -

"مولانا عبد الحق صاحب کے وہ " ایمانیات کا باغ " اور عصمت و عفت کی شمع کے استعارات ہمیں بہت پسند آتے ہیں - استعارہ در استعارہ عبارت میں پیچیدگی ضرور پیدا ہو گئی ہے - لیکن اس کا مفہوم ویدوں کے بہشت پر خوب صادق آتا ہے - پرماتما مولانا کو توفیق دے کہ ویدوں کے سورگ کی ان پاکیزہ تجلیات سے قرآنی بہشت کو بھی آراستہ کر سکیں - ان کی یہ خواہش تو ان کے اپنے الفاظ سے ہی مترشح ہو رہی ہے - ہمارا اور ان کا قلبی نصب العین ایک ہی معلوم ہوتا ہے - اگر درحقیقت قرآن وید کا پھول ہو جائے تو سچ مچ ایک پاکیزہ گندھرو لوک کی کیفیت ہو - اپنشد کے لفظوں میں ؎

یارب ہمیں تحقیق کی توفیق عطا کر — دے ذوق صداقت حظ باطل کو مٹا کر
اس کلبۂ تاریک میں ہو جلوۂ خورشید — کر شام فنا محو - نمایاں صبح بقا کر

آہ! پنڈت جی آج ہمارے درمیان نہیں - وہ اس پہلو میں حسرت بھرے دل کے ساتھ ہم سے جدا ہو گئے - لیکن حق پسند لوگوں کے تہ دل سے نکلے ہوئے الفاظ رنگ لائے بغیر نہیں رہ سکتے - کیا ہوا اگر مولانا عبد الحق اب تک پنڈت جی کی اس دلی خواہش کو پورا کرنے پر متوجہ نہیں ہو سکے - آخر ہم ایک ہی نصب العین رکھنے والے سب لوگ باہم برادرانہ تعلق رکھتے ہیں - کسی مسلمان عالم نے کیا تو کیا اور آریہ سیوک نے کیا تو کیا - اصل مدعا آج پورا ہوتا ہے اور

ویدک سورگ کی پاکیزہ تجلیات

سے آراستہ قرآنی بہشت ناظرین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے - اگر مضمون زیر بحث کے تمام پہلوؤں پر مفصل بحث کی جائے تو ہزارہا صفحوں کی ضخیم کتاب چاہیے - مگر بمصداق "ہر چہ گیرید مختصر گیرید" موجودہ حالات میں نفس اصل مضمون کے متعلق وید اور قرآن کے خاص حوالہ جات تک محدود رہنا ہی نہایت ضروری ہے - ہمیں امید ہے - آریہ مسلم اور تمام دیگر علماء اس تحفہ کو شرف قبولیت بخشیں گے اور اس ناچیز تصنیف کو صدیوں سے کھینچتے ہوئے نفاق کی بجائے پائدار اتحاد کا پیش خیمہ بنا دکھائیں گے - شاعر کے یہ الفاظ تمام عالموں کو اپنے فرض پر قائم کرنے کے لئے کافی ہیں ؎

تو برائے وصل کردن آمدی — نے برائے فصل کردن آمدی

کاشکہ آریہ پریش "ویدوں کا بہشت" کا مصنف اور دیگر علمائے اسلام ایک دور بین مرحوم آریہ ودوان کے الفاظ کی تہ تک پہنچتے ہوئے ایک قسم کی سچی پیشینگوئی کو پورا کر دکھائیں -

ویدک سورگ کے خاتمہ پر پنڈت جی فرماتے ہیں :-

"یہ کیفیت ویدوں کے سورگ کی ہے اگر قرآن کا بہشت بھی ایسا ہی ہو تو پھر تو سے ؎

من تو شدم تو من شدی - من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں - من دیگرم تو دیگری

کی کیفیت ہو جائے - آریہ سماج اور اسلام میں فرق نام کا رہ جائے - اور رشی دیانند کی دلی آرزو پوری ہو - رشی فرماتے ہیں -

"سب کو طریق یگانگت پر لا کر دشمنی چھڑا کر آپس میں مستحکم محبت کا رشتہ

قائم کرکے سب سے سب کو آرام پہونچانے کے لئے میری کوشش اور میرا مدعا ہے"

(ستیارتھ پرکاش خاتمہ)

اس کے بعد پنڈت جی "ویدوں کا بہشت" کے مصنف کو یوں مخاطب کرتے ہیں "آپ فوراً قائل ہوں یا نہ ہوں عملاً تو آپ کی تفسیر اس بات کی بیّن شہادت دے رہی ہے کہ آپ کا اندرونی اعتقاد رشی دیانند کی تلقین ہی ہے آپ نے قرآن شریف میں سے کچھ حد تک وہی راستہ نکالنے کی کوشش کی ہے جو وید شاستر اور رشی دیانند کا ہے۔ درحقیقت معقولیت اور بےلوث روحانیت کا راستہ ہے بھی وہی۔ رشی کی تلقین کا مکمل مرید۔ مکمل پیرو ہو جانے کے لئے کچھ اور ہمت کی ضرورت ہے وہی تلقین قرآن شریف کے الفاظ میں ملتی ہے یا نہیں یہ جدا سوال ہے۔ اس کے اشارے ضرور قرآن میں ہیں۔ ان اشارات کی بنیاد پر مکمل عمارت کھڑی کر لینا محنت اور ذہانت چاہتا ہے۔ ممکن ہے اس میں کامیابی ہو جائے۔ اس وقت جیسے ہم نے مندرجہ بالا اقتباسات سے ثابت کیا ہے مفسر صاحبان کی استعداد کی کمی اور متن قرآن کی مشکلات کی وجہ سے کوشش پوری بار آور نہیں ہو رہی تاہم کوشش مبارک ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہے نتیجہ آخر کو یہی ہونا ہے کہ اہل اسلام آریہ سماج کے ہمنوا ہو جائیں۔ خود قرآن کے لفظوں میں ہوں یا اس کے بغیر یہ پیشین گوئی کرنا مشکل ہے۔"

ہمارے خیال میں پنڈت جی جس نتیجہ پر پہونچے تھے۔ اسکے عملی ظہور کا وقت آگیا ہے۔ اور جس امر کی پیشگوئی کو وہ مشکل خیال کرتے تھے۔ ایشور کی اپار کرپا سے وہ امر بھی آسانی سے پایۂ تکمیل تک پہونچ سکتا ہے۔ کیونکہ خود قرآن کے الفاظ نہایت زور سے تمام اور تعلیمات کی طرح ویدک سورگ کی بھی مصدق

ثابت ہو گئی ہیں

المختصر باہمی تبادلۂ خیالات کا سلسلہ جاری رہنے کا نتیجہ آخر کامل مطابقت کی صورت میں پبلک کے سامنے آتا ہے - اور ہمیں یقین ہے تمام ناظرین ویدک برت یا عہد اللہ کو پورا کرتے ہوئے حق کا بول بالا کرنے میں ہمارے ہمنوا ہوں گے - اور نفاق کی جگہ اتحاد کا جھنڈا گاڑ کر اسکے سائے میں باہمی محبت اور امن و عافیت سے رہتے ہوئے ثواب دارین حاصل کرنے کا سامان کریں گے - ایشور کرے - ہماری عقلیں ہمیں صحیح و سلامت اس منزل مقصود پر پہونچا سکیں -

اوم شم

لکھشمن

۲- قرآنی جنّت

قرآن میں بہت سی آیات میں جنت کا ذکر ہے۔ جس پر دیگر مذاہب کے علماء بہت سے اعتراض ہی نہیں کرتے۔ بانی اسلام کے متعلق بھی طعن و تشنیع اور اسلامی تعلیم کے نہایت درجہ اخلاق سے گرا ہوئے وغیرہ کے ریمارکس سے کام لیتے ہیں۔ اسلامی بہشت کی حقیقت نام سے خود راقم نے ایک کتاب لکھ کر قرآنی جنت کو ہر لحاظ سے قابل تضحیک ثابت کیا تھا۔ لیکن یہ سب نکتہ چینی وغیرہ قرآنی آیات کے ترجموں اور ان پر کی گئی مفسرین کی حاشیہ آرائیوں پر مبنی تھی یا موجودہ زمانہ کے گرے ہوئے مذاق پر۔ ورنہ اصل حقیقت آخر کار محض یہ ثابت ہوتی ہے کہ عربی قرآن میں محض ویدک سورگ یا نجات کو ہی بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ معمولی سے الفاظ کے مفہوم کو نہ سمجھ کر عالم لوگ غلطی کا شکار ہوئے ہیں۔ اور نتیجہ یہ ہے کہ اس مسئلہ کو بھی باہمی مغائرت کا ذریعہ بنایا جا رہا ہے۔ ہم پہلے کچھ آیات قرآنی معہ ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد وید مختصر معہ ترجمہ دیں گے۔ اور بعد میں ان دونوں کی مطابقت واضح کریں گے۔

(۱) سورۃ البقر آیت ۲۵ - وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوا هٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَأُتُوا بِهِ مُتَشٰبِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ

اور بشارت دو ان کو جو حق کو مانتے اور نیک عمل کرتے ہیں۔ ان کے لئے باغ

ہیں جن کے تحت میں نہریں بہتی ہیں اور جب اس باغ کے پھلوں کی نعمتیں ملتی ہیں تو کہتے ہیں واہ واہ یہ تو وہ نعمتیں ہیں جو ہمیں پہلے ملی تھیں اور متشابہ پھل لائے جائیں گے۔ اور وہاں ان کے لئے ازواج مطہرہ ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(۲) سورۂ اعراف آیت ۴۹ - اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَاخَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۵

بہشت میں داخل ہو جاؤ۔ تم پر نہ کوئی خوف ہوگا نہ رنج۔

(۳) سورۂ توبہ آیت ۲۱ و ۲۲ - يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ٥ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا ط إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ أَجْرٌ عَظِيْمٌ ٥

ان کا رب ان کو اپنی طرف سے رحمت اور خوشنودی اور بہشتوں کی بشارت دیتا ہے۔ جہاں ان کے واسطے پائدار نعمتیں ہیں - ۲۱ - وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ بتحقیق اللہ ہی کے پاس اجر عظیم ہے - ۲۲ -

(۴) سورۂ یونس میں نعمتوں والے باغوں اور ان کے متعلق نہروں کا ذکر کر کے آیت ۹ میں لکھا ہے۔

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥

جنتی لوگ جنت میں یہ لفظ بولا کریں گے " پاک ذات ہے تیری اے خدا " وہ وہاں عرصہ دراز تک قائم رہنے والی بے عیب زندگی گذاریں گے اور ان کا آخری کلمہ یہ ہوگا کہ تعریف ہو رب العالمین کی۔ یعنی دھنیہ ہو دھنیہ اے جگدیشور!

(۵) سورہ ہود آیت ۱۰۸ - وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّۃِ
خٰلِدِیْنَ فِیْھَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّکَ
عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ ۵ اور جو لوگ نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہوں گے
جب تک زمین و آسمان قائم ہیں سوائے اس کے جو اللہ کے شایاں ہے یہ عطیہ
واقعی غیر منقطع ہی ہے -

(۶) سورہ الرعد آیت ۲۱ تا ۲۲ میں جنت کے مستحق نیک لوگوں کے اوصاف
یوں بیان کیے ہیں -

اَلَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَلَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ ۵ وَالَّذِیْنَ
یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ وَیَخَافُوْنَ
سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۵ وَالَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّھِمْ وَاَقَامُوا
الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً وَّیَدْرَءُوْنَ
بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عُقْبَی الدَّارِ ۵

جو لوگ عہد الٰہی کو پورا کرتے ہیں اور اپنے عہد کو توڑتے نہیں - ۲۰ - اور جو
لوگ اس چیز کو حاصل کرتے ہیں جس کے حاصل کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہوا ہے -
اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور حساب کی برائی سے ڈرتے ہیں - ۲۱ - اور جو
لوگ اپنے رب کی طرف ہی مائل رہتے ہوئے صبر سے کام لیتے ہیں - اور نمازیں
پڑھتے اور خدا کے دیئے ہوئے رزق میں سے کیا پوشیدہ کیا علانیہ خرچ کرتے ہیں
اور بدی کے مقابلے میں بھی لوگوں سے نیکی کرتے ہیں - یہی وہ لوگ ہیں - جن
کے لئے عاقبت کا گھر ہے - ۲۲ -

(۷) سورۃ الرعد آیت ۲۳-۲۴ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَھَا وَمَنْ
صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِھِمْ وَاَزْوَاجِھِمْ وَذُرِّیّٰتِھِمْ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یَدْخُلُوْنَ

عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ٥ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ٥ العاقبت وہ باغوں والا جنت ہے جس میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادوں - بیبیوں اور ان کی اولاد میں سے جو جو نیکوکار ہوں گے - وہ بھی اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے آکر کہیں گے ۲۳ - آپ نے جو صبر کیا اس کی وجہ سے یہ سلامتی ہے - تمہاری دنیا کا یہ اچھا انجام ہے - ۲۴ -

۸ - سورہ الرعد - آیت ۳۵ - مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ۖ أُكُلُهَا دَائِمٌ وَّظِلُّهَا ۚ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِينَ النَّارُ ٥ متقیوں کے لئے جو جنت مقدر ہے - اس کی مثال یہ ہے کہ اس کے تحت میں نہریں بہ رہی ہیں وہاں کے کھانے یا پھل پائدار ہیں اور اس کی چھاؤں بھی یہ ہے انجام متقی لوگوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہے -

۹ - سورہ الرعد آیت ۴۵ تا ۴۸ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُونٍ ۗ اُدْخُلُوهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِينَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِينَ ۝ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ ٥ متقی لوگ بس باغوں اور چشموں میں رہیں گے - ۴۵ وہ حالت اطمینان میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوں گے - ۴۶ - ان کے سینے میں جو رنجش ہوگی وہ ہم دور کر دیں گے - وہ بالمقابل حالت سرور میں برادرانہ طور پر رہیں گے - ۴۷ - دکھ انہیں وہاں چھوئیگا بھی نہیں - اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے - ۴۸

۱۰ - سورہ النحل آیت ۳۱ میں جنت کے ذکر میں یہ بھی لکھا ہے - لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ - جو وہ چاہیں گے ان کے لئے وہاں موجود ہوگا -

(۱۱) سورہ الکہف آیت ۳۱ - یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ
ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ
مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ط نِعْمَ الثَّوَابُ ط وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا
وہاں انہیں سونے کے کنگن پہنائے جاویں گے باریک اور دبیز ریشم کے
کپڑے ان کے زیب تن کئے جائیں گے۔ اور وہ تختوں پر تکیے لگائے ہوں گے
وہ کیا اچھا معاوضہ ہے اور کیا اچھا ٹھکانہ ہے (سورہ فاطر آیت ۳۳ میں
سونے کے کنگن موتی اور ریشمی لباس کا ذکر ہے)

(۱۲) سورہ الکہف آیت ۱۰۷ و ۱۰۸ - اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۵ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ۵ تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل
کرتے ہیں ان کے لئے فردوس کے باغ ہوں گے ۱۰۷ - ان میں وہ ہمیشہ
رہیں گے اور نہ چاہیں گے کہ وہاں سے الگ ہوں۔

(۱۳) سورہ مریم آیت ۶۰ تا ۶۳ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ
عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ۵ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا
اِلَّا سَلٰمًا ط وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۵ تِلْكَ الْجَنَّةُ
الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۵ باغوں والا جنت وہ ہے
جو رحمان نے اپنے لطیف علم والے (سوکھشم درشٹی یا پردکھش وادی)
بندوں کے لئے مقدر کر رکھا ہے بے شک قانون الٰہی اٹل ہے ۶۱ -
وہاں سوائے سلامتی والی بات کے کوئی لغویات سننے میں نہ آئے گی۔ اور
نہیں صبح و شام ان کا رزق ملتا رہیگا ۶۲ - اسی جنت کا وارث ہم اپنے
اس بندے کو بنائیں گے جو پرہیزگار ہوگا - ۶۳

(۱۴) سورہ الفرقان آیت ۷۵ و ۷۶۔ اولٰئِکَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا
صَبَرُوْا وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ حَسُنَتْ
مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ ان کو ان کے صبر کی وجہ سے اعلیٰ درجے ملیں گے اور
ان میں وہ عرصہ دراز والی زندگی اور سلامتی پائیں گے۔ ۷۵۔ ہمیشہ اسی میں
رہیں گے واہ کیا بلند مقام اچھی جائے قرار اور کیا اچھا مقام ہے۔ ۷۶

(۱۵) سورہ الروم آیت ۱۵۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
فَهُمْ فِیْ رَوْضَةٍ یُّحْبَرُوْنَ۔ ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والے جنت
کے روضوں میں سرور پائیں گے۔

(۱۶) سورہ السجدہ آیت ۱۷۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ
اَعْیُنٍ۔ سو کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے عملوں کے بدلے میں ان کی آنکھوں
ٹھنڈک کا کیا کیا سامان خدا کی قدرت میں نہاں ہے۔

(۱۷) سورہ الاحزاب۔ آیت ۴۴۔ تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ج وَ
اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِیْمًا۔ جب وہ وصل الٰہی پائیں گے۔ انہیں پُر امن دیرپا
زندگی ملیگی اور افضل ترین اجر ان کا مقدر ہوگا۔

(۱۸) سورہ السبا آیت ۳۷۔ مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ لَهُمْ
جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ۝ جو ایمان
اور نیک عمل کرے گا۔ اس کو کئی گنا معاوضہ ملیگا بہ وجہ اس کے اعمال کے
اور وہ اس بلند مقام میں امن سے رہیں گے۔

(۱۹) سورہ الفاطر آیت ۳۴ و ۳۵۔ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ
عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝ نِ الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ
الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ج لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا

لُغُوبٌ ٥ اور کہیں گے تعریف ہو اس خدا کی جس نے ہمارے دُکھ مٹا د
بے شک ہمارا رب مغفرت اور بڑا قدر کرنے والا ہے ۳۴- جس نے ہمیں ا
فضل سے اس دار المقام میں پہونچایا کہ نہ اُس میں مشقت ہے نہ تکلیف
تھکان - ۳۵

(۲۰) سورۃ یٰس - آیت ۵۵ تا ۵۸ - إِنَّ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي
شُغُلٍ فٰكِهُونَ ٥ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلٰلٍ عَلَى الْأَرَآئِكِ مُتَّكِئُو
لَهُمْ فِيهَا فٰكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُونَ ٥ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ
رَّحِيمٍ ٥ بلا شبہ اہل جنت اس دن اپنے شغل میں مسرور ہوں گے - ۵۵-
اور اُن کی بیویاں سایوں میں تختوں پر تکیے لگائے ہوں گے - ۵۶- ان
وہاں پھل ہوں گے اور جو وہ چاہیں گے پائیں گے - ۵۷- اور خدا سے رحیم کا
ہوگا یہ سلامتی ۵۸ -

(۲۱) سورۃ الصّٰفّٰت - آیت ۴۰ تا ۶۲ - إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِي
أُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ٥ فَوَاكِهُ وَهُمْ مُّكْرَمُونَ ٥ فِي جَ
النَّعِيمِ ٥ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِينَ ٥ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ مِّنْ مَّعِ
بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِينَ ٥ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ
وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِينٌ ٥ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ٥ فَأَ
بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُونَ ٥ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَا
لِي قَرِينٌ ٥ يَّقُولُ أَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ٥ ءَإِذَا مِتْنَا وَكُ
تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَإِنَّا لَمَدِينُونَ ٥ قَالَ هَلْ أَنْتُمْ مُّطَّلِعُونَ ٥
فَرَاٰهُ فِي سَوَآءِ الْجَحِيمِ ٥ قَالَ تَاللّٰهِ إِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِينِ ٥ وَلَوْلَا نِ
رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ٥ فَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ ٥ إِلَّا مَوْتَ

الْاُوْلٰی وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝
لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝ اَذٰلِكَ خَیْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ۝
مگر اللہ کے مخلص بندے ۴۰- ان کے لئے رزق مقدر ہے - ۴۱- یعنی پھل
اور وہ بڑی بزرگی والے ہوں گے - ۴۲- نعمتوں والے باغوں میں ۴۳- تختوں
پر بالمقابل ۴۴- انہیں بہتے ہوئے جل کا پیالہ بھر دیا جائے گا - ۴۵- صاف سفید
اور پینے والوں کے لئے لذیذ ۴۶- نہ اس سے ہلاکت نہ نشہ ۴۷- اور ان کے
پاس بڑی آنکھوں والی نیچی نگاہ والی ہوں گی ۴۸- گویا وہ محفوظ انڈے ہیں ۴۹
سو وہ ایک دوسرے کی طرف توجہ کر کے حال پوچھیں گے - ۵۰- ان میں سے
ایک کہیگا میرا ایک ساتھی تھا ۵۱- وہ کہتا تھا کیا تم بھی اس کو سچ مانتے ہو
۵۲- کہ جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں رہ جائیں گے ہمیں پھر بدلہ ملیگا - ۵۳-
کہیگا کیا تم جھانکنا چاہتے ہو - ۵۴- سو اسے جھانکا تو دوزخ کے درمیان
دیکھا - ۵۵- کہا بخدا تم نے تو مجھے تباہ ہی کیا ہوتا - ۵۶- اور اگر خدا کا فضل
نہ ہوتا تو میں بھی ان عذاب پانے والوں میں ہوتا - ۵۷- تو کیا اب ہم مرنے
والے نہیں ۵۸- سوائے اس پہلی موت کے اور ہمیں عذاب نہیں ملیگا ۵۹
یقیناً یہ بڑی کامیابی ہے ۶۰- اور ایسی ہی کامیابی کے لئے اہل عمل کو عمل
کرنا چاہئے - ۶۱- کیا یہ بہتر ضیافت ہے یا تھوہر کا درخت ۶۲-

(۲۲) سورہ ص آیت ۵۰ تا ۵۳ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۝
مُتَّكِـِٕیْنَ فِیْهَا یَدْعُوْنَ فِیْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِیْرَةٍ وَّشَرَابٍ ۝
وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِیَوْمِ
الْحِسَابِ ۝ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۝ بہشت کے باغ - کہ جن کے
دروازے ان کے واسطے کھلے ہوں گے - بہت سے کھانے کے میوے اور

پینے کی چیزیں ہوں گی۔ ۵۰۔ اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی بیویاں ہونگی
ہم عمر۔ ۵۱۔ یہ ہے وہ کچھ جو تمہارے لئے روز حساب میں مقدر ہے۔ ۵۲۔ بے
شک یہ ہمارا دیا ہوا رزق ہے۔ جس کے لئے خاتمہ نہیں ہے۔ ۵۳

(۲۳) سورۃ الزمر۔ آیت ۲۰۔ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ
مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۥ وَعْدَ اللّٰهِ
لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ۝ لیکن جو لوگ اپنے رب پر تقویٰ رکھتے ہیں ان کے
ایک سے ایک بڑھکر مقام ہیں جن کے تحت میں نہریں بہتی ہیں۔ یہ اللہ کا قانون
ہے۔ خدا اپنے قانون کو توڑتا نہیں۔

(۲۴) سورۃ الزمر آیت ۶۱۔ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا
يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اور جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں
خدا ان کی مرادیں پوری کر کے انہیں نجات دیگا۔ انہیں نہ تکلیف ہوگی نہ رنج
ملیگا۔

(۲۵) سورۃ الزمر آیت ۷۳ و ۷۴۔ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى
الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا
سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ
الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ
حَيْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ اور جو لوگ اپنے رب کا خوف کرتے
رہے وہ گروہ در گروہ بہشت کی طرف لے جائے جائیں گے۔ حتّٰی کہ وہ اس کے
پاس پہونچیں گے۔ تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور جنت کے محافظ
کہیں گے۔ سلامتی ہو آپ پر۔ آپ خوش نصیب ہیں۔ پس اس میں ہمیشہ کے لئے
داخل ہو۔ ۷۳۔ وہ کہیں گے تمام تعریف اللہ کی ہے جس نے اپنا وعدہ پورا

کیا اور ہمیں اس سرزمین کا مالک بنایا کہ جنت میں ہم جہاں چاہیں رہیں۔
واہ! اہل ایمان کا اجر بھی کیا ہی اچھا ہے۔ ۷۴۔

(۲۶) سورۃ المومن آیت ۴۰۔ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ اور مومن خواہ مرد ہو خواہ عورت جو نیک عمل کریں گے جنت میں داخل ہوں گے جہاں انہیں بے حساب رزق ملیگا۔

(۲۷) سورۃ الدخان آیت ۵۱ تا ۵۶ میں باغوں۔ چشموں۔ مہین اور دبیز ریشم کی پوشاکوں۔ حوروں اور میووں کا ذکر کر کے آیت ۵۶ میں لکھا ہے۔ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ پہلی دنیوی موت کے بعد جنت میں موت کی تلخی چکھنی نہیں پڑے گی۔ اور خدا اُن کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیگا۔

(۲۸) سورۃ محمد آیت ۱۴۔ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ط وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ط كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝ جنت جو متقیوں کے لئے مقدر ہے اسکا حال یہ ہے کہ اس میں آب حیات بہ رہا ہے اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جن کا ذائقہ بدلتا نہیں۔ اور ایسے شراب کی نہریں ہیں جو پینے کے لئے لذیذ ہے اور مصفّٰی شہد کی نہریں ہیں۔ ان کیلئے وہاں بہت قسموں کے پھل ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔

(۲۹) سورۃ ق آیت ۳۴۔ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ط ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ

اطمینان کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ - یہ دیر تک قائم رہنے والی
ہمیشگی کا زمانہ ہے -

(۳۰) سورہ الطّور آیت ۱۷ تا ۲۵ - جنتوں میووں - نعمتوں کا ملنا - عذاب
دوزخ سے رُستگاری - تختوں - تکیوں کا نیز کھانے پینے کا ذکر ہے - نیز حوروں
کا اور جنتیوں کی نیک عمل اولاد کو بہشت ملنے کا بیان ہے - پھر لکھا ہے -
وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ - ۲۲ - يَتَنَازَعُوْنَ
فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ - ۲۳ - وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ
لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ - ۲۴ - وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ
يَّتَسَاۗءَلُوْنَ ۲۵ - جن میوؤں اور پھلوں کو وہ چاہیں گے - ہم انہیں دینگے -
۲۲ - اس میں وہ ایک دوسرے سے اس پیالے کالے دے بھی کریں گے -
جس میں نہ کوئی لغو حرکت ہوگی نہ گناہ ۲۳ - اور ان کے اردگرد مثل آبدار
محفوظ موتیوں کے لڑکے ہوں گے - ۲۴ - اور ایک دوسرے کی طرف متوجہ
ہو کر پوچھیں گے یا باتیں کریں گے وغیرہ -

(۳۱) اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ
مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ سورہ القمر آیت ۵۴ و ۵۵ - بلاشبہ متقی باغوں اور
نہروں میں ہوں گے ۵۴ - یعنی صدق والے مقام میں اس شاہ قادر کی
قربت میں - ۵۵

(۳۲) سورہ الرحمٰن - آیت ۴۶ تا ۷۷ - وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝
ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۝ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ۝ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ
زَوْجٰنِ ۝۵۲ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ بَطَاۗىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ط وَ
جَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝۵۳ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ

قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝۵۶ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۝۵۸ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ
اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝۶۰ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝۶۲ مُدْهَآمَّتٰنِ ۝۶۴ فِيْهِمَا
عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝۶۶ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۝۶۸ فِيْهِنَّ
خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۝۷۰ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۝۷۲ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ
قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝۷۴ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۝۷۶

ان آیات میں ۴۷ - ۴۹ وغیرہ طاق والی آیتیں چھوڑی ہیں۔ سو ایسی ہر آیت کے الفاظ یہ ہیں۔ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ اور جو انسان اپنے رب کے جاہ و جلال سے ڈرتا ہے۔ اس کے لئے دو باغ ہیں۔ ۴۶ - دونوں کی کئی شاخیں ہیں - ۴۸ - دونوں میں دو چشمے جاری ہیں - ۵۰ - دونوں میں ہر قسم کے پھل کے جوڑے ہیں۔ ۵۲ - فرش بچھے ہوں گے۔ ان پر ایسے تکئے لگے ہوں گے کہ ان کے استر تافتے کے ہوں گے اور دونوں کے پھل قریب ہوں گے۔ ۵۶ - ان میں نیچی نگاہ والی ہوں گی۔ جنہیں ان سے پہلے نہ انسان نے چھوا ہوگا۔ نہ جن نے ۵۸ - وہ گویا یاقوت اور مونگا ہیں۔ ۶۰ - کیا نیکی کے عوض میں بھلائی کے سوا کچھ ہو سکتا ہے - ۶۲ - اور ان دونوں کے علاوہ دو اور باغ ہیں۔ ۶۴ - دونوں سر سبز ہیں۔ ۶۶ - ان دونوں میں پھل ہیں اور کھجور اور انار - ۶۸ - ان میں نیک سیرت خوبصورت عورتیں ہیں۔ ۷۰ - یہ حوریں ہیں خیموں میں رہنے والی - ۷۲ - انہیں ان سے پہلے نہ کسی انسان نے چھوا ہوگا۔ نہ جن نے۔ ۷۴ - سبز قالینوں اور اچھے اچھے فرشوں پر تکئے لگائے ہوں گے - ۷۶

نوٹ :- جو آیتیں چھوڑی ہیں یعنی طاق والی - ان سب کی ایک ہی عبارت ہے - کہ " پس تم اپنے رب کی کس کس نشانی سے انکار کرو گے۔

(۴۴) سورۃ الحدید آیت ۲۱ - سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ

عرضها كعرض السماء والارض اعدت للذين امنوا بالله ورسله
ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم ○ اپنے
رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف پیش قدمی کرو۔ جس کی وسعت آسمانوں
اور زمین کی وسعت ہے۔ اور جو اللہ اور رسول پر ایمان لانے والوں کے لئے ہی
مقدر کی گئی ہے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت کرے۔ واقعی وہ بڑا ہی
صاحب فضل ہے۔ ۲۱۔

(۳۴) سورۃ الدہر آیت ۵ و ۶۔ ان الابرار يشربون من كاس كان
مزاجها كافورا ○ عينا يشرب بها عباد الله يفجرونها تفجيرا ○
نیکوں کو کافوری آمیزش والا پیالہ پلایا جائیگا۔ (۵) یہ کافور والا چشمہ ہوگا جس کا
پانی بندگان خدا پئیں گے۔ یہ کاٹ کر کہیں بہا یا لے جا سکتا ہے۔ ۶

(۳۵) سورۃ الدہر آیت ۱۲ تا ۲۱۔ وجزاهم بما صبروا جنة وحريرا
متكئين فيها على الارائك لا يرون فيها شمسا ولا زمهريرا ○
ودانية عليهم ظلالها وذللت قطوفها تذليلا ○ ويطاف
عليهم بانية من فضة واكواب كانت قواريرا ○ قواريرا من
فضة قدروها تقديرا ○ ويسقون فيها كاسا كان مزاجها
زنجبيلا ○ عينا فيها تسمى سلسبيلا ○ ويطوف عليهم ولدان
مخلدون اذا رايتهم حسبتهم لؤلؤا منثورا ○ واذا رايت
ثم رايت نعيما وملكا كبيرا ○ عليهم ثياب سندس خضر
واستبرق وحلوا اساور من فضة وسقهم ربهم شرابا
طهورا ○ اور انہوں نے جو صبر کیا تھا اس کے بدلے انہیں بہشت اور ریشمی
کپڑے ملیں گے۔ ۱۲۔ تختوں پر تکیے لگائے ہوں گے نہ تپش نہ سردی ۱۳۔ درختوں

کے سائے ان پر جھکے پڑتے ہیں۔ اور پھل ہیں کہ اُن کے اختیار میں ہیں۔
۱۴۔ اور ان پر شیشے جیسے صاف چاندی کے برتنوں اور آبخوروں کا دور چلیگا
۱۵۔ اور شیشے بھی چاندی کے کہ قدرت نے ان کے لئے مقدر رکھے ہیں۔ ۱۶۔
وہاں انہیں سونٹھ کی آمیزش والے پانی کے پیالے پلائیں گے۔ ۱۷۔ بہشت
میں اس پانی کا چشمہ ہوگا۔ جس کا نام سلسبیل ہے۔ ۱۸۔ اور بہشتوں کے اِرد گرد
ہمیشہ رہنے والے بچے ہوں گے ایسے خوبصورت کہ تو انہیں دیکھے تو یہی سمجھے کہ
بس بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ ۱۹۔ اور جب تو دیکھے گا تو بڑی نعمت اور سلطنت
کا وہاں سامان پائیگا۔ ۲۰۔ جنتیوں پر کپڑے ہوں گے سبز ریشمی سفید اور دبیز۔
اور ان کو چاندی کے کپڑے پہنائے جائیں گے۔ اور ان کا پروردگار، انہیں پاکیزہ
پینے کی چیزیں پلائے گا۔ ۲۱

(۳۶) سورہ تطفیف۔ آیت ۲۲ تا ۲۸۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۲۲ عَلَی
الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ ۲۳ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ۲۴
یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۲۵ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَ
سِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۲۶ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ ۲۷ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا
الْمُقَرَّبُوْنَ ۲۸ بے شک نیک لوگ بڑی نعمتوں میں ہوں گے۔ ۲۲۔ تختوں پر بیٹھے
دیکھ رہے ہونگے۔ ۲۳۔ تو اُن کے چہروں سے ہی خوش حالی کا نظارہ دیکھ پائیگا
۲۴۔ ان کو مہر بند خالص شراب پلائی جائے گی۔ ۲۵۔ اسکی مہر مشک کی ہوگی۔
رشک کرنے والوں کو اسی کا رشک کرنا چاہئے۔ ۲۶۔ اس میں تسنیم کی آمیزش
ہے یعنی سب سے بہترین چیز کی۔ ۲۷۔ تسنیم ایک چشمہ ہے۔ جس کا پانی مقرب
لوگوں کو پلایا جاتا ہے۔ ۲۸۔

(۳۷) سورہ البینت آیت ۸ میں بہشت کا بیان کرتے ہوئے جنتیوں کے

لئے لکھا ہے۔
رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ ط یعنی اللہ ان سے راضی اور وہ ان سے خوش۔

۳ ۔ اصل مفہوم کو نہ سمجھنے کا نتیجہ

آیات محولہ بالا کے اندر بہت سے الفاظ اور فقرات کو سمجھنے میں غلطی کھا کر علمار اسلام اور نکتہ چیں لوگ فضول سی بحثوں میں پڑ رہے ہیں۔ مخالف لوگ ترجموں وغیرہ کے الفاظ کو اپنے خیال کے مطابق اور اکثر بڑے مذاق اور تعصب پر مبنی تمسخر و اعتراضات کا نشانہ بناتے ہیں اور مترجم و مفسر صاحبان اس ناواقفیت کی وجہ سے جس کا ہم کئی جگہ ذکر کر آئے ہیں۔ اعتراضات کا قلع قمع کرنے کے بالکل ناقابل ہو رہے ہیں۔ جہاں باغوں و نہروں کا ذکر آیا اس دنیا والی نہریں سمجھ لیں۔ اور عیاش لوگ جس طرح خاص موسموں میں اپنی محبوبہ کو ساتھ لئے باغوں وغیرہ کی سیر کرتے اور درختوں کے سایہ سے اور پھل وغیرہ کا عیاشانہ عیش و عشرت کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ قرآن کے الفاظ کا وہی مدعا سمجھکر عجیب ہی جولانیٔ طبع دکھائی گئی۔ اور جنت میں بیویوں کا ذکر دیکھکر اس عیش پرستی کو حق بجانب سمجھا گیا۔ بیویوں کا لفظ صیغہ جمع میں تھا۔ اس لئے سمجھا گیا کہ ہر جنتی کو بہت سی حوریں یا بیویاں ملیں گی اور خاص وقتوں میں ستر کا عدد جو پاک سمجھا جاتا تھا۔ حور کے ساتھ ایزاد کیا گیا۔ ایسا ہی غلمان کا لفظ بھی بڑے مفہوم کے ساتھ ملا کر ۷۲ کی تعداد لکھدی گئی۔ زیور، پوشاک شراب وغیرہ کے سب الفاظ آج کل کے مذاق کی کسوٹی پر کسے گئے حوروں کو کسی انسان یا جن نے نہ چھوا ہوگا۔ نیز اُن کی بڑی بڑی اور نیچی آنکھیں وغیرہ اس معنی میں لی گئیں کہ شہوت پرست انسانوں کی عشرت کا

وہ مطالبہ پورا کیا جاوے۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے علاوہ کسی اور سے اپنی محبوبہ کا تعلق پاکر اسے قتل تک کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ حسن بن صباح نے جو فرضی بہشت اس دنیا میں تیار کرکے وہ ناکردنی عمل کرائے جن کا بیان ہی بڑے سے بڑے قوی دل کو لرزاتا ہے۔ وہ بھی محض قرآنی بہشت کی حقیقت کو نہ سمجھنے کا نتیجہ تھا۔ ذیل کے چند نمبروں میں اس غلط فہمی کی توضیح کرکے ہم ویدک سورگ کا بیان پیش کریں گے۔ جس کی تصدیق آیات محولہ بالا کا واحد مقصود ہے۔

۴۔ محض تمثیلی بیان

سب سے پہلی بات قابل غور یہ ہے کہ آیت ۲۵ سورۃ بقر میں اول ہی اول جنت کا ذکر کرکے آیت نمبر ۲۶ میں کہا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ "تحقیق اللہ کو کسی مثال کے بیان کرنے میں عار نہیں۔ خواہ وہ مچھر کی ہو یا اس سے بھی بڑھ کر حقیر چیز کی۔ سو حق کو قبول کرنے والے تو کہتے ہیں کہ یہ صحیح ہے اور ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ مگر منکر لوگ کہتے ہیں کہ اس مثال کے بیان کرنے کی خدا کو کیا غرض تھی۔ اکثروں کو وہ اس سے گمراہ کرتا ہے اور اکثروں کو ہدایت دیتا ہے مگر گمراہ ہوتے ہیں تو فاسق ہی ہوتے ہیں۔"

گویا قرآن نے فوراً ہی فرما دیا کہ آیت ۲۵ والے بیان جنت کو مثال سمجھو اسے امر واقعہ سمجھنا ضروری نہیں۔ بیویوں اور نعمتوں کا بیان بطور مثال تھا کہ

بہشت کا خیال راحتوں وغیرہ کے نکتہ نگاہ سے عوام کو اپنی طرف مائل کرے۔ اور وہ نیک اعمال کریں۔ منکر لوگ اعتراض کرسکتے تھے کہ روحانی نجات کا ذکر اور اس میں عورتوں کا تعلق! لامحالہ خدا کو شایاں نہیں۔ لیکن آنحضرت کا جواب یہ ہے کہ مثال بذات خود کیسی بھی ہو۔ نیک اور ایماندار لوگ اسے قبول کرتے اور اصل مطلب اخذ کرتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اکثر لوگوں پہ کسی مثال سے کوئی بڑا خیال بھی نقش ہوتا ہے۔ لیکن اس میں مثال کا قصور یا نقص نہیں۔ اس فسق و فجور کا نقص ہے جو ان کے دلوں میں پہلے بھرا ہوا ہے۔ بہرحال یہ آیت ان لوگوں کے کان اچھی طرح کھول رہی ہے جو سچ مچ حور و غلمان کو ہی آخری منزل سمجھ یا بتا رہے ہیں۔

۵ - الٹے اور سیدھے مطلب

یہ بھی قابل غور امر ہے کہ باغ نہریں۔ بیویاں اور نعمتیں اپنی ظاہری صورت میں بھی قابل اعتراض نہیں۔ ان کا وجود محض عیاش طبع لوگوں سے ہی تعلق نہیں رکھتا بلکہ سچ پوچھو تو قدرت نے انہیں ان لوگوں کے لئے مقصود ہی نہیں رکھا نیک۔ خداپرست اور پرہیزگار لوگ ان کی بدولت شریفانہ زندگی بسر کرکے عاقبت کو سدھارنے کا انتظام کرتے ہیں۔ ان کو عیاشی کا ذریعہ بنانا انسان کی گمراہی کا ثبوت ہے نہ کہ عیاشی کے امر معروف ہونے کا۔ پس اگر الفاظ قرآنی کو دنیوی سامانوں اور ان کے عیاشانہ استعمال کے خیال سے کوئی مفسر یا محدث پیش کرتا ہے۔ تو وہ قرآن کے خلاف جاتا ہے۔

۶ - وہی پہلی نعمتیں

سورگ یا بہشت دو قسم کا ہے ایک جسمانی دوسرا روحانی۔ جسمانی جنت کا تعلق ان ہی سامانوں سے ہے۔ جن سے دوزخ والوں کا تعلق ہے نیک لوگ

بھی عورت بال بچے اور دولت والے ہو سکتے ہیں۔ اور بد بھی ان نعمتوں کے مالک ہیں۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ بد لوگ جہالت کی وجہ سے ان سامانوں کا بُرا استعمال کر کے انہیں اپنے لئے جہنم مجسم بنا لیتے ہیں اور نیک عالم لوگ علم و ہدایت الٰہی کے مطابق تمام چیزوں سے تعلق رکھکر انہیں راحت و سکھ کا موجب بناتے ہیں اور اس دُنیا میں بہشت کا نظارہ دیکھتے ہیں۔ اسی خیال کو مدِّ نظر رکھ کر یہ کہا جاتا ہے کہ یہی چیزیں ہمیں پہلے ملی تھی (اور ہماری جہالت سے دُکھ دیتی تھیں)

۷۔ متشابہ پھل

متشابہ پھل والا لفظ دوسرے یعنی روحانی جنت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس حالت میں نہ ہی دینوی سورگ والے سامان نہیں ملتے۔ لیکن ان کے مُتشابہ ضرور ملتے ہیں وہ کس طرح۔ دینوی سُورگ میں بھی دوست اور رشتہ دار ہیں تو نجات میں بھی مکت آتما یا نجات یافتہ رُوحوں سے سب کا دوستی وغیرہ کا تعلق ہے۔ اگر دینوی سامان سے راحت دینوی بہشت میں ملتی تھی تو روحانی بہشت میں خدا کے قرب سے حقیقی راحت اور سرور ملتا ہے۔ دینوی بہشت میں بھی عقل اور محسوسات پر مبنی علم حاصل ہوتا ہے تو نجات میں بھی رُوح کو علم کا بے نقاب انکشاف حاصل ہوتا ہے۔ غرضیکہ جیسے مادہ علت ہے۔ اور مرکب اشیاء معلول ہیں اور اس طرح باوجود ہی ہستی نہ ہونے کے دونوں میں ہستی کی مشابہت ہے۔ جیسے رُوح سے محسوس ہونے والا سکھ اور حواس سے محسوس ہونے والا سکھ ایک نہیں لیکن ان میں مشابہت بیان ہوتی ہے۔ ویسے ہی دنیا میں جو پھل ملتے ہیں وہ جسمانی لحاظ سے ہیں اور جنت نجات میں روحانی لحاظ سے اور وہ ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔

اور ہزاروں تمثیلیں روز بیان ہوتی ہیں کہ جیسے گیہوں یا آم کے بیج بوکر ہم اناج اور پھل پاتے ہیں۔ ویسے ہی سچے گیان کا بیج بوکر ہم نجات کا پھل پاتے ہیں۔ وغیرہ۔ پس جسمانی اور روحانی تعلقات کے فرق سے نتیجہ ایک نہیں کہا جا سکتا۔ متشابہ ہی کہا جا سکتا ہے۔

۸۔ ازواج مطہرہ

ازواج جمع ہے زوج کی اور اس کے معنی ہیں ہمنشین۔ ساتھی یا جوڑے کا دوسرا فرد۔ مرد کا زوج کہیں تو عورت اور عورت کا زوج مرد ہے۔ جسمانی بہشت میں مردوں کو طہارت مآب اور عفت مجسم عورتوں کا ملنا وہ نعمت ہے جو خانہ داری کی راحت اور کامیابی کا واحد مول منتر ہے اور ایسی نیک پاک بیویوں کی تعریف قرآن مطہرہ لفظ سے ادا کرتا ہے۔ لیکن ازواج کا لفظ جمع میں آنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ایک مرد کو بہت سی بیویاں ملیں گی، بلکہ اہل جنت بھی بہت ہیں۔ اور بیویاں بھی بہت۔ آج کل بھی بڑے بڑے شہروں کیا اور چھوٹے چھوٹے گاؤں میں کیا باعصمت پاکدامن عورتوں کے ہر قسم کے نعامل سے ہی اکثر مرد لوگ جنت میں مانے جاتے ہیں۔ نیک میاں اور نیک بیوی کا میل کون سے شکھ کو اپنی طرف نہیں کھینچتا۔ پس یہ خیال کہ ایک مرد کو زیادہ بیویاں ملینگی بہشت سے ہرگز کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ قرآن کثیر الازدواج کے خلاف ہے۔ سورۃ النساء کے شروع میں یتیم لڑکیوں کی حفاظت کے متعلقہ فرض بتاتے ہوئے کہا ہے کہ خواہ دو تین یا چار تک نکاح اور عورتوں سے کر لو۔ یتیم لڑکی کے ساتھ بے انصافی نہ کرو۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ایک سے زیادہ عورتوں کا ہونا بھی قرآن گناہ مانتا ہے۔ گو یتیم لڑکی سے بے انصافی کا ہونا اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ فَاِنْ خِفْتُمْ

أَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً۔ یعنی زیادہ عورتوں کے ہونے میں عدل کا اطمینان نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ایک ہی عورت سے نکاح کرو۔ پس جب خود قرآن کا حکم صاف ہے تو زیادہ عورتوں یا حوروں کا مطلب لینا چہ معنی آخر جسم والی عورتوں کا تعلق جسمانی یا دنیوی بہشت تک ہی تو ہے۔ رہا روحانی جنّت۔ اس میں یہاں والی عورتیں مقصود ہی نہیں ہوسکتیں۔ روح کی ازواج جو تجات ہیں اس کے ساتھ رہتی ہیں۔ محض اس کی فطرتی طاقتیں ہیں اور وہ جب سے روح ہے تب سے اسکے ساتھ ہیں۔ چنانچہ حوالہ نمبر ۲۲ سورۂ ص میں ان بیویوں کو جو ہم عمر کہا ہے اسکا صاف مطلب یہی ہے۔ اور ان طاقتوں کو بجا طور پر ازواج مطہرہ کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ہر روح کی طاقتیں کبھی کسی دوسری روح سے تعلق رکھ ہی نہیں سکتیں۔

یہ امر قابل نوٹ ہے کہ دنیوی زندگی میں بھی ازواج مطہرہ کی بدولت ہی جنت قائم رہ سکتا ہے نہ انہیں کسی انسان نے چھوا ہو نہ جن نے۔ یہ جو کئی آیتوں میں لکھا ہے اسکا صاف مطلب یہ ہے کہ لڑکی شادی سے پہلے انتہائی پرہیزگار رہی ہو۔ اور شادی کے بعد بھی عورت و مرد مقررہ قواعد کی پابندی کرتے ہوئے باہم مباشرت کریں۔ میاں بیوی راحت سے گذر بھی اسی صورت میں کرسکتے ہیں۔ شادی شدہ مرد عورت بھی طریق معروف کو توڑ کر شہوت پرستوں اور زانیوں والی تکلیفیں ہی اٹھاتے ہیں اور اس صورت میں نہ تو مرد پاک اور جنّتی ہیں اور نہ ازواج مطہرہ کہلا سکتی ہیں۔

۹ - نجات کی ہمیشگی

جنت کے متعلق اکثر جگہ یہ لفظ آتا ہے خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ساتھ ہی کہیں اَبَدًا کا لفظ بھی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ نجات غیر محدود ہوگی۔ اس سے پھر کبھی لوٹنا نہ ہوگا۔ لیکن یہ مفہوم صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہر شے کے ساتھ جو لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اسکا مفہوم اس شے کے فطرتی تقاضہ کی حد سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ ہم اپنی چھوٹی سی زندگی میں ہمیشہ کا لفظ اکثر ایسے زمانوں کے لیئے استعمال کرتے ہیں کہ جو اس زندگی کا بھی عشر عشیر ہی ہو۔ جیسے ہمیشہ اگر ایک مقررہ وقت پر کھانا کھائیں تو کہتے ہیں میں ہمیشہ ۱۱ بجے کھانا کھا لیتا ہوں۔ اگر کسی محتاج سے وعدہ کریں کہ میں ہمیشہ تمہیں دس روپے ماہوار دیتا رہوں گا تو اسکے معنی یہی ہیں کہ جب تک لینے والے کو حاجت ہے یا جب تک دینے والا زندہ ہے یا دے سکتا ہے۔ پس ہمیشہ کے لیئے جنت میں رہنے کا بھی محض یہی مفہوم ہے کہ دنیوی جنت میں رہیگا۔ جب تک اس کی یہ زندگی ہے۔ اور روحانی جنت میں رہیگا۔ جب تک انصاف ایزدی کے مطابق محدود العلم روح کو نجات کا سکھ ملنا چاہیئے۔ اور اسی لئے تحیتہ لفظ کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی دیر پا زندگی ہے ہمیشگی روح کے لئے خدا والی ہمیشگی ہو نہیں سکتی۔ وائسرائے کو بھی مقررہ ماہانہ ملتا ہے گورنر کو بھی۔ تحصیلدار کو بھی اور چپراسی کو بھی۔ اگر کہا جاوے کہ وائسرائے گورنر تحصیلدار اور چپراسی سب سرکار سے تنخواہ پاتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہ ہوگا کہ سب کی تنخواہ ایک ہے۔ ایسا ہی اگر یہ کہا جائے کہ ہسپتال کے ڈاکٹر۔ کمپونڈر۔ نرسیں۔ ملازم اور مریض سب ایک بجے سے پہلے کھانا

کھا لیتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ سب کو ایک سا کھانا ملتا ہے۔ پس لفظ کا مفہوم اس ہستی کی حقیقت سے وابستہ ہے۔ جس کے ساتھ وہ تعلق رکھتا ہے۔ اور نجات کی ہمیشگی روح کی میعاد نجات تک کے اندر ہی رہیگی۔

۱۰ - کہاں روحانی سرور اور کہاں لذات نفسانی

آیات قرآنی میں بار بار یہ ذکر آیا ہے کہ جنت میں نہ رنج ہوگا نہ دکھ نہ مشقت نہ تھکان نہ موت۔ جہاں چاہیں گے رہیں گے۔ جو چاہیں گے پائیں گے۔ وہاں کوئی لغو حرکت نہ ہوگی آبحیات پینے کو ملیگا حالت سرور قائم رہیگی۔ پائدار نعمتیں ملینگی۔ خدا کی تقدیس اور تعریف ہوتی رہیگی۔ خدا کی رضا۔ خوشنودی اور رحمت شامل حال رہیگی۔ اس قسم کے جملہ بیان پیش نظر رکھتے ہوئے کون شخص اس بات کو تسلیم کر سکتا ہے۔ کہ قرآنی جنت سے لذات نفسانی کا تعلق جوڑنے والے لوگ حق بجانب ہیں۔ ان لذات کے غلام نہ لغو حرکات سے بچ سکتے ہیں نہ دکھ اور تھکان وغیرہ سے پس پاک روحانی سرور اور قرب الہی ہی نجات کی خصوصیت ہے۔

۱۱ - زیور - برتن اور کپڑے

سونے چاندی کے زیور۔ برتن اور ریشمی کپڑے اگر غور سے دیکھیں۔ تو دنیوی جنت میں پہلے عملوں کے عوض میں ملتے اور نیک لوگوں کے لئے موجب آرام نیز ان کی فضیلت کا نشان ہیں۔ مالدار ہونا سکھ میں معاون ہوتا ہے اور دنیوی مال سے دوسروں کو سکھ پہونچا کر انسان نیکنامی اور شہرت حاصل کرتا ہے۔ لیکن اگر روحانی نجات کے لحاظ سے دیکھیں تو یہ مادی سامان بالکل غیر متعلق ہیں۔ جیسے اگنی کے کثیف معنے مادی آگ اور سورج کے ہیں اور

لطیف معنے علم اور عالم آدمی کے ۔ اسی طرح مادی جنّت میں جو سونا چاندی وغیرہ کے سامان ہیں ۔ روحانی نجات میں وہ علم ۔ نیک خیالات ۔ ذکر الٰہی اور روحانی سرور وغیرہ کے معنوں میں ہیں ۔

۱۲ ۔ سر سید احمد اور قرآنی جنّت

تفسیر القرآن میں سر سید صاحب نے قرآن کے بیان جنت کی حقیقت اچھی باریک بینی سے غور کیا ہے اور صفحہ ۱۳۱ پر بہشت کی ماہیت کو اس آیت سے منسوب کیا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ " (سورہ الم سجدہ آیت ۱۷)

یعنی کوئی نہیں جانتا کیا ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) چھپا رکھی گئی ہے ۔ اس کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے "۔ اس قُرَّۃِ اَعْیُن کی تشریح آپ بخاری اور مسلم کے حوالہ سے یوں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیار کی ہے میں نے اپنے بندوں کے لئے وہ چیز جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہے اور نہ کسی کان نے سُنی ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا ہے ۔ پس اگر حقیقت بہشت کے یہی باغ اور نہریں اور موتی کے اور چاندی سونے کے اینٹوں کے مکان اور دودھ و شراب اور شہد کے سمندر اور لذیذ میوے اور خوبصورت عورتیں اور لونڈے ہوں تو یہ قرآن کی آیت اور خدا کے فرمودہ کے بالکل مخالف ہے ۔ کیونکہ ان چیزوں کو تو انسان جان سکتا ہے ۔ اور اگر فرض کیا جاوے کہ ویسی عمدہ چیزیں آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں نے سُنیں ۔ تو بھی وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ سے خارج نہیں ہوسکتیں ۔ عمدہ ہونا ایک اضافی صفت ہے اور جبکہ ان سب چیزوں کا نمونہ دنیا میں موجود ہے تو اس کی صفت اضافی

کو جہاں تک کہ ترقی دیتے جاؤ۔ انسان کے دل میں اس کا خیال گذر سکتا ہے۔ حالانکہ بہشت کی ایسی حقیقت بیان ہوئی ہے کہ لَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ۔ پس بہشت کی جو یہ تمام چیزیں بیان ہوئی ہیں در حقیقت بہشت میں جو قُرَّۃَ اَعْیُنٍ ہوگا اس کو سمجھانے کے لئے بقدر طاقت بشری تمثیلیں ہیں نہ بہشت کی حقیقتیں" اس کے بعد آپ وجوہات دیتے ہیں کہ جو چیزیں دیکھی یا سنی نہ گئی ہوں اُن کی نہ سمجھ آسکتی ہے نہ شخص متعلقہ کے لفظوں میں انہیں بیان کیا یا سمجھایا جا سکتا ہے۔ تاہم جب انسان کو کسی کام کے کرنے نہ کرنے کو کہا جائے تو اس کی طرف رغبت یا نفرت ہونے کے لئے نفع نقصان کو سمجھنے کا وہ شخص خواہاں ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے ہر ریفارمر تمثیل یا تشبیہ سے نفع نقصان بتاتا ہے قُرَّۃِ اَعْیُنٍ کی ماہیت یا حقیقت یا کیفیت یا اصلیت کا بتانا تو محالات سے ہے۔ اس لئے انبیاء نے ان راحتوں اور لذتوں یا رنج اور تکلیفوں کو جو انسان کے خیال میں ایسی ہیں جو ان سے زیادہ نہیں ہو سکتیں۔ بطور جزا و سزا ان افعال کے بیان کیا ہے اور غرض ان سے بعینہ وہی اشیاء نہیں ہیں بلکہ جو رنج و راحت لذّت و کلفت ان سے حاصل ہوتی ہے اس کیفیت کو قُرَّۃَ اَعْیُنٍ سے تشبیہاً بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ گو وہ تشبیہہ کیسی ہی ادنیٰ اور ناچیز ہو۔

یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا کی ہوئی ہے۔ اس میں سنگ مرمر کے اور موتی کے جڑاؤ محل ہیں۔ باغ میں سرسبز و شاداب درخت ہیں دودھ شراب و شہد کی ندیاں بہ رہی ہیں ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے۔ ساقی و ساقین نہایت خوبصورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئے جو ہمارے

ہاں کی گہو سنیں پہنتی ہیں۔ شراب پلا رہی ہیں ایک جنتی ایک حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے ایک نے ران پر سر دھرا ہے۔ ایک چھاتی سے لپٹا رہا ہے ایک نے لب جاں بخش کا بوسہ لیا ہے۔ کوئی کسی کونے میں کچھ کر رہا ہے کوئی کسی کونے میں کچھ۔ ایسا بیہودہ پن ہے جس پر تعجب ہوتا ہے۔ اگر بہشت یہی ہے تو بلا مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔"

صفحہ ۲۴۴ پر آپ نے پھر ثابت کیا ہے کہ بانیٔ اسلام کا ان چیزوں کے بیان سے صرف اعلیٰ درجہ کی راحت کا بقدر فہم انسانی خیال پیدا کرنا مقصود تھا۔ نہ واقعی ان چیزوں کا بہشت میں موجود ہونا اور ترمذی کی روایت ثبوت میں پیش کی ہے جو حسب ذیل ہے :-

"ایک شخص نے آنحضرت سے پوچھا کہ کیا بہشت میں گھوڑا بھی ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ تو سرخ یاقوت کے گھوڑے پر جہاں چاہیگا سوار ہو کر اڑتا پھریگا۔ پھر ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت وہاں اونٹ بھی ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ وہاں جو کچھ چاہوگے سب کچھ ہوگا" پس اس جواب سے مقصد یہ نہیں ہے کہ درحقیقت بہشت میں گھوڑے اور اونٹ ہوں گے بلکہ صرف ان لوگوں کے خیال میں اس اعلےٰ درجہ کی راحت کا خیال پیدا کرنا ہے جو ان کے خیال اور ان کی عقل و فہم و طبیعت کے مطابق اعلےٰ درجہ کی ہوسکتی تھی۔"

۱۴۔ بیان القرآن کی رائے

تفصیلات میں کچھ اختلاف ہونے ہوتے بھی مولانا محمد علی صاحب نے اصولاً جنت کے متعلق وہی رائے دی ہے جو آنریبل سر سید کی ہے

آپ جنت لفظ کو جن سے مشتق مانتے ہیں اور اسکے معنی یہ پیش کرتے ہیں وہ کسی چیز کا حواس ظاہری سے مخفی رکھنا (غ) ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ جنت میں پہلی نعمتوں کے متشابہ نعما ملنے کا مفہوم یہ ہے کہ جسمانی جنت میں مادی نعمتیں ملیں گی جو حواس سے محسوس ہوتی ہیں لیکن روحانی جنت یا حالت نجات میں لطیف نعمتیں ہوں گی - جو روحانی سرور بخشیں گی - اور مولانا صاحب نے جو معنی پیش کئے ہیں وہ صاف طور پر اسی پوزیشن کو واضح کرتے ہیں - آگے لکھا ہے بہشت کا نقشہ جو قرآن کریم نے کھینچا ہے وہ گویا بہ طور مثال ہے اور یہ اسلئے کہ جنت کی نعمتیں انسان کے حواس ظاہری سے مخفی رکھی گئی ہیں - (غ) جیسا کہ لفظ جن کے اصل معنی بتانے ہیں - اور قرآن کریم نے اس اخفا کو دوسری جگہ خود بیان فرمایا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ (السجدہ - ۱۷) اس سے آگے الانہار وغیرہ کو بھی بہ طور مثال ہی مانا ہے - صفحہ ۳۶ پر بھی یہی بتایا ہے اور ابن عباس سے روایت پیش کی ہے کہ جو چیزیں جنت میں ہیں وہ جنت کی کسی چیز سے سوائے نام کے مشابہت نہیں رکھتیں - پھر حدیث صحیح اور قرآن سے سر سید احمد صاحب والے حوالہ جات پیش کر کے آخر نتیجہ نکالا ہے کہ جنات سے مراد ایسے باغ تو نہیں جیسے یہاں ہیں اور نہ نہروں سے مراد ایسی ہی پانی کی نہریں ہیں - وہ کیا ہیں - اس حقیقت کا علم وہاں ہوگا - فی الحقیقت روحانی احساس سے تعلق رکھنے والا سرور جسمانی حواس سے محسوس ہونا ہی ناممکن ہے - اسے لفظوں میں بیان کرنا انسان کے احاطہ سخن سے ہی باہر ہے - صفحہ ۳۶ پر دفعہ ۳۹ میں متشابہ اور مطہرہ کے متعلق

نوٹ پیش کرنے کے بعد لکھا ہے۔

خالدون۔ خلد سے ہے اور خلود کے معنی ہیں کسی چیز کا فساد کے واقع ہونے سے بری رہنا اور اس کا بقا اس حالت پر جس پر وہ ہو (غ) اور خلود فی الجنۃ کے معنے امام راغب کے نزدیک بھی یہی ہیں یعنی اشیاء کا بقا اس حالت پر جس پر وہ ہیں بغیر اس کے کہ ان میں فساد واقع ہو۔ بہ الفاظ دیگر وہاں تنزل نہیں جس طرح اس دُنیا میں ہے اور ہمیشگی کے معنے اس میں بطور استعارہ ہیں (غ) اور روح المعانی میں ہے کہ خلود معتزلہ کے نزدیک بقائے طویل یعنی زمانہ دراز تک رہتا ہے۔ خواہ منقطع ہو جائے خواہ نہ ہو۔ مولانا صاحب جو نجات کو غیر محدود کہتے ہیں اس کا جواب اور جگہ مفصل دیا گیا ہے یہاں مثل اور جگہوں کے وہ خود نجات کو عرصہ دراز کی زندگی ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔

جنت کے پھلوں کے متعلق یہ کہنا کہ یہ وہ ہے جو ہمیں پہلے یعنی دنیا میں دیا گیا۔ مراد جسمانی پھل تو نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ پھل تو سب مومنوں کو دنیا میں ملتے ہیں۔ پس مراد اعمال حسنہ کے اثرات ہیں۔ جن کو روحانی طور پر مومن یہاں بھی پالیتا ہے۔ اور متشابہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ گو وہ آخرت کے پھل الگ ہوں گے۔ مگر اعمال حسنہ کے متشابہ ہوں گے جس طرح بدی کی سزا اس کی مثل ہے۔ اسی طرح نیکی کا پھل بھی اس نیک عمل سے ملتا جلتا ہے۔

۱۴۔ حمائل التفسیر کی رائے

اعمال اور ایمان صالحہ کے ساتھ جو بندہ سعید دنیا سے گذرتا ہے۔ اسکے ساتھ بہت قسم کی خواہشات اور لذات ہوتی ہیں جو جسمانی قوائے کے ساتھ پیدا

ہوتی تھیں۔ وہ اب روحانی عالم میں متمثل ہو کر پیش آتی ہیں۔ جیسا کہ لفظ متشابہ سے ظاہر ہے .... جو جسمانی لذات از قسم پھل و دودھ و شہد و ازدواج بہشت میں گنائی گئی ہیں ان کی کیفیت دنیاوی چیزوں سے علیحدہ ہے۔ چنانچہ ازواج کی نسبت کہا ہے کہ وہ مطہرہ ہونگی ایسے دودھ کی نہریں ہونگی جس کا ذائقہ نہیں بدلیگا۔ ایسے پانی کی نہریں ہونگی جو سڑنے والا نہیں۔ شراب ایسی ہوگی جو خود پاک اور دوسروں کو پاک کرنیوالی ہے۔ جس سے نہ تو بدمستی ہے اور نہ خمار۔ عورتیں ہم عمر ہوں گی۔ کوئی لغو یا جھوٹی بات وہاں پر نہ ہوگی۔ تمام جسمانی چیزیں متغیر الکیفیت اور زوال پذیر ہیں لیکن وہ کبھی متغیر نہ ہونگی اور نہ ان میں زوال آئیگا۔ ان لذات کو اہل باطن لوگ خوابات اور مکاشفات کی حالت میں اس دنیا میں بھی محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ ۵۵/۴۶ اس شخص کے واسطے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے دو جنت ہیں یعنی ایک اس جہان میں اور ایک اُس جہان میں ...۔ اصل حقیقت بہشت کی یہی ہے جو نیک بندے کی خواہشات ہوں وہ سب پوری ہوں۔ انسان کی خواہشات اپنے اپنے مذاق اور عادات کے مطابق مختلف ہوتی ہیں۔ اس لئے جس جس قسم کی خواہشات نیک بندہ میں بہشت کے اندر پیدا ہوں گی وہ سب پوری کی جائینگی۔ خواہ وہ از قسم لذات جسمانی و روحانی ہوں۔ خواہ خالص روحانی۔

۱۵ - حاصل کلام

خوف طوالت مزید حوالہ جات پیش کرنے میں مانع ہے۔ لہذا محض یہ

حاصل کلام پیش کرنا کافی ہے کہ کیا قرآن خود اور کیا بعض اس کے فاضل مفسر اس امر کے شاہد ہیں کہ قرآنی جنت کا بیان قرآن میں تمثیلی طور پر کیا گیا ہے مگر ساتھ ہی اس امر کے کافی اشارات دئے ہیں کہ اس کا باطنی مفہوم بھی ہر اہل عقل کو معلوم ہو سکے اور جب پوزیشن یہ ہے تو ۱۔ حور۔ ۲۔ غلمان - جذبات نفسانی کی سیری - اس دنیا کی مادی نعمتیں۔ ظاہری پھل - پانی کی یا دودھ - شہد و شراب کی نہریں جو عوام الناس میں دنیا سے علیحدہ کسی جنت میں مشہور کی جا رہی ہیں - صریحاً قرآن کے خلاف ہیں - لہذا ان ظاہری الفاظ کے باطنی مفہوم کو سمجھنا اور لطیف روحانی نعمتوں کا روح سے تعلق ماننا قائلین نجات کے لئے ضروری ہے پھر ان روحانی نعمتوں کی اصل حقیقت کیا ہے اور جنت کا لفظ اور قرآن والا بیان قدیم سے کس طریق پر مانا جاتا ہے - اسکو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ وید سے سورگ کا بیان پیش کر کے نفس مضمون کی تمام پیچیدگیوں کو حل کیا جاوے - چونکہ قرآن قدیم دھرم کا ہی قائل ہے - اور اسی کی تعلیم کا مصدق ہے - لہذا قرآنی جنت کے صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے ویدک سورگ پر غور ہونا لازمی ہے -

۱۶ - ویدک سورگ

قرآن میں جنت کا لفظ جسمانی اور روحانی دونوں طرح کی کامیابی کے لئے استعمال کیا گیا ہے - بہشت میں تمام دنیوی راحتیں اور نعمتیں اور اطمینان قلب انسان کو ملتا ہے تو نجات میں خالص روحانی سرور ملتا ہے - وید میں ان دونوں حالتوں کو سورگ لفظ سے بیان کیا جاتا ہے - سورگ : स्व بمعنی سکھ سے مشتق ہے - ہر حالت اور ہر مقام

جس میں انسان دُکھوں سے بچتا اور راحت پاتا ہے۔ سورگ ہے۔ روحانی سورگ کے لئے جو مُکتی کا لفظ بولا جاتا ہے اس کے معنی ہیں دُکھوں سے چھوٹنا۔ دنیوی زندگی میں بھی انسان خاص تعلقات کی قید سے چھوٹتا ہے۔ تو کہتا ہے میں ان سے مُکت ہو گیا اور سُکھ کے ملنے سے کہتا ہے میں سُورگ میں ہوں۔ سب سے اعلےٰ سُکھ کا معیار روح کے لئے یہ ہے کہ وہ جسم یعنی جنم اور مرن کی قید سے چھوٹ کر راحت اور سرور مجسم پرماتما کے وصل سے خالص آنند پائے۔ پس سرسری نظر پر ہی معلوم ہوتا ہے کہ وید اور قرآن دونوں میں جنت اور سورگ کے دو لفظ ایک ہی مفہوم کو پیش کرتے ہیں عربی اور سنسکرت زبان میں جو فرق ہے اس کے مطابق قرآنی جنت اور ویدک سورگ میں بھی بیان کا فرق ہونا لازمی ہے۔ ویدک سنسکرت کے الفاظ کے معانی اور تعلقات کے مقابلہ پر عربی وغیرہ کسی اور زبان میں بھی ایسے الفاظ ملیں جو ہو بہو وہی معنے اور تعلقات رکھتے ہوں۔ ناممکن ہے تاہم اصول جو ان دونوں بیانوں کی تہ میں کام کرتا ہے۔ ایک ہی ہے چنانچہ ہم وید منتروں کے حوالہ جات دیگر ساتھ کے ساتھ یہ واضح کریں گے کہ نفس مضمون قرآن میں بھی وہی ہے۔

۱۷ - سورگ کا استحقاق

اتھرو وید کانڈ ۴ سوکت ۳۴ - منترا

ब्रह्मास्य शीर्षं बृहदस्य पृष्ठं वामदेव्यमुदरमोदनस्य।
छन्दांसि पक्षौ मुखमस्य सत्यं विष्टारी जातस्तपसोऽधि यज्ञः॥

یگیہ تمام کائنات کے اندر پھیلا ہوا ہے یہ ریاضت (تپ) سے آشکار ہوتا ہے یہ یگیہ ایسا اودن (خوبیوں و طاقتوں کا مجموعہ) ہے

کہ برہم (وید گیان) اس کا سر ہے - کل کائنات (برہمانڈ) اس کی پیٹھ ہے جیو دھاری متحرک و غیر متحرک جہان اس کا پیٹ ہے - اور گیان (علم) اور کرم (عمل) نام اس کے دونوں پہلو یا بازو جیسے ہیں - اور اس کا منہ سچائی ہے -

۱۸ - یگیہ اور اودان

وید کا لفظ یگیہ نہایت وسیع مفہوم رکھتا ہے - اس کا اشارہ دینے کے لئے دیو پوجا سنگتی کرن اور دان کے تین لفظ استعمال کئے جاتے ہیں - پوجا کے معنی عبادت عزت بجا استعمال وغیرہ ہیں اور پرمیشور سب سے بڑا دیو اور واحد معبود ہے - علم عمر اور چلن وغیرہ کے لحاظ سے تمام بزرگ انسان بھی دیوتا ہیں - ان کی عزت تعظیم اور خدمت کی جاتی ہے - یہ دیو پوجا کا مفہوم ہے - اس کے علاوہ کل اشیائے عالم میں بھی اپنی اپنی قسم کے دیو یہ گن (روشن صفات) ہیں اور یہ انسان کو بڑا فیض پہونچاتی ہے - اس لئے ان کا بجا استعمال کرنا ہی دیو پوجا کے ہی اندر آتا ہے - دوسرے معنے یگیہ کے سنگتی کرن یعنی ملانے یا ترکیب دینے کے ہیں - پرمیشور نے دنیا کی پیدائش کا جو یگیہ رچا ہے - اس میں پرمانوؤں کے ملانے کا ہی ظہور کیا ہے - لیکن میل کے مقابلے پر جدائی ہے - جہاں دنیا میں چیزیں خالص ترکیب کے زیر اثر ہیں - وہاں ذرات کے انتشار کا بھی عمل ساتھ ہی ہو رہا ہے - سورج کی کرنیں زمین سے تمام چیزوں کے لطیف ذرات جلا کر کے اوپر اٹھا لے جا رہی ہیں - آگ ایک فٹ ٹھوس لکڑی کو میلوں تک پھیلنے والے ذرات کی صورت میں منتشر کر رہی ہے - پیدائش ہے تو موت بھی ہے لیتے ہیں تو دینے بھی

ہیں۔ جمع ہے تو تفریق بھی ہے۔ اور ضرب ہے تو تقسیم بھی پس سنگتی کرن کے مقابلے پر تفریق یا تقسیم یا جُدا کرنے کے عمل کو ظاہر کرنے والا دان کا لفظ ہے۔ اور یہ امر بہر غور کرنے والے پر آسانی سے واضح ہوتا ہے۔ کہ تمام کام جو دُنیا میں ہو رہے ہیں وہ ان تینوں میں سے کسی نہ کسی لفظ کے اندر آ جاتے ہیں۔

اسی یگیہ کا ایک نام اودن ہے یہ تمام صفات اور طاقتوں کا مجسمہ کہا گیا ہے اور اس مجسّمے کا سر دید یا گیان کو کہا ہے۔ کیونکہ سر کی جو پوزیشن جسم میں ہے وہی پوزیشن گیان کی اس کل کائنات میں ہے۔ وہی سب کا سچا رہنما اور رُتبہ میں سب سے بلند اور بدرجہ غایت قابل قدر و عزت ہے۔ اسی کی وجہ سے چاروں ورنوں میں برہمن کا درجہ سب سے اونچا ہے۔ گورو نانک صاحب اس عظمت کا بیان اس طرح کرتے ہیں کہ وید شاستر سر تیرا۔ سرشٹی چرن سمانی۔ سر کے بعد مادی طاقت کا سٹور ہاؤس انسانی جسم میں پیٹھ ہے۔ اس کے مقابلے پر اس یگیہ والے اودن کا گودام گھر سارا برہمانڈ ہے۔ لیکن پیٹھ کی طاقت کا سارا راز پیٹ کے کام میں ہے جس میں سب خوراک جاتی اور ہضم ہو کر پیٹھ کو طاقت پہونچاتی ہے۔ اس کے لئے متحرک غیر متحرک جاندار جو ان سب سامانوں کو کام میں لاتے ہیں۔ بمنزلہ پیٹ ہیں۔ اور چونکہ چھند یا وید منتروں میں ہر کام کو گیان کے مطابق کرنے کی ہدایت ہے۔ اس لئے علم اور عمل کے دونو پہلو چھند کو کہا ہے۔ اور مکھ سے ان کو جیوں کا تیوں ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس لئے ستیہ کو اس اودن کا مکھ یا مُنہ کہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ سورگ یا سُکھ یا نجات کا استحقاق وید کی رو سے علم اور

عمل اور سچائی پر منحصر ہے۔

۱۹ - قرآن میں یہی بیان

قرآن اوپر کی معنی خیز تعلیم کو لوگوں کے لئے ان سادہ الفاظ میں بیان کرتا ہے (دفعہ ۲ حوالہ نمبر ۱) بشارت ہو ان کو جو حق (سچے علم) کو مانتے یا ایمان لاتے اور نیک عمل کرتے ہیں (حوالہ نمبر ۶) جو لوگ عہد الٰہی کو پورا کرتے ہیں اپنے عہد کو توڑتے نہیں۔ ایسے ہی حاصل کرتے ہیں جس کے حاصل کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اپنے رب نیز حساب کے نقصوں سے ڈرتے ہیں اور اپنے رب کا ہی دھیان اور صبر کرتے ہیں۔ نمازیں پڑھتے۔ خدا کے دئے ہوئے رزق یعنی حلال کمائی سے خفیہ اور علانیہ دان کرتے اور بدی کے مقابلے میں بھی نیکی کرتے ہیں وہی جنت کے مستحق ہیں۔

(حوالہ نمبر ۱۴) باغوں والا جنت وہ ہے جو رحمان نے اپنے لطیف علم والے بندوں کے لئے مقدر کر رکھا ہے۔ اس جنت کا وارث ہم اپنے پرہیزگار بندوں کو بناتے ہیں۔

(حوالہ نمبر ۱۵) ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والے جنت کے روضوں میں سرور پائیں گے۔

اسی طرح متقی پرہیزگار۔ صبر کرنے والے۔ خدا کے جاہ و جلال سے ڈرنے والے وغیرہ وغیرہ کو جنت کا مستحق بتایا ہے۔

۲۰ - سورگ میں بہت استریاں

अनस्या: पूता: पवनेन शुद्धा: शुचय: शुचिमपि यान्ति लोकम्।

नैषां शिश्नं प्रदहति जातवेदाः स्वर्गे लोके बहु स्त्रैणमेषाम्॥२
ہڈیاں جن کی نظر نہ آتی ہوں یعنی موٹے تازے مضبوط - پاکیزہ چلن - پرانایام یا ضبط دم سے پاک ہوئے اور نیز دل کے بھی پاک لوگ اس اگرہست) کے پاک مقام میں داخل ہوتے ہیں - ان کا حاصل کردہ گیان ان کی کام اندری (قوت تولید) کو نشٹ نہیں ہونے دیتا - حالانکہ اس سورگ لوک میں ان کے آس پاس بہت استریاں رہتی ہیں -

۲۱ - خوش فہمی

اس منتر میں بہو ستریں (بہت استریوں) کے لفظ نے ان لوگوں کو بڑے چکر میں ڈالا ہے جو برہمچریہ وغیرہ کی عظمت کا احساس نہیں کر سکتے - اُنہوں نے سمجھ لیا کہ سورگ میں بہت استریاں ملینگی - حتی کہ ستر حوریں ملنے کا خیال مشہور عام ہو چکا ہے - یہ سورگ جہاں صحیح معنوں میں اس دنیا کی خانہ داری کا نام ہے وہاں حقیقت کے ناواقف لوگوں نے اس جنت کو کہیں جُدا بلند مقام پر سمجھ رکھا ہے - یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ بیوی بچے - مکان - کھانے پینے پہننے کے سامان - دولت مال غرضیکہ آرام و آسایش دینے والی سب نعمتیں اسی دُنیا میں دنیاداروں کو مل رہی ہیں - لیکن چونکہ صحیح علم کی روشنی میں عمل ہو نہیں رہے - اسلئے یہ سب نعمتیں جو قدرت نے سکھ کے لئے دی تھیں اُلٹا دکھ کا موجب بن رہی ہیں اور دکھ کی اس کثرت میں اس دُنیا کو سورگ سمجھنا مشکل تھا - لہذا سکھ والا جنت کہیں اور ہی خیال کیا گیا - اور چونکہ نفسانی لذات کے دام اُفتادوں کا نظریہ محض حیوانی جذبات سے راحت پانے تک ہی محدود ہے - اسلئے وہ جنت میں بھی ویسے ہی مزے اُڑانے کی توقع کرتے ہیں -

اور چونکہ سنسکرت میں ایک خاص مقولہ ہے کہ شہوت سے مغلوب لوگ خوف اور شرم وحیا سے ادپر ہوجاتے ہیں۔ اس لئے مختلف لوگوں نے وہ ساری باتیں قران سے منسوب کردی ہیں جو شہوت پرست لوگوں کے زیر مشق ہیں اور جن کی وجہ سے آنریبل سر سید کو چپکے کے مقابلے میں جنت کو تولنے کی نا ملائم تحریر لکھنی پڑی پھر جہاں ۷۲ تک عورتوں کا لالچ ملا۔ اس خیال کا بھی جواب دیا گیا کہ اتنی عورتوں سے مباشرت ہو ہی نہیں سکتی۔ اور وہ جواب یہ تھا کہ خدا جنتیوں کو سوگنا یا ستر گنا طاقت شہوت عطا کرے گا۔ لیکن جنسی تعلقات کے جو قواعد قرآن نے بیان فرمائے ہیں اور ویدک برہمچریہ کے متعلق انتہائی پرہیزگاری اور سچی طہارت پر جو زور دیا ہے۔ ان کو مدنظر رکھ کر کوئی شخص اس کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ یہ سب یار لوگوں کی اپنی گھڑ نتیں ہیں۔ اور قرآن فرماتا ہے کہ عورت جب حیض سے پاک ہوجائے۔ تب خدا کے فرمودہ طریق پر اس سے صحبت کرو اور اولاد کا پورا خیال رکھو مطلب یہ کہ اولاد پیدا کرنے کے ویدک گرتویہ کو پورا کرنے کے علاوہ قرآن عورت ومرد کے میل کا کوئی مقصد قرار نہیں بتا سورۂ نور میں سب سے پہلے عورت اور مرد کو یہ ہدایت ہے کہ اپنے اندام نہانی کی پوری حفاظت کریں۔ اور سچ پوچھو تو وید میں گیان پراپتی کا مدار برہمچریہ کے نیم پر ہی ہے۔ اور پاک فعلوں اور پاک خیالات کا مطالبہ جو سورگ کے استحقاق کے لئے لازمی بتایا گیا ہے ان سب خرافات کا شافی جواب ہے

۲۲۔ ضبط نفس

بہت استریاں اس جنت میں ہیں ہی۔ لیکن جنتی مرد بھی تو بہت ہیں۔ پس ایک مرد کو زیادہ عورتوں کا ملنا صریحاً غلط ہے اور پھر عورتیں محض کسی

شخص کی بیویاں ہی نہیں ہو سکتیں۔ ماں۔ بہن۔ بیوی۔ بھاوج۔ بیٹی۔ چچی۔ نانی۔ پھوپھی۔ ساس۔ سالی۔ دادی وغیرہ وغیرہ سب عورتیں ہیں۔ جن شہروں یا قصبوں میں وہ شخص رہتا ہے۔ ان میں اور تمام لوگوں کی اسی قسم کے رشتہ والی عورتیں بھی ہیں۔ پس جو برہمچاری نیک چلن۔ پاک دل۔ ضبط دم کی مشق کرنے والا گرہست میں شادی کر کے داخل ہوتا ہے۔ اس کو ضبط نفس کی تعلیم کا خیال دلانا ضروری ہے۔ چونکہ گرہست اولاد پیدا کرنے کے لئے ہے۔ اسلئے اسے کثیر التعداد عورتوں کے اپنے ارد گرد ہونے کی حالت میں نہایت محتاط رہنا چاہیئے۔ اور قوت تولید کا ناش کرنا یا آتش شہوت کا شکار ہونا نہ چاہیئے۔ یہ ہدایت اس منتر میں دی ہے ویسے یہ منتر ایک طرح سے نہایت حوصلہ افزا طریق پر تعلیم دیتا ہے۔ کہ ہو نہیں سکتا کہ جس نے تمام زمانۂ تعلیم میں نیک چلنی۔ ضبط نفس اور دل کی پاکیزگی کو قائم رکھا ہو۔ وہ گرہست میں بہت استریوں کی موجودگی سے اپنی سداچار کی مضبوطی کا خیال چھوڑ دے۔

۲۳۔ برہمچریہ کی عظمت

ویدک دھرم میں چار آشرم ہیں اور ان میں مردوں کا عورتوں سے یا عورتوں کا مردوں سے محض ایک گرہست آشرم میں ہی ملنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ پہلی عمر میں نوجوان ہی برہمچاری ہوش سنبھالتا ہے اُسے گوروکل میں بھیجا جاتا ہے۔ اور اصولاً تا اختتام تعلیم اسے لڑکیوں یا عورتوں سے ملنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ بان پرست میں بھی یہ موقعہ نہیں ملتا۔ ہاں خاص صورتوں میں بان پرستھی محض اپنی عمر رسیدہ بیوی کو اپنے نزدیک رکھ سکتا ہے۔ رہا سنیاس آشرم اسمیں بیوی کیا دنیا داروں والا کوئی بھی تعلق قائم نہیں رہتا۔ پس عورتوں کا تعلق محض گرہست میں ہے۔ اور وہ بھی محض خاص ضرورت کی وجہ سے۔ معاشرت والا

تعلق محض شادی والی عورت سے ہے اور اس میں بھی بہت پابندیاں ہیں
پس سوچنا یہ چاہئے کہ وید نے جو اس تعلق کو اتنا محدود کیا ہے۔ اس کی وجہ
کیا ہے۔ اس کا جواب صاف ہے کہ انسان کو جن چیزوں کو بار بار دیکھنے کا
موقعہ ملتا ہے۔ یا کسی طرح کا تعلق رکھنے کا۔ وہ ان ہی چیزوں سے مانوس
ہو جاتا ہے۔ اگر عورتوں سے ملنے کا موقعہ اسے زیادہ ملے تو وہ شہوت پرست
ہو کر ویریہ جیسی قیمتی چیز کو جلا یا ضائع کر سکتا ہے۔ اور چونکہ ویریہ اس جسم میں
ساتویں اور آخری اور نہایت قیمتی دھاتو ہے۔ جس سے تمام اعضائے جسمانی
کو طاقت اور مضبوطی حاصل رہتی ہے۔ اس لئے عورت کی صحبت کی بداعتدالی
اس انتہائی قیمتی جوہر کو نشٹ کر کے یہ نتیجہ پیدا کرتی ہے کہ انسان ہر طرح کی
کمزوری کا شکار ہوتا ہے۔

اس کی عظمت کو ویدک ساہتیہ میں کئی طریقوں سے بیان کیا گیا ہے ایک
درشٹانت یہ دیا جاتا ہے کہ انسانوں کی حفاظت اور سلامتی کے لئے راج کا
انتظام ہے۔ راجہ نہ ہو تو ملک یا شہر باہمی بے انصافیوں اور مظالم سے
بالکل برباد ہی ہو جاوے۔ پھر جہاں راجہ کا ہونا ضروری ہے وہاں لائق اور
عقلمند منتری کا ہونا اور بھی ضروری ہے۔ ورنہ راجہ اپنی سمجھ کی کمی سے اور بھی
بے انصافی وظلم کر سکتا ہے۔ منتری کے علاوہ اہلکار اور فوج وغیرہ بھی چاہئے
ورنہ راجا کے قانون کی پابندی اور امن کا قیام مشکل ہے۔ خلاصہ یہ کہ راجہ۔ وزیر
اہلکار۔ فوج وغیرہ میں سب کے سب ایک دوسرے سے بڑھکر ضروری ہیں۔
مگر غور سے دیکھا جاوے تو یہ سب کارکن تنخواہ یا روپے کے لالچ پر کام کرتے
ہیں۔ راجہ کے پاس خزانہ بھرپور ہو تو وہ سب ملازموں کو وقت پر تنخواہ دیتا
اور ملازم تندہی سے اپنے فرائض کو بجا لاتے ہیں اور اچھے کام پر انعام وغیرہ

لتا ہے تو وہ دل و جان سے راجہ کے حکموں کی تعمیل پر مائل رہتے - اور سلطنت کا کام ایسی عمدگی سے چلتا ہے کہ بڑے سے بڑے دشمن کو بھی حملہ کا حوصلہ نہیں ہو سکتا - مگر راجہ بد چلن ہو اور وشیا گمن وغیرہ میں خزانہ کو لٹا دے - چونکہ ملازموں کو وقت پر تنخواہ ملتی ہے نہ وہ دل وہی سے اپنے فرائض بجا لاتے ہیں - اسپر راجا انہیں ڈنڈ دینے کی سوچتا ہے - تو وہ اور بھی اس کی نندا کرتے اور ہر طرح کی کمزوری راج میں آتی ہے - یہاں تک کہ کمزور سا راجہ بھی چڑھائی کر دے تو دکھی پرجا مخالف فریق کے ساتھ مل جاتی ہے اور راجا شکست کھا کر اپنا راج کھو بیٹھتا ہے - مطلب یہ کہ خزانہ کی حفاظت نہ کرنا راج کی بربادی کا موجب ہے اور اس کا محفوظ رکھنا راشٹر کی کامیابی کی جان ہے -

اس درشٹانت سے ہدایت یہ مقصود ہے کہ انسانی جسم ایک نگری ہے - من اس میں راجہ ہے گیان اندریاں وزیر ہیں - کرم اندریاں اہلکار اور باقی تمام انگ فوج وغیرہ ہیں - یہ سب جسمانی نظام میں معاون ہیں - مگر خزانہ کی جگہ ویریہ سب سے بڑھکر ہے - جب تک انسان برہمچریہ کا پالن کر کے ویریہ کی حفاظت کرتا ہے - تب تک ہی سارے اعضاء میں طاقت رہتی ہے - دماغ میں وہ طاقت رہتی ہے کہ لطیف اور طویل مضامین دریا بہ کوزہ مختصر الفاظ کے سوتروں کی صورت میں بند کر کے اعلےٰ سے اعلےٰ اصولوں کو بیان کرنے والے شاستروں کی تصنیف ہو سکتی ہے - جن کی تفسیر کے لئے بڑے سے بڑے عالموں کو انتہائی محنت کرنی پڑتی ہے - جسم مضبوط اعضاء سڈول - چہرہ سرخ - بازو طاقتور ہوتے ہیں - اولاد بھی ہر طرح کی خوبیوں والی پیدا ہوتی اور خود انسان تندرست اور سکھی رہتا ہے -

زیادہ کیا رشیوں کا فرمان ہے کہ برہمچریہ کے تپ سے ہی عالم لوگ نجات کو حاصل کرتے ہیں۔ برہمچریہ کے تپ سے ہی راجہ اپنے راج کی حفاظت کر سکتا ہے۔ بال دواہ یا وشیا گمن وغیرہ سے ویریہ کی حفاظت نہیں ہوتی تو سب کمزوریاں انسان پر لاحق ہوتی ہیں۔ دماغ چکراتا ہے۔ سر دُکھتا ہے کام کی طاقت نہیں رہتی سستی اور کاہلی سوار ہوتی ہے۔ بیماریوں کا ٹھکانا نہیں رہتا۔ سردی گرمی یا معمولی سی سختی کی بھی برداشت نہیں رہتی معمولی خرابی وغیرہ تو ایک طرف نہایت شرمناک بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ دل کی بے قراری اور عدم استقلال کی وجہ سے کسی بھی کام میں کامیابی نہیں ہوتی اور اگر اولاد کو ان خرابیوں کا ورثہ ملے تو مصیبتوں کا سلسلہ تو بس غیر متناہی ہی سمجھو۔ بس انسانیت اور روحانیت کے معراج کی طرف لے جانے والے وید کے لئے ضروری تھا کہ وہ اس تعلق کو سخت پابندیوں میں جکڑتا غرضیکہ اس منتر سے برہمچریہ کی انتہائی عظمت کا گیان ہوتا ہے۔ اور ثابت ہوتا ہے کہ گورو کل کے قدیم طریق تعلیم کے ذریعہ عالم اور غالب الحواس ہو کر گرہست میں داخل ہونے سے اور نیز دوران گرہست میں بھی نیموں کی پابندی رکھنے سے ہی گرہست آشرم سورگ ہوتا ہے۔ ورنہ برہمچریہ کے قواعد کو توڑا نہیں۔ کہ دُکھ کے سامان شروع ہوئے نہیں سچ پوچھو تو موجودہ دنیا نرک ہی اسلئے بنی ہے کہ استریوں اور پرشوں میں برہمچریہ اور ضبط نفس کا خیال نہایت کم ہو گیا ہے۔

۲۴۔ قرآن کا فرمان

وید کے اس مدعا کو قرآن مختلف جگہوں میں اپنے طرز پر بیان کرتا ہے۔

(دفعہ ۲ — حوالہ نمبر ۱) جنت کے مستحق لوگوں کے لئے باغ ہیں جن کے تحت

ہیں نہریں بہتی ہیں۔ اور جب انہیں اس باغ کے پھلوں کی نعمت ملتی ہے تو کہتے ہیں یہ تو وہ نعمتیں ہیں جو ہمیں پہلے ملی تھیں۔

جنت نام اسی گرہست کے سورگ کا ہے۔ خاندان کو بھی باغ کہا جاتا ہے جہاں بیرونی نعمتوں کی نہریں اور ہی ہیں۔ وہاں اندرونی خوبیوں ہیں دیر یہ وغیرہ کی نہریں بھی اس گلشن کی زینت ہیں اور اولاد کا پھل بھی اس جنت عالم میں نہایت لذیذ ہے۔

اسی حوالہ میں ازدواج مطہرہ کا ذکر ہے۔ عورتوں کی خوبصورتی اور ان کی آنکھوں کے بیان کے ساتھ ان کی نیچی نگاہوں کا ذکر ہے۔ کئی جگہوں میں بے عیب دیرپا زندگی کی خوشخبری ہے۔ کئی جگہ کہا ہے۔ سورگ کا انجام متقی یا پرہیزگار لوگوں کو ملتا ہے حوالہ ۱۳ میں لطیف علم والوں کو متقی بتایا ہے۔ دوسری جگہ خدا کے مخلص بندوں کو اس جنت کا وارث بتایا ہے۔ کہیں تقویٰ کرنے والوں کو۔ ان سب کا مدعا در اصل ضبط نفس یا برہمچریہ کی شرط کو پورا کرنا ہے۔ اسی کو تقویٰ کرنا یا لذات نفسانی کی غلامی سے بچکر خدا کا مخلص بندہ اور پرہیزگار بننا کہا ہے۔ ازدواج مطہرہ کا لفظ بالخصوص سارے مطلب کو مثل دریا بہ کوزہ بیان کرتا ہے۔ عورتیں طہارت مجسم تبھی رہ سکتی ہیں جب کوئی مرد اپنی بیاہتا عورت کے سوا کسی کی طرف بری نگاہ نہ رکھتا ہو اور نہ ناجائز تعلق رکھتا ہو اور جب اپنا خاوند بھی صحیح طریق کے علاوہ عمل نہ کرتا ہو۔ پس نیک چلنی کا اس حد تک عام ہونا ضبط نفس اور برہمچریہ کا عملی ثبوت ہے۔

۲۵۔ منتر ۴ کے ادھیائے تک ارتھ

اوپر جو معنے بیان ہوئے ان کا تعلق اس ظاہری دنیوی بہشت سے ہے

لیکن اگر اس منتر کے باطنی مفہوم پر غور کیا جائے تو روحانی نجات کی نیتی تعلیم سامنے آجاتی ہے۔ اس صورت میں منتر کا ادھیاتمک ارتھ اس طرح ہوگا "اس بے نظیر پرمیشور کے صحیح علم اور اس کے قرب کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس قفس عنصری سے آزاد ہوکر روح اس پاکیزگی مجسم پرمیشور کی صحبت سے پاکیزہ ہوتا اور خیال قول اور فعل غرضیکہ ہر لحاظ سے پوری ترقی کے معراج پر پہنچکر خالص نورانی حالت کو حاصل کرتا ہے تمام کائنات کی حقیقت کا جاننے والا پرمیشور (مادی جسم اور اندریوں کو ان سے الگ کر کے بھی) نجات یافتہ روحوں کے آنند اور سرور حاصل کرنے کی فطرتی طاقتوں کو نشٹ نہیں کرتا۔ اس لئے حالت نجات میں بھی انہیں بہت سے آنند اور سرور دینے والے سامان ملتے ہیں"۔

۲۶۔ بھوگ کے اوزار اور سامان

اس منتر میں دو لفظ خاص طور پر قابل غور ہیں ششن (शिश्न) اور ستریں (स्त्रैणा) پہلے کے مروجہ معنے قوت تولید اور دوسرے کے عورتیں ہیں۔ لیکن ویدک الفاظ کے معانی کے وسیع تعلقات کے لحاظ سے ششن لفظ ان تمام قوتوں کا مفہوم رکھتا ہے۔ جن سے انسان دنیا کے سامانوں کو بھوگتا ہے اور ستریں لفظ سے مراد ہے وہ تمام سامان جو بھوگا جاتا ہے۔ اور اسی لئے ظاہری یا کثیف معنے یہی ہیں کہ انسان ضابطہ انکوائیں رہتا ہوا ہی ان سامانوں کو بھوگے رہا باطنی مفہوم۔ اس کے نکتہ نگاہ سے ششن سے مراد روح کی فطرتی طاقتیں ہیں۔ کیونکہ نجات میں مادی جسم تو ہوتا ہی نہیں اور ستریں سے مراد وہ تمام قسم کا آنند ہے اور وہ تمام لوگ جنہیں روح حالت نجات میں آزادی سے برہم میں بچرتا ہوا بھوگتا ہے۔ مہرشی

دیانند ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں کہ روح میں مقدم تو ایک ہی قسم کی طاقت ہے۔ مگر زور۔ ہمت۔ کشش۔ تحریک۔ حرکت۔ خوف۔ تمیز۔ عقل حوصلہ۔ یاد۔ یقین۔ خواہش۔ محبت۔ نفرت۔ ملاپ۔ جدائی۔ ملانا۔ جدا کرنا سننا۔ چھونا۔ دیکھنا۔ چکھنا۔ سونگھنا اور گیان یہ ۲۴ قسم کی طاقتیں جیو رکھتا ہے۔ ان ہی طاقتوں سے وہ مکتی میں بھی آنند کو حاصل کرکے بھوگتا ہے۔ اور شت پتھ کانڈ ۱۴ کے حوالہ سے روح کے اس بھوگنے کی توضیح یوں کرتے ہیں کہ جب سننا چاہتا ہے تو کان۔ چھونا چاہتا ہے تو جلد۔ دیکھنے کے ارادہ سے آنکھ۔ ذائقہ کے لئے زبان۔ سونگھنے کے لئے ناک۔ سنکلپ وکلپ کرنے کے واسطے من۔ یقین کرنے کے لئے عقل۔ یاد کرنے کے لئے حافظہ۔ اہنکار کے لئے انانیت کی قابلیت والا اپنی ذاتی طاقت سے مکتی میں جو آتما بن جاتا ہے۔"

انسان اگر اپنے خوابوں پر غور کرے تو خود سمجھ جائے گا۔ کہ بغیر جسم اور اندریوں کے حرکت کرنے کے کس طرح روح اس حالت میں سکھ دکھ وغیرہ کا احساس کرتا ہے۔ اس کے علاوہ حالت بیداری میں جو کام اعضائے جسم سے لئے جاتے ہیں وہ بھی درحقیقت روح کی طاقتوں سے ہی ہوتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں وغیرہ تو محض بے حرکت اور جڑ ہیں۔ پس اس زندگی اور نجات میں روح کے لئے فرق یہ ہے کہ زندگی میں تو روح اپنے کام کے لئے جسمانی اوزاروں کا محتاج ہے اور اس کی طاقتیں قیدوں میں جکڑی ہوتی ہیں۔ مگر نجات میں وہ اپنی فطرتی آزاد طاقتوں سے براہ راست آنند بھوگتا ہے۔ قرآن میں ان فطرتی طاقتوں کو بھی ازواج مطہرہ سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ ازواج کے معنی ساتھی یا ہمنشین کے ہیں۔ اور روح کی یہ قوتیں ہمیشہ روح کے ساتھ ہیں۔

اور یہ ناممکن ہے کہ کسی روح کی صفات اس سے کبھی جدا ہوں اور دوسرے روح سے مل سکیں۔ اس لئے وہ مطہرہ بھی انتہائی صحیح معنوں میں ہیں اور چونکہ جب سے روح ہے تبھی سے اس کی صفات اس کے ساتھ ہیں۔ اس لئے وہ اس کی ہم عمر بھی ہیں۔ رہے بھوگنے کے سامان۔ سو اس صورت میں وہی لطیف اور روح سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو کثیف صورت میں حواس سے محسوس ہوتے ہیں اور جنکا بیان آگے آئے گا۔

۲۷۔ پیدائش اولاد کا یگیہ

وید منتروں میں پرماتما کی یہ ہدایت ہے کہ نسل انسانی کو ترقی دو۔ جیسے دنیا کی پیدائش کا یگیہ ایشور نے رچا ہے۔ ویسے ہی انسان کو حکم ہے کہ بڑھو اور پھلو۔ اسی کو گرہست والے سورگ کے مضمون میں یوں بیان کیا ہے۔

विष्टारिण भोदनं ये पचान्ति नैनान वर्ति सचते कदाचन ।
आसते यम उपयाीत देवान्तसं गन्धर्वैर्मदते सोमयेभिः॥ ३॥

جو نسل انسانی کو بڑھانے والا یگیہ پختہ طریق پر کرتے ہیں۔ انہیں کبھی کوئی کشٹ نہیں ہوتا۔ وہ ضبط نفس پر عامل یا ضابطہ العالم پرمیشور کے آشرے رہتے ہیں۔ نیک عالموں کی صحبت کرتے ہیں۔ اور بڑے بڑے گیانیوں اور سوم سوبھاؤ (نیک خصلت) والوں کے فیضان صحبت سے مسرور اور خوشی پاتے ہیں۔

۲۸۔ راحت کا مول منتر

گرہست جس کا نام سورگ ہے اولاد پیدا کرنے کے لئے ہے۔ لیکن لذت نفس کے لئے عیش پرستی کرتے ہوئے جو اولاد ہوتی ہے وہ نسل انسانی کو وسعت دینے والے یگیہ کا مفہوم نہیں رکھتی ~~पचान्ति~~ کا لفظ یگیہ کے پختہ ہونے کی ہدایت دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں تک ضبط نفس اور برہمچریہ کے

عمل کا امکان ہے ۔ وہاں تک پورا عملدرآمد ہو ۔ اولاد طاقتور ۔ صحتور ۔ درازعمر اور حصول علم کی استعداد رکھنے والی ہوتی ہی اسی صورت میں ہے کہ کامل طور پر ضبط نفس وغیرہ کی شرط پوری ہو ایسے برہمچاریوں کو کبھی کمزوری بیماری یا دنیوی سامانوں کے متعلقہ تکلیف ہو ہی نہیں سکتی ۔ اور بجائے لذات میں پھنسا رہنے کے وہ اپنا وقت بڑے بڑے عالموں کی صحبت میں گذارتے ہیں اور بڑھتے بڑھتے بڑے سے بڑے نیک خصلت اور سچے علوم کے ماہرین سے علمی ہدایت پاتے ہوئے اصلی خوشی اور اطمینان قلبی حاصل کرتے ہیں ۔ غرضیکہ گرہست میں سکھی رہنے کے لئے (अस्ते यम) آستے یم کی ہدایت پر عمل کرکے اور ضبط مجسم ہو کر سچی راحت پانی چاہئے ۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ لذات نفسانی کا سامان ملے تو سیری ہو مگر ہوتا یہ ہے کہ جیسے آگ پر گھی ڈالنے سے وہ اور تیز ہوتی ہے ۔ اسی طرح عیاشی کے حریص کی پیاس بڑھتی جاتی اور وہ خود ان بھوگوں سے بھگت جاتا ہے ۔

۲۹ ۔ منتر ۳ کے ادھیا تمک ارتھ

جو اس انتہائی وسیع گیان کے اوزن یا گیہ کو کمال تک پہونچاتے ہیں ۔ ان کو کبھی کوئی کشٹ نہیں ہو سکتا ۔ ایسا نجات یافتہ روح اس ضابطہ کل پرمیشور میں رہتا ہے ۔ وہ اپنے سے پہلے نجات یافتوں کا بھی قرب حاصل کرتا ہے ۔ اور سوم یعنی برہمانند کے آبحیات کے پینے والے سچے عالموں کے ساتھ ہی سچا روحانی سرور حاصل کرتا ہے ۔"

گیان کا کمال آواگون کی جڑ کو کاٹ دیتا ہے ۔ اسلئے اب دُکھ یا کشٹ کہاں ۔ اسی خیال کو قرآن بیان کرتا ہے کہ جنت میں نہ دُکھ ہوگا نہ خوف ۔ نہ مشقت نہ تھکان ۔ ان کے اندرونی دُکھ دور ہوں گے ۔ سلامتی ہی سلامتی

ہوگی۔ کوئی لغویات نہ ہوگی۔ جو وہ چاہیں گے۔ پائیں گے۔ آبحیات انہیں پینے کو ملیگا۔

وید منتر میں جو یہ کہا ہے کہ نجات یافتہ روح ضابطہ کل پرمیشور میں رہیگا۔ اور اسے پہلے نجات یافتہ روحوں سے بھی قرب حاصل ہوگا۔ اور امرت کے پینے والے اعلےٰ گیانیوں سے وہ سرور حاصل کریں گے۔ اس کو سوامی دیانند یوں بیان فرماتے ہیں " جس طرح دنیوی سُکھ جسم کے سہارے سے بھوگتا ہے اسی طرح پرمیشور کے سہارے مکتی کے آنند کو پاتا ہے۔ برہم کے اندر اپنی خوشی کے موافق چلتا پھرتا ہے۔ پاک علم سے تمام کائنات کو دیکھتا ہے۔ دوسرے مکتی پائے ہوؤں کے ساتھ ملتا ہے "۔

اس سے ظاہر ہے کہ نجات یافتہ رُوح نئے مکت آتما کا سواگت کرتے اور ان کو ایک دوسرے کے ملنے سے آنند ہوتا ہے۔ قرآن ان ہی اشارات کو یوں بیان کرتا ہے کہ جنت کے موکل ان کا ہر دروازے سے استقبال کریں گے۔ یعنی انہیں مُبارکباد دیں گے۔ کہ یہ اس صبر کا پھل ہے۔ جو تم نے کیا تھا۔ دوسری جگہ یہ ذکر ہے کہ نیا جنتی ان کو اپنی رام کہانی سُناتا ہے۔ کہ میرا ایک ساتھی تھا وہ مجھے بہکاتا تھا کہ نہ جنم وغیرہ کوئی نہیں ہوتا اگر خدا کا فضل میرے شامل حال نہ ہوتا۔ تو میں تباہ ہی ہو جاتا۔ نہ صرف یہ۔ وہ دوزخ کی طرف جھانکتا یعنی اس دُنیا کو اپنے پاک علم سے دیکھتا ہے تو اس ساتھی کو دُکھوں کی آگ میں جلتے ہُوئے پاتا ہے۔ اسیطرح وید میں جو مکت جیو کے اپنی حسب خواہش برہم میں بچرنے کا ذکر ہے قرآن میں بھی اسی کے موافق کئی جگہ کہا ہے کہ ہم جہاں چاہیں رہیں۔

۳۰ - رُوحانی معراج

विष्टारिणमो दनं ये पचन्ति नैनान यमः परि मुष्णाति रेतः ।
रथीह भूत्वा रथयाने ईयते पक्षी ह भूत्वाति दिवः समेति ॥४॥

جو توسیع نسل کے یگیہ کو پختہ کرتے ہیں۔ وہ یم (ضبط یا ضابطہ کل پرمیشور) ان کی طاقت کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ اس لئے وہ سچے رتھ سوار کیطرح روحانیت کے معراج کو پاتا ہوا برہم لوک کو حاصل کرتا ہے اور سچے علم اور عمل کے دونوں پہلوؤں کی طاقت سے انتہائی تیج والے برہم میں لین ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ادھیاتمک ارتھ میں علمی کمال کے یگیہ کرنے والوں کو وہ ضابطہ کل پرمیشور زیادہ سے زیادہ علمی قابلیت دیتا ہے۔ علم ضائع نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا جاتا ہے۔

۳۱ - انسانی قالب کا رتھ

انسانی قالب کو ویدک لٹریچر میں رتھ سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ کیونکہ جس طرح رتھ پر سوار ہو کر انسان منزلِ مقصود پر پہونچتا ہے۔ اسیطرح رُوح انسانی قالب کے ذریعہ نجات کی منزل مقصود پر پہونچتا ہے۔ جو لوگ لذات نفسانی کا شکار ہیں وہ اس رتھ کی من روپی لگام پر قابو نہیں رکھ سکتے۔ اور ان کی اندریوں وغیرہ کے گھوڑے بے لگام ہو کر دوڑتے اور رتھ کو کھائی گڑھے میں گرا کر چکنا چور کرتے ہیں۔ وید ایسے لوگوں کو رتھی نہیں کہتا۔ بلکہ جو اندریوں کے گھوڑوں کو من کی لگام سے اچھی طرح قابو رکھتے یعنی غالب الحواس اور ضابط الحواس ہوتے ہیں ان کی عقل اور ہوش و حواس سب برقرار رہتے ہیں۔ اور وہ صحیح معنوں میں رتھی ہیں۔ رُوح ان حواس کو قابو میں رکھکر بے کھٹکے اپنا سفر کرتا ہے۔ یعنی سچا علم پاتا

اور عمل کئے جاتا ہے - حتٰی کہ انتہائی علم والے نور مجسم خدا سے وصل ہوتا ہے -

قرآن ہر جگہ متقی لوگوں کو ان کے علم - عمل اور صبر کے بدلے جنت ملنے کا ذکر کرتا ہے - اور حوالہ نمبر ۱۵ یعنی سورہ رُوم آیت نمبر ۱۵ میں کہتا ہے - ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جنّت کے روضوں میں سرُور پائیں گے - حوالہ نمبر ۱۷ سورہ السبا آیت ۳۷ میں کہا ہے جو ایمان لاکر نیک عمل کرے گا - اسکو کئی گُنا معاوضہ ملیگا - یہ وجہ ان کے اعمال کے اور وہ اس بلند مقام میں امن سے رہیں گے - حوالہ ۱۹ سورہ الفاطر آیت ۳۵ میں جنتیوں کی طرف سے خدا کی تعریف ہونے کی وجہ بتائی ہے کہ اس نے انہیں اپنے فضل سے ایسے دار المقام پر پہونچا دیا کہ اس میں مشقت تکلیف یا نقصان نام کو نہیں - حوالہ ۳۱ سورہ القمر آیت ۵۵ میں کہا ہے جنت کا مقام کیا ہے - صدق والا مقام ہے - اس شاہ قادر کی قرابت میں - اسی خیال کو ادا کرنے کے لئے حضرت محمدؐ صاحب کے معراج کا خیال ہے - رتھ کی جگہ بُراق تجویز ہوا کیونکہ پروں سے اڑے بغیر اوپر پہونچنا محال سمجھا گیا - اور رتھ کا اُڑ کر اُوپر جانا انہیں قرین قیاس بھی نہیں تھا - پھر وید میں دیدار الہی یا وصل الہی کی منزل مقصود کو

अति दिव: یعنی انتہائی تجلی ذالاانقام کہا تھا - اسی کے بیان میں ان لوگوں نے معراج کے آخری مقام پر تجلی کے بیان میں عجیب و غریب کمال دکھائے ہیں - پروں والا بُراق بھی دماغ میں اس لئے آیا کہ پہلے منتر میں پکھشو کا لفظ جسے ہم نے گیان اور کرم کے دو بازوؤں کے معنی میں لیا ہے - دو پروں کے لئے بھی بولا جاتا ہے اور اس منتر میں رتھی کے ساتھ پکھشی کا بھی لفظ ہے -

۳۲ - آدرش کامیابی

एष यज्ञानां विततो वहिष्ठो विष्टारिणं पक्त्वा दिवमा विवेश।

आण्डीकं कुमुदं संतनोति बिसं शालूकं शफको मुलाली।

एतास्त्वा धारा उप यन्तु सर्वाः स्वर्गे लोके मधुमत पिन्वमाना

उपत्वा तिष्ठन्तु पुष्करिणीः समन्ताः ॥ ५॥

نسل انسانی کی ترقی کے اس سب سے بڑے یگیہ کو تکمیل تک پہونچا کر انسان راحت کے کرہ میں داخل ہوتا ہے۔ اس گرہست کے تالاب میں گول کنول۔ کمل نال۔ کمل کند اور دیگر خوبصورت کملوں کو پیدا کرتا ہے۔ یہ سب راحت بخش دھاریں سورگ لوک میں تجھے سب طرفوں سے حاصل ہوں آنند برساتی ہوئی یہ تجھ پر قائم رہیں اور تجھے تقویت یا قرار دیتی ہوئی تیرا انجام اچھا کریں

۵۔ اسی منتر کے دوسرے ارتھ یہ ہوں گے۔ وہ پرمیشور سب جیووں سے ہر طرح کی فضیلت رکھنے والا اور ہر جا موجود ہے۔ ایسے غیر محدود پرمیشور کے علم میں کمال یافتہ عالم موکش دھام میں داخل ہوتے ہیں وہ پرم ہنس نجات یافتہ روح مکتی دھام میں تمام راحت کے سامانوں کو بالمشافہ دیکھتا ہے۔ وہ اس محیط کائنات۔ سرور مطلق۔ سب کے محرک کمل کند کی طرح آنند کند علم مجسم اور کل کائنات کی علت اولین میں بچرتا ہے۔

اے طالبان نجات! اس تمام کائنات کو چلانے والی طاقتیں تمہیں حاصل ہوں اور سورگ میں پُر سرور آبیات کو پیدا کرکے ہر طرح سے آتما کو بلوان بنانے والی اور اچھے انجام والی ہوں۔

۳۳۔ سکھ کی دھاریں

घृत ह्रदा मधुकूलाः सुरोदकाः क्षीरेण पूर्णा उदकेन दध्ना।

एतास्त्वा० ॥ ६ ॥ चतुरः कुम्भांश्चतुर्धा ददामि क्षीरेण पूर्णा उदकेन दध्ना एतास्त्वा० ॥ ७ ॥

گھی والے۔ شہد سے لبالب بھرے شرا یعنی لذیذ نوشیدنی والے اور دودھ دہی اور جل کے بھرے ہوئے کلشوں سے بہتی ہوئی دھاریں تجھے پراپت ہوں یہ سب راحت بخش دھاریں سورگ لوک میں تجھے سب طرفوں سے حاصل ہوں آنند برساتی ہوئی یہ تجھ پر قائم رہیں اور تجھے تقویت یا قرار دیتی ہوئی تیرا انجام بخیر کریں۔ ۔۶۔ چار قسم کی چیزوں (دودھ ۔ دہی ۔ لذیذ مشروب نوشیدنی اور سادہ جل) کے چار کلش میں تجھے دیتا ہوں ۔ یہ سب الخ

(دوسرے معنے) سچے علم اور جلال سے بھرپور۔ شہد کی مانند میٹھے روحانی لذتوں سے بھری ہوئی۔ سرور بخش رس والے پرم آنند روپی آبحیات والی۔ دودھ کی مانند نہایت ہی مرغوب۔ اعلےٰ حالت میں لے جانے والی اور کل کائنات کو دھارن کرنے والی طاقتوں سے بھرپور مذکورہ بالا سب دھاریں تجھے حاصل ہوں اور یہ سب سورگ میں پرسرور آبحیات کو پیدا کرکے آتما کو بلوان بنائیں اور انجام بخیر کریں۔ ۔۶۔ سچے گیان سے بھرے ہوئے چار کمبھ (وید) جو دہرم ارتھ کام اور موکش کے پھلوں کو دینے والے ہیں۔ گیان ۔ کرم اُپاسنا اور وگیان کے چار کانڈوں کے لئے میں تجھے دیتا ہوں۔ مذکورہ بالا سب دھاریں تجھے حاصل ہوں اور یہ سب سورگ میں پُرسرور آبحیات کو پیدا کرکے آتما کو بلوان بنائیں۔ اور انجام بخیر کریں۔

۳۴ ۔ اولاد کی نعمت

گرہست کا یگیہ نسل انسانی کی ترقی کے لئے مقصود ہے۔ اس لئے سب سے پہلے منترہ میں اولاد کی کامیابی کی خوشخبری دی ہے۔ پورانوں میں وشنو کی

ناف سے کمل اور کمل سے برہما ہونے کا جو بیان ہے وہ وید کے اس استعارے کی بگڑی ہوئی صورت ہے کہ گرہست کے تالاب میں خوبصورت کمل پیدا ہوتے ہیں۔ پانی کے اندر نال ہے اور گول خوبصورت کمل پانی کے اوپر ہے ایسے ہی نیلوفر کی نال اور گل نیلوفر کا حال ہے۔ بعینہٖ گرہست کے تالاب میں کھلے ہوئے کمل کی طرح اولاد جیسی نعمت ہے۔ اسی کی جگہ حوالہ نمبر ۳۵ سورہ الدہر آیت ۱۹ میں کہا ہے کہ جنتیوں کے اردگرد ہمیشہ رہنے والے بچے ہوں گے۔ ایسے خوبصورت کہ تو انہیں دیکھے تو یہی سمجھے کہ بس بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ کمل نال محض انسانی نسل کے تسلسل کی قائم مقام ہے۔

۳۵۔ قرآنی نہریں چشمے اور نعمتیں

دفعہ ۲ (حوالہ نمبر ۲ میں کہا ہے کہ اس جنت (دنیا یا گرہست) کی مثال کے لئے باغوں کا لفظ آیا ہے - وید میں اس کے لئے اودن کا لفظ ہے۔ اور اسی اودن سے بگڑ کر عدن کا لفظ بنا ہے۔ اودن کے مروجہ معنی بھات کے ہیں۔ مگر وید میں اس کے معنے کا وسیع تعلق کل کائنات میں ہونے والے بگیہ یا باغ عالم سے ہے۔ اسی طرح نہروں اور چشموں کے لفظ قرآن کی کتنی ہی آیتوں میں وید کے دھارا اور کمبھ الفاظ کی جگہ بیان ہوئے ہیں۔ وید میں دودھ سے بھرے ہوئے۔ شہد سے لبریز۔ کلشوں کی دھارا کا ذکر ہے تو قرآن میں دودھ اور شہد کی نہروں کا بیان ہے۔ وید میں پانی کی دھاریں مذکور ہیں۔ تو قرآن میں بھی پانی کی نہریں ہیں۔ وید میں لفظ تھا: सुरोदका: (سرودکاہ) اسکے معنے ہیں وہ تمام قسم کی نوشیدنی چیزیں جو آگ وغیرہ پر مختلف شربتوں اور عرقوں کے روپ میں بنائی جاتی ہیں۔ اور لذیذ اور مفید ہوتی ہیں۔ عربی میں شراب کے ہوبہو یہی معنی ہیں۔ آجکل بدنصیبی سے ہمارے ہاں شراب

ایک تشبیلی اور غیر مفید بلکہ مضر شے کے لئے مشہور ہے اور اسی کا مفہوم جو ہمارے ذہن نشین ہو رہا ہے۔ ہمیں قرآن میں آئے لفظ شراب سے بڑے معنے منسوب کرنے پر مائل کرتا ہے۔ لیکن درحقیقت شراب نوشیدنی چیزوں کا نام ہے۔ سنسکرت کے سُراشبد کے معنے بھی ہمارے ہاں بدل گئے ہیں۔ اور اس کا استعمال شراب کے لئے ہوتا ہے۔ مگر وید اور قرآن میں سُرا اور شراب شربت اور عرقیات وغیرہ کے لئے ہیں۔ اسی لئے قرآن کہتا ہے۔ وہ شراب نہایت لذیذ ہوگی۔ اس میں نہ خمار یا نشہ نہ ہلاکت یا نقصان ہوگا۔ آجکل لیمونیڈ۔ جنجر۔ روز وغیرہ ناموں سے جو پانی بوتلوں میں بھرے جا رہے ہیں۔ اور تمام قسم کے شربت اور عرق سُرد وکاہ لفظ کے معنے میں آسکتے ہیں ان کے لئے قرآن جو لفظ استعمال کرتا ہے اُسے مترجموں نے کہیں کافوری پانی لکھا ہے کہیں سونٹھ کا پانی اور ان کے بھرے ہوئے کمبھوں یا پانی کی کثرت کے لئے کہیں سلسبیل کا چشمہ کہا ہے۔ کہیں تسنیم کا چشمہ۔ پھر ان پینے کی چیزوں کو سربمہر کہا ہے اور مہر مشک کی کہی ہے۔ یہ بھی آجکل کی بوتلوں والی مہروں اور لیبلوں سے ظاہر ہے وغیرہ وغیرہ شراب پینے کی چیزوں کا نام ہے شرب کا لفظ اکل و شرب (یعنی کھانے پینے کی چیزوں) میں عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔

۷۶۔ نعمائے عالم نجات

دنیوی جنت کے لئے جہاں یہ نعمتیں ہیں۔ وہاں نجات کے لئے ان ہی الفاظ سے موسوم روحانی نعمتیں ہیں اور قرآن جہاں یہ کہتا ہے کہ جنت میں نہ دکھ ہوگا نہ خوف نہ مشقت نہ نقصان۔ وہاں محض حالت نجات کا بیان ہے۔ سلامتی ہی سلامتی اور سرور ہی سرور کا تعلق اسی حالت سے

مخصوص ہے ۔ وید میں دنیوی سورگ والی دودھ وغیرہ کی نعمتیں رُوحانی نجات میں کہیں آنند اور سرور کے سامانوں سے تعبیر کی گئی ہیں ۔ کہیں سب کامناؤں کے پورا ہونے سے ۔ کہیں مختلف قسم کی دھاراؤں سے ۔ کہیں امرت سے ۔ کہیں گیان سے اور کہیں رُوحانی طاقتوں سے کہیں جنم مرن سے چھوٹنے سے ۔ کہیں سچے گیانیوں کی صحبت وغیرہ سے ۔ قرآن میں جنت کی نعمتوں کو پائدار کہا ہے ۔ کھانے بھی پائدار ہیں ۔ اور سائے بھی پائدار ۔ دودھ کی نہروں کا ذکر کیا تو یوں کہا کہ اس دودھ کا ذائقہ بدلتا نہیں ۔ ایسے ہی شراب بھی دنیوی شراب سے نرالا اور بھی سب نعمتیں نہ ملنے والی ۔ چونکہ ایسی نعمتیں سوائے حقیقی علم وغیرہ کے اور ہو نہیں سکتیں ۔ اس لئے مدعا محض وید میں گیان وغیرہ کی سینکڑوں ہزاروں دھاریں بتانا ہیں یا نعمتوں کی بے شمار قسمیں تو قرآن بھی ان نعمتوں کی کوئی حد نہیں بتاتا ۔ بار بار بہشت قسم کی نعمتوں کا ذکر کرتا ہے ۔

۳۷ ۔ بہشت اور اس کی وسعت

اسلام میں جنت کا نام بہشت بھی آتا ہے اور اس کی وسعت آسمانوں اور زمین کی وسعت کہی گئی ہے (حوالہ نمبر ۳۳ سورۃ الحدید آیت ۲۱) اسکا صاف مطلب یہ ہے کہ جنت کا مقام محدود یا مخصوص نہیں ۔ بلکہ یہ کل دنیا ہی جنت ہے ۔ کتاب حجت الاسلام (مصنفہ مولانا عبداللہ چکڑالوی) کے صفحہ ۷۹ پر لکھا ہے ۔

" جس جگہ جنت میں اس کی (آدم اور اس کی بیوی) سکونت کا ذکر ہے وہاں جنت سے دنیا کا باغ مراد ہے ۔ مولوی عبدالحق صاحب "ویدوں کا بہشت" میں جنت اور نجات کو روحانیت کی سرزمین وغیرہ کہتے ہیں ۔"

واقعی ہر کہیں نیک عمل کرنے والے لوگ راحت یا سورگ یا جنت ہی
کو گئے ہیں۔ جیسا کہ وید شکھہ کی ہر حالت اور جگہ کو سورگ کہتا ہے اور
اس سورگ کے لئے بار بار (विष्टारिणा) یعنی وسترت یا پھیلا ہوا یا نہایت
وسیع کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ بلکہ پہلے منتر میں گیان کو اس کا سر کل کائنات
کو اس کی پیٹھ عالم ارواح کو اس کا پیٹ۔ گیان اور عمل کو اس کے بازو اور
ستیہ کو اس کا منہ کہتا ہے۔ اور یہ وہ وسعت ہے جو انسان کے تخیل میں بھی
آنی محال ہے۔ یہ امر بھی قابل نوٹ ہے کہ پانچویں منتر میں جو बहिष्ट کا
لفظ ہے وہی دنیا میں بہشت کہلا رہا ہے۔ اور اس کے معنے ہیں سب سے زیادہ
بڑا۔ پس ظاہر ہے کہ کل دنیا کی انتہائی وسعت کے لئے ہی یہ لفظ بولا گیا ہے

۳۸ - کام دھینو

इममोदनं निदधे ब्राह्मणेषु विष्टारिणं लोकजितं स्वर्गम्।
समे माक्षेष्ट स्वधया पिन्वमानो विश्वरूपा धेनुः कामदुघा
मे अस्तु ॥८॥

ہیں اس ہر جا موجود سورگ کو جو فاتح جہان اور کل خوبیوں اور طاقتوں کا
مجسم ہے برہمنوں (عالمان وید) کو دیتا ہوں یعنی ان ہی کے ہاتھ میں
سورگ کی کنجی ہے۔ اے پرمیشور! ایسی عنایت کر کہ ان وغیرہ جملہ ضروریات
کو پورا کر سکے پالنے والا یہ اودن مجھ خانہ دار کے لئے نشٹ نہ ہو۔ بلکہ میرے
لئے یہ ایسی کام دھینو ثابت ہو کہ میری سب کامناؤں کو پورا کر دے (دوسرے
معنے) میں کل جہان میں پھیلے ہوئے۔ تمام لوگوں میں فتح اور نصرت دلانے
والے کی نام اودن کا برہم گیانیوں کو شبھ سا چار دیتا ہوں۔ (اس لئے اے
امرت پترو مہی پرارتھنا کرو کہ ہے پرمیشور) کہ یہ امرت سے سب کو ترپت

کرنے والا اودن حجید طالب نجات کے لئے نشٹ نہو بلکہ میرے لئے کام دھینو ہو کر میری تمام قسم کی کامناؤں کو پورا کرے۔

۳۹ - برہمنوں کا فرض

اس منتر میں نہایت خوبی سے سورگ کے حاصل کرنے کا گر بتایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ برہمن اس سورگ کے پرماتما کی طرف سے اصلی ادھیکاری ہیں۔ وہ گیان اور تپ و سنتوش سے خود سورگ میں ہیں اور دوسرے لوگوں کو جہالت اور لذات نفسانی کی غلامی سے بذریعہ وعظ حق بچا کر سکھ اور راحت پانے کا مستحق کرتے ہیں۔ ان سے ملی ہوئی علمی روشنی کے ذریعہ سے تمام لوگ نیک عمل کرتے اور پاک کمائی سے بہ آرام گذر کرتے ہوئے اولاد کی پیدائش پرورش تعلیم و تربیت میں مشغول رہتے اور دنیا کو صحیح معنی میں اپنے لئے سورگ بناتے ہیں۔ دوسرے معنی میں برہم گیانی ہی نجات کا مستحق ہے۔ یہ برہمنوں کو اس اودن کے یا شبہہ سماچار ملنے کا صحیح مطلب ہے۔

۴۰ - سب مرادیں پوری

قرآن میں اس کام دھینو کا مفہوم مختلف پیرایوں میں ظاہر کیا ہے۔ (حوالہ نمبر ۱ سورۃ النحل آیت ۳۱) جو کچھ وہ چاہیں گے ان کے لئے وہاں موجود ہوگا۔

(حوالہ نمبر ۲۰ سورہ یٰس آیت ۵۷ و ۵۸) ان کے لئے وہاں سب پھل ہونگے اور جو وہ چاہیں گے پائیں گے اور خدائے رحیم کا قول ہوگا 'سلامتی' یہ پھل دھرم ارتھ کام اور موکش کے ہیں اور وید منتروں میں جو ایشور کی اشیرباد سوستی سبستی لفظ کی صورت میں ہے۔ قرآن میں سلامتی کے نام سے ہے ۔ (حوالہ نمبر ۱۲ سورۃ الصافات آیت ۶۰ و ۶۱) یقیناً جنت کا حصول سب سے

(حوالہ نمبر ۲۴ سورۃ الزمر آیت ۶۱) جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ خدا اُن کی سب مُرادیں پوری کر کے اُنہیں نجات دیگا۔ انہیں نہ تکلیف ہوگی نہ دُکھ ملیگا۔

۴۱ - فاتح جہان

اس منتر میں سورگ کو लोक जितस (فاتح جہان) کہا ہے اور سام وید ۵-۵-۹ میں یہی مدعا بیان ہوا ہے۔

आविसर्य्या आवाजं वाजिनो आसन देवस्य सवितुः सवम्।
स्वर्ग अर्वन्तो जयत ॥

صاحب علم فانی انسان اس سب کے خالق علم مجسم پرماتما کی علم پر مبنی تحریک سے فیض پاتے ہیں۔ اس لئے اے علم والے لوگو! اس سورگ میں فتح و نصرت کے ساتھ داخل ہوؤ۔

(حوالہ نمبر ۲ سورۃ اعراف آیت ۴۹) قرآن کہتا ہے جنت میں داخل ہو جاؤ تمہیں نہ کوئی خوف ہوگا نہ رنج۔

(حوالہ نمبر ۲۹ سورۃ ق آیت ۳۴ میں لکھا ہے سلامتی کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔ ایسا ہی قرآن میں یہ بھی دعا ہے کہ اے خدا ہمیں فتح و نصرت کے ساتھ جنت میں داخل کر۔ کل دنیا کو جنت کہنا بھی یہی مفہوم رکھتا ہے۔

۴۲ - دو قسم کا جنت

ततं तन्तु मन्वेके तरन्ति येषां दत्तं पित्र्य मायनेन ।
अवन्त्व्येके ददतः प्रयच्छन्तो दातं चेच्छिक्षान्त्स स्वर्ग एव।

اتھروید ۶-۱۲۲-۲

جن لوگوں نے دنیا میں پیدا ہو کر پتری رن (قرضہ) چکا دیا ہے وہ دو قسم

کے ہیں۔ ایک تو وہ جو اولاد کو پیدا کر کے ہی تر جاتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو
بے اولاد ہیں یا دنیوی رشتوں سے قطع تعلق کئے ہیں۔ تو بھی اپنے قرضخواہ
کا قرضہ چکانے والے کے مانند ہی قابلیت رکھتے ہیں یہ لوگ اگر اپنے علم اور
دولت وغیرہ کو سب کے دانا پرمیشور کے راہ میں ہی خرچ کر دیں تو بھی ان
کے لئے سورگ ہے۔

۴۳۔ ادائے فرض

چونکہ ویدک سدھانت یہ ہے کہ کرم کرتے ہوئے ہی جینے کی خواہش کرنی
چاہئے یہی وہ طریق ہے جس میں انسان کے لئے کرم بندھن کا موجب نہیں
ہوتے۔ اس لئے کرم کے متعلق قرض ادا کرنے کا ہی نام جنت یا سورگ
ہے۔ اور دنیوی سورگ میں یہ فرض دو طرح پورا ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ
انسان اولاد پیدا کر کے پتری رن (پدری قرضہ) سے سرخرو ہو۔ یہ قرضہ
کیا ہے۔ والدین کی طرف سے ہمیں پیدا کرنے کا ویوہار۔ جیسے ہمیں زندہ
رکھنے اور علم دینے میں مختلف طریقوں سے دیورن اور رشی رن کے ہم
زیربار ہیں ویسے ہی والدین کا قرضہ ہم پر ہے۔ اور اس قرضہ کو چکانے
کے فرض سے ہم اس طرح سبکدوش ہو سکتے ہیں کہ شادی کرا کے ہم بھی
اسی طرح اولاد پیدا کریں۔ اور یہ سرخروئی ہماری ایک قسم کا سورگ ہے
لیکن جو لوگ شادی نہیں کرتے اور اولاد پیدا نہیں کرتے وہ بدستور مقروض
رہتے ہیں۔ ہاں ایک صورت ایسی ہے کہ بغیر اولاد پیدا کرنے کے بھی انسان
پتری رن سے مکت ہو جاتا ہے۔ وہ طریق کیا ہے؟ کہ انسان اپنی دولت
اپنے علم اپنی طاقت کو راہِ حق یعنی دوسروں کی بھلائی میں خرچ کرے۔
اس قربانی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگوں کے ہزارہا بچوں کی پرورش

اور تعلیم و تربیت میں کامیابی دینے کے لئے اس کی طاقتیں معاون ہوتی ہیں۔ اس کی دولت کئی یتیموں کو موت سے بچا سکتی ہے۔ اس کا علم کئی لوگوں کو روحانی موت سے رہائی دیتا ہے۔ قرآن کے سورۃ الرحمٰن کی آیات ۴۶ تا ۷۷ (حوالہ نمبر ۲۳۲) میں اول تو بار بار یہ ہدایت دی ہے کہ تم اپنے رب کے ہمیشہ شکر گذار رہو۔ خدا کی نعمتیں یاد دلا دلا کر بار بار یہی کہا ہے کہ تم اپنے خدا کی کس کس نعمت سے انکار کر سکتے ہو۔ پھر آیت ۴۶ میں کہا ہے کہ جو لوگ خدا کے جاہ و جلال سے ڈرتے ہیں ان کے لئے دو جنت ہیں سو ایک تو گھر میں بیوی بچوں والدین وغیرہ کے ساتھ راحت و اطمینان سے رہنا اور دوسرا دنیوی دولت وغیرہ سے اپنے ہمجنسوں کی ہمدردانہ اعانت ہونا۔ خدا کا خوف دل میں رکھنے سے انسان گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا۔ جائز طریق پر اولاد پیدا کر کے اپنے خاندان کے گلشن کو شگفتہ اور سرسبز رکھتا ہے۔ اور اپنی دولت وغیرہ سے بھی اس گلشن عالم کو شاداب کرتا رہتا ہے۔ غرضیکہ برہمن علم کی طاقت سے دوسروں کو فیض پہونچا کر کھشتری اپنی جسمانی طاقت سے دوسروں کو بچا کر اور ویش اپنے دھن سے علم اور دھرم کے کاموں میں مدد دیکر اپنا فرض ادا کرتا ہے تو یہ ہر ایک کے لئے اپنی اپنی قسم کا جنت ہے۔ سب عمل دیویان یا صراط مستقیم کو صاف کر کے سورگ میں پہونچانے کا ذریعہ ہیں۔

۴۴ - دو چشمے

वस्रेर ध्वर्यो मुखमेतद् विमृड्ढ्यज्याय लोकं कृणुहि नविद्वान्।
घृतेन गात्रान सर्वाविमृड्ढि कृरोवं पन्थां पितृष, यः स्वर्गः॥

اتھروید ۱۱-۱-۳۱

ہے اد ہیوریو! رعیت کی رکھشا کرنے والے راجہ کو صاف کر اور تو بڑا بھاری عالم ہو کر آجیہ راس کھشا تر بل کے بھوگ کے لئے اس لوک کو کردے اور سارے انگوں کو خاص طور پر تیج سے بھر دے۔ میں اس سورگ کے راستہ کو صاف کردوں۔ جو بزرگوں کی عنایت سے ملتا ہے۔ (دوسرا حوالہ)

बृषभोऽसि स्वर्ग ऋषिनोर्षे यान गच्छ।

सुकृता लोके सदि तन्न नौ संस्कृतम्॥ اتھرو وید ۱۱-۱-۳۷

حوالہ نمبر ۳ यं वां पिता पचति यं चमाता रिप्रान्निर्मुक्त्यै शमलाच्च वाचः॥ सन्त्रोदनः शतधारः स्वर्ग उभे व्याप नमसि महित्वा॥

اتھرووید ۱۲-۳-۵

اے سورگ تو سکھ کی بارش کرنے والا ہے تو رشیوں اور رشی سنتان کو حاصل کر۔ تو نیک عمل کرنے والے لوگوں کے مقاموں میں وراجمان ہو۔ وہاں ہی ہم کو پاکیزہ حالت میں رکھ (حوالہ ۲) اے مرد اور عورت تو! جس ویریہ یا برہمچریہ بل کو تمہارے ماں باپ پتری رن چکانے اور بدی کے پاپ سے بچا رہنے کے لئے نہایت پختہ کرتے ہیں۔ وہی سو برس کی عمر دینے والا سورگ یا صدہا دھارا یا نعمتوں کی ندیوں والا سورگ ہے۔ وہی دونوں لوگوں یا موجود اور آیندہ سنتانوں کو اپنی عظمت سے اثر پذیر کرتا ہے۔ ان منتروں میں خاص قسم کے دو چشموں کا ذکر ہے اور سورۂ الرحمٰن آیت ۵۰ میں بھی لکھا ہے کہ مذکورہ بالا دونوں جنتوں میں دو چشمے ہیں۔ یہ چشمے گویا دونوں باغوں کو سیراب کرتے ہیں۔ ایک تو ہے برہمچریہ سے رکھشا کی گئی ویریہ کی طاقت والا چشمہ جس سے تمام طاقتیں قائم رہتی اور اولاد پیدا ہونے سے گرہست کا باغ سرسبز رہتا ہے۔ اور دوسرا چشمہ ہے علم کا۔ اس سے انسانی سوسائٹی کا دہ

تعلق قائم رہتا ہے۔ جو امن اور راحت کا موجب ہو سکتا ہے۔ پہلے حوالے میں رعیت کی رکھشا کرنے والا راجہ یا سارے انگوں کو تیج سے بھرنے والا کھشاتر بل اسی دیو یہ والے پہلے چشمے کا بیان کرتا ہے۔ اور سورگ کے لئے جو دوسری شرط بڑا بھاری عالم ہونے کی ہے۔ وہ دوسرے حوالہ میں رشیوں اور نیک عمل لوگوں کے بیان میں ہے۔ تیسرے حوالے میں دونوں چشموں کا بیان ایک ہی جگہ موجود ہے۔ اول دیو یہ یا برہمچریہ کا بل جس سے اولاد پیدا کر کے انسان پتری رن سے سرخرو ہوتا ہے۔ اور دوسرا بانی کے پاپ سے بچانے والا علم کا چشمہ۔

۸۵۔ دو اور جنت

سورۃ الرحمن کی آیت نمبر ۶۲ میں بیان ہے کہ آیت ۴۶ میں بیان شدہ دو جنتوں کے علاوہ دو اور باغ ہیں۔ سو یہ باغ لوک اور پرلوک کے دو باغ ہیں۔ آیت ۴۶ والے باغ تو شخصی تعلق رکھتے تھے یعنی ہر گرہستی کا اولاد پیدا کرنا اور اپنے مال و دولت کو حق پر لگانا۔ لیکن یہ دو باغ بڑے وسیع تعلق والے ہیں۔ ویشیشک درشن میں کہا ہے۔

ادھیائے اول شلوک ۲

यतोऽभ्युदय निः श्रेयस सिद्धिः सधर्मः ॥

جس سے دنیوی دولت اور موکھش کی یعنی لوک اور پرلوک دونوں کی سدھی ہو وہ دھرم ہے۔ سو دو قسم کے یہی باغ ہیں دفعہ ۸۴ کے حوالہ نمبر ۳ میں سو برس کی عمر دینے اور سینکڑوں دریاؤں یا نعمتوں کی ندیوں والا سورگ دونوں لوکوں کو اپنی عظمت سے اثر پذیر کرتا ہے۔ ایک سورگ ہے اسمیں دنیوی سکھ ہی ہیں۔ اور ان سکھوں کی بدولت اطمینان کی حالت میں انسان پرلوک کے لئے جو حصول گیان کی تیاری کرتا ہے۔ یہ اسکو دوسرے لوک کے لئے مفید

پڑتا ہے۔ وہ دوسرا لوک اتھرووید ۱۲۔۳۔۳۸ میں مذکور ہے۔

उपां स्तरीर करो लोक मेत सुरू: प्रथताम सम: स्वर्ग:।

तस्मिं श्रयाते महिष: सुपर्णों देवा एनं देवताभ्य: प्रयच्छान॥

اتھرووید ۱۲-۳-۳۸

وہ خود اس لوک کو بناتا اور پھیلاتا ہے یہ لاثانی سورگ بڑے اور پھیلے اس میں علم وغیرہ صفات سے موصوف طاقت کل پرمیشور موجود ہے اسے وہ روشن بالذات خود دیوتاؤں کے سپرد کرتا ہے۔

انسان خود اپنے علم اور نیک عملوں کو وسعت دیکر نجات کا مستحق ہوتا ہے اور ایسے دیوتاؤں یا عالموں کو پرماتما وہ سورگ لوک یا روحانی سرور کی حالت عنایت کرتا ہے۔

۴۶۔ نجات کی محدودیت

دفعہ ۹ میں ہم بیان کر آئے ہیں کہ نجات کی ہمیشگی کا مفہوم یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا کی طرح روح بھی غیر محدود نجات پائیگا۔ کیونکہ روح کی محدودیت کا فطرتی تقاضہ اس کے خلاف ہے مگر بیان القرآن صفحہ ۲ پر اس کے خلاف رائے دیتا ہے لکھتا ہے کہ

'صفت رحیمیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اعمال پر جو اس کے فرائض کی فرمانبرداری میں ہوں اللہ تعالیٰ بڑے بڑے اجر دیتا ہے۔ اس لئے ایسے عقائد کی تردید ہوتی ہے جو انسان کے اعمال پر ان کے محدود ہونے کی وجہ سے ان کے اجر کو بھی محدود قرار دیتے ہیں اور اس سے نجات کو عارضی ٹھہراتے ہیں" اگر یہ بیان فی الحقیقت قرآن مجید کے منشاء کے مطابق ہو تو وہ پوری مطابقت قائم نہیں رہ سکتی۔ جو ہم ویدک سورگ اور اسلامی بہشت میں مان رہے ہیں۔ لیکن معمولی سے غور پر یہ امر واضح ہو سکتا ہے کہ یہ ریمارک خلاف تعلیم قرآن اور محض

فرقہ دارانہ فضا کے زیر اثر لکھے گئے ہیں۔ قرآن کہیں یہ پوزیشن پیش نہیں کرتا کہ انسان کے محدود فعلوں کا پھل غیر محدود ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے۔ بہشت کے آرام و آسایش کے متعلق تمام سامان مثل دودھ۔ شہد۔ شراب۔ زیور وغیرہ سب محدود ہیں۔ رہا بڑے بڑے اجر والا مذکورہ بالا بیان۔ اسکا اطلاق غیر محدود اجر پر ہونا صریحاً غیر معقول ہوگا۔ ویدک دھرم خود بتاتا ہے کہ انسان کو سچے گیان کے حصول پر ایشور کے وصل سے جو آنند ملتا ہے وہ اتنے عرصہ رہتا ہے۔ جو چھتیس ہزار بار دنیا کی پیدائش و قیام میں لگتا ہے یعنی ۳۱ نیل دس کھرب ۴۰ ارب سال (۳۱۱۰۴۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰) ہم نہیں سمجھتے خدا کی شان کے مطابق جو بڑے بڑے اجر ہونے چاہئیں ان کا اس سے زیادہ اعتراف کون سا انسانی دماغ کر سکتا ہے۔ اتنا بڑا اجر تو بڑے سے بڑے علماء کے تخیل میں آنا بھی محال ہے۔ لیکن یہ نہ سمجھا جاوے کہ خدا اس میں بے انصافی یا غیر معقول دریا دلی سے کام لیتا ہے۔ بلکہ گیان جیسی بیش بہا صفت کا تقاضہ ہی لمبے عرصہ کا سکھ ملتا ہے۔ ڈاکٹر ۲ ر کا ایک ڈوز پلا کر ایک مرتے ہوئے شخص کو بچا لے اور وہ شخص اس کے بعد پچاس سال تک زندہ رہے اور دس لاکھ روپیہ کمائے تو یہ ۲ ر کے خرچ کا معاوضہ نہیں بلکہ ڈاکٹر کی علمی خصوصیت کا یہ تقاضہ ہے۔ علم و عقل کی بدولت اگر وکیل یا اعلےٰ عہدہ دار اور تاجر لوگ ہزارہا روپیہ کماتے اور ان سے بڑھیا جسم اور ڈیل ڈول والے مزدور محض ۱۲ ر روز کماتے ہیں تو یہ فرق علمی صفت اور قابلیت کی وجہ سے ہے بے انصافی سے نہیں۔ اس کے علاوہ یاد رہے کہ اجر خواہ کتنا ہی بڑا ہو غیر محدود نہ ہوگا کیونکہ خود قرآن زور سے کہتا ہے کہ محدودیت روح کا فطرتی خاصہ ہے۔ اور یہ امر مسلمہ ہے کہ فطرتی خاصہ کا کسی بھی حالت میں جدا ہونا ناممکن ہے۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

اس آیت میں صاف کہا ہے کہ روح کو محض محدود علم ملتا ہے یعنی وہ الپگیہ ہے۔ پس جب غیر محدود علم نہیں مل سکتا تو غیر محدود نجات ملنے کے کیا معنے۔ قرآن پورے زور سے کہتا ہے کہ ثمرہ اعمال میں تل برابر بھی بے انصافی نہ ہوگی۔ پس غیر محدود اجر تو کہاں انصاف کے تناسب سے تل برابر زیادہ نجات ملنا بھی ناممکن ہے۔ پھر سورہ بقر آیت ۲۸۶ میں صاف کہا ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط

خدا ہر ہستی پر اس کی وسعت یا حیثیت کے مطابق ہی ذمہ داری ڈالتا ہے۔ جس نے اچھے کام کئے اپنے لئے کئے اور جس نے برے کام کئے اسی پر ان کا بار ہے۔ اس آیت کا باقی حصہ حسب ذیل ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج

اے ہمارے رب اگر ہم سے سہو یا خطا ہو جائے تو ہم سے اسکا مواخذہ نہ کر۔ ہمارے پروردگار۔ ہم سے پہلے لوگوں پر جو عذاب پڑا ہے ہمیں اس سے بچا اور اے ہمارے مالک! ہم سے وہ کچھ نہ اٹھوا۔ جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں۔ پس جہاں قانون الٰہی یہ ہے کہ جیسی کسی ہستی کی حیثیت یا طاقت یا قابلیت۔ ویسی ہی اس پر ذمہ داری یا بوجھ۔ وہاں روح کی دعا بھی یہ ہے کہ اس کی طاقت کی مطابق ہی اسپر بوجھ پڑے۔

کہا جاسکتا ہے کہ دکھ کے متعلق تو یہ دعا صحیح ہے کہ ہماری طاقت برداشت سے تجاوز نہ کرے۔ لیکن سُکھ پر پابندی کا لگنا کسی کو منظور نہیں ہوسکتا۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ غیر محدود سکھ کی خواہش بھی بے سمجھی کا نتیجہ ہی ہے۔ مناسب مقدار سے زیادہ سکھ ملتے ہی انسان دکھی ہوجاتا ہے۔ شادی مرگ اسکا بدیہی ثبوت ہے۔ لذیذ ترین کھانا بھی محض بھوک کی حد تک ہی برداشت ہوسکتا ہے۔ اندازہ سے تجاوز کیا نہیں کہ ذائقہ بدلا نہیں۔ طبعیت ایسی سیر ہوتی ہے کہ ذرا زیادہ ٹھوسا جانے پر نفے آتی ہے۔ بدہضمی۔ پیچش۔ دست۔ ہیضہ وغیرہ محض بے اعتدالی کا نتیجہ ہیں۔ اور یہ بے اعتدالی جہالت پر مبنی ہے۔ نہ خدا کے رحم پر۔ بعینہ راحت نجات کی بد اعتدالی روح کے لئے ناقابل برداشت ہے۔

مصنف بیان القرآن نے فی الحقیقت لفظ رحیم کی اس حصے میں سخت گمراہ کن تاویل کی ہے اور نجات کے غیر محدود ہونے کا غلط نتیجہ ہی پیش نہیں کیا ہمارے خیال میں کچھ اپنی ضمیر پر بھی غیر معتدلانہ دباؤ ڈالا ہے۔ کیونکہ نجات کے متعلقہ الفاظ جو مختلف آیات میں آئے ہیں۔ ان کا مولانا صاحب کا اپنا کیا ہوا ترجمہ نجات کی غیر محدودیت کی پُرزور تردید کرتا ہے۔

کئی آیتوں میں تجبیت لفظ آیا ہے۔ جس کے لغوی معنے دیر تک زندہ رہنا ہے۔ اور خود بیان القرآن میں یہی معنے لئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ دفعہ ۱۳ میں ہم نے بیان القرآن صفحہ ۷۶۳ سے جو اقتباس خَالِدُوْنَ لفظ کی تشریح کے متعلق پیش کیا ہے۔ اس میں امام راغب کے صاف الفاظ درج ہیں کہ خلود کے معنے جو ہمیشگی کے لئے جاتے ہیں محض بہ طور استعارہ ہیں۔

اسی اقتباس میں روح المعانی کے الفاظ موجود ہیں کہ
خلود معتزلہ کے نزدیک بقائے طویل یعنی زمانہ دراز تک رہنا ہے۔
سورۂ ہود آیت ۱۰۸ میں صاف کہا ہے کہ جو غیر محدودیت خدا کے لئے ہی موزوں ہے اسکو چھوڑ کر یہ عطیہ واقعی غیر منقطع ہے پس ہر چند روح کے لئے ہم نجات کے زمانہ کو لمبا کہیں خدا کے مقابلہ پر اور حقیقت کے لحاظ سے نجات کا زمانہ محدود ہی رہیگا۔
غرضیکہ کیا قرآن اور کیا وید دونوں میں اصولی طور پر نجات کی محدودیت ہی تسلیم کی گئی ہے۔ اور بیان القرآن کا بیان نجات کی محدودیت کا قرآن۔ متقدمین اور اس کے اپنے ترجمے واعتقاد کے خلاف ہے۔

۴۷۔ نجات کی صحیح معیاد

اب سوال ہوگا کہ جہاں وید اور قرآن کا اصول نجات کی محدودیت کا ایک ہے۔ وہاں اس امر کا کیا ثبوت ہے کہ نجات کی صحیح معیاد وہی ہے جو دفعہ ۴۶ میں آپ نے بیان کی ہے اور نیز یہ کہ ہر دو کتب مقدسہ کا اس بیان میں اتفاق ہے اس کے لئے ذرا غور سے کام لینے کی ضرورت ہے۔
(۱) وید انسانی عمر سو سال کی بتاتا ہے - जीवेम शरदः शतं ہم سو سال تک زندہ رہیں۔ اور قرآن فرماتا ہے وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝ اسی خدا کو ان کے قیام و فنا کا علم ہے۔ اور یہ سب کچھ گیان کی کتاب میں لکھا ہے۔ لہذا قرآن کے نزدیک وید والی معیاد ہی قابل تسلیم ہے۔
(۲) لیکن روح کی زندگی محض انسانی جسم کے تعلق والی ہی نہیں ہو سکتی۔ مادہ کے تعلق سے سو سال کی زندگی تو ظاہر ہے۔ ایشور کے تعلق سے دوسری

زندگی نجات والی ہے اور وہ بھی سو سال ہی ہے - فرق صرف یہ ہوگا کہ جسمانی زندگی کا حساب ان سو مروجہ سالوں سے ہوتا ہے جو ۲۴ گھنٹے کے ۳۶۰ دنوں کے میل سے بنتے ہیں - تو نجات والی زندگی ان سو سالوں سے شمار ہوگی جو برہم دنوں کے ملنے سے بنیگی - اب سوال ہوگا کہ برہم دن کس عرصہ کا نام ہے اسکا جواب وید (اتھروید) ان الفاظ میں دیتا ہے -

शतं ते युत हायनान द्वे युगे त्रीणि चत्वारि कृण्मः

یعنی برہم دن یا زمانہ قیام عالم کی میعاد دس ہزار سینکڑہ یعنی دس لاکھ پر ۲ - ۳ - ۴ کے ہندسے لگانے سے حاصل ہوتا ہے - اور یہ میعاد چار ارب بتیس کروڑ سال کی بنتی ہے - جب برہم دن کی میعاد معلوم ہوگئی تو برہم راتری کی بھی یہی میعاد ہوئی اور ایک برہم دن رات آٹھ ارب چونسٹھ کروڑ سال کا ہوا اور ایسے ۳۶۰ دنوں کا ایک سال اور ۳۶۰۰۰ دنوں کا سو سال ہوا - پس نجات والی بڑی یا دیریا زندگی کی میعاد ۳۶۰۰۰ کو آٹھ ارب چونسٹھ لاکھ سے ضرب دینے پر حاصل ہو گی اور وہی ۳۱ نیل - اکھرب اور ۴۰ - ارب سال ہمنے پہلے لکھے ہیں جو حساب سے صحیح ہیں -

۴۸ - قرآن سے اس میعاد کا ثبوت

وید میں برہم دن کے جو چار ارب بتیس کروڑ سال کہے ہیں - اسکا حساب کرنے کیلئے رشیوں نے اسے ایکہزار حصوں میں تقسیم کیا ہے - اسطرح ہر حصہ ۴۳ لاکھ بیس ہزار سال کا بنتا ہے - پھر اس حصے کو چار چھوٹے حصوں میں اسطرح تقسیم کیا ہے کہ پہلے حصہ سے دوسرا حصہ دو چند - تیسرا سہ چند اور چوتھا چہار چند ہے - گویا پہلا زمانہ دسواں حصہ یعنی ۴ لاکھ بتیس ہزار سال کا دوسرا آٹھ لاکھ ۶۴ ہزار کا تیسرا ۱۲ لاکھ ۹۶ ہزار کا اور چوتھا ۱۷ لاکھ ۲۸ ہزار سال کا ہے - اسطرح چار زمانے جنہیں ست یگ - ترتیا - دواپر اور کلی یگ کہا گیا ملکر ایک چترنگی بنتے ہیں اور ہزار

چترنگی کا برہم دن ہے ۔ بہ الفاظ دیگر ایشور کی طرف سے برہم دن کی معیاد ۴ ارب ۳۲ کروڑ سال وید میں فرمائی گئی اور انسانوں نے حساب لگاتے لگاتے چترنگی تک کا ایسا زمانہ مقرر کیا کہ ہزار ایسے زمانے برہم دن میں آئیں ۔ قرآن نے ویدک معیاد میں تو تسلیم کی ہی تھیں اس تقسیم کے متعلق بھی معیاد کی تصدیق کر دی ہے ۔ سورہ حج آیت ۴۷ میں صاف لکھا ہے ۔

وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ

یعنی تیرے "رب الاذن اُن ایک ہزار زمانوں کا ہے جو تم نے شمار کر رکھے ہیں" ۔ اب رب والا دن صاف طور پر برہم دن ہے ۔ برہم کے معنی بڑا ہے ۔ اسلئے قرآن میں کئی جگہ یوم عظیم کا لفظ بھی آیا ہے ۔ اور چونکہ انسانوں کی طرف سے وقت کا شمار چترنگی تک پہونچا ہے اسلئے قرآن کا یہ کہنا کہ برہم دن انسانوں کے شمار کردہ ایکہزار زمانوں کا ہے ۔ صاف طور پر ایکہزار چترنگی کا مفہوم رکھتا ہے ہی نہیں جیسے ہم نے کہا ہے کہ برہم دن کی جتنی معیاد ہے اتنی ہی برہم راتری یعنی پرلے کال کی ہے ۔ قرآن میں بھی اتنی ہی معیاد قیامت یا پرلے کال کی مانی ہے ۔ برہم راتری کیلئے لیلۃ القدر لکھا ہے اور جیسا ویدک سدھانت میں مانا جاتا ہے کہ پرلے کال میں تمام معلول اشیاء حالت علت میں چلی جاتی ہیں ۔ اور وہ علت برہم میں لین ہوتی ہے ویسے ہی سورہ القدر میں قرآن بیان کرتا ہے کہ تمام اشیائے عالم تنزل کر کے (علت میں لوٹکر) خدا میں بمعہ روحوں کے سلامت رہتی ہیں حتیٰ کہ پھر دنیا کا آغاز ہوتا ہے ۔ رہا سوال برہم راتری کی معیاد کا ۔ اسکے لئے سورہ السجدہ آیت ۵ میں صاف بیان موجود ہے ۔

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝

وہ آسمان سے زمین تک کا تمام نظام چلاتا ہے پھر اس زمانے میں جو تمہارے

شمار کردہ ہزار زمانوں کی معیاد والا ہے یہ سب کچھ اسی کے حضور میں نہاں رہتا ہے گویا قیام عالم کے کل دوران میں خدا ہی نظام عالم کو چلاتا ہے اور پھر ایک ہزار چترینگی تک حالت علت میں دنیا خدا میں موجود رہتی ہے یہ بھی واضح رہے کہ آسمان سے زمین تک کا لفظ وہی مفہوم رکھتا ہے جو ویدک ساہتیہ میں دیولوک سے پرتھوی لوک تک کا مفہوم رکھتا ہے ۔ الغرض برہما دن اور برہم راتری کی معیاد جب واضح ہے تو اس دن رات کی بنیاد پر سو سال کی عمر نکالنا بالکل آسان ہے ۔ اور وہی مکتی کی معیاد ہے جو اوپر بیان ہوئی ۔

۴۹ ۔ خاتمہ اور دُعا

تمام امور کے متعلق مختلف اور مختصر اشارات پر اکتفا کرتے ہوئے ہم آخر میں محض یہ نکتہ بیان کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ دین اسلام تمام پہلوؤں میں ویدک دھرم کا ہی ہمنوا بلکہ اس کا دوسرا نام ہے ۔ اگر اس پر کوئی اعتراض ہوتا ہے تو وہ محض قرآن کے تراجم کے الفاظ پر ہوتا ہے ۔ یا ان غلط رواجات پر جو ویدک دھرمیوں کی ہی تقلید میں مسلمانوں میں جاری ہوئے ہیں ۔ گو میدہ کے ارتھ جیت مانترک لوگوں کے ذریعے گؤ کے مارنے کے آریہ ستان میں مروج ہوئے ۔ تب دوسرے ملکوں میں بھی گؤکشی کا رواج ہوا ۔ ایسے ہی قربانی حیوانات آریہ ستان میں مروج ہوئی اور دوسرے ممالک میں بھی اسکی تقلید ہوئی ۔ بعینہ مفسران وید نے غلطی کھا کر جب وید منتروں سے سورگ میں بہت استریوں کا ملنا منسوب کیا تو قرآن کے مترجمین نے بھی قرآن کے تراجم میں وہی روش اختیار کی ۔ بہر حال آریہ اور مسلمانوں کا حقیقت کے لحاظ سے کوئی جھگڑا ہونا ناممکن ہے ۔ اسلئے ہماری تمام آریہ اور مسلمان بھائیوں سے یہی درخواست ہے کہ وہ اپنی موہومہ جدائی کو خیرباد کہکر حقیقت کے لحاظ سے جو یکسانیت وید اور قرآن میں ہے اسکا

احساس کریں اور پرشور سے قرآن کے الفاظ میں ہی دعا مانگیں کہ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ (آل عمران - ۸) یعنی اے ہمارے پروردگار - تحقیق تو ہی وہ زمانہ لا سکتا ہے جس میں ہم اختلافات سے اوپر اٹھکر ایک ہی سچے دھرم میں متحد ہو جاویں - سو ایسی عنایت کرو کہ وہ وقت جلد سے جلد آوے -

ادم شم

قرآن شریف کا ویدک بھاشیہ

یہ بھاشیہ (تفسیر) کیا ہے - اہل بھارت کی ہی نہیں انسانی جماعت کی مشکلات کا کامل حل ہے - باہم لڑنے اور نفرت کرنے والے ہندو مسلمان اور آریہ و مسلم مناظرین سخت غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں - فی الحقیقت دین اسلام قدیم ویدک دھرم کا ہی نام ہے - قرآن مجید قدیم دھرم کا ویسا ہی محافظ ہے جیسا کہ ستیارتھ پرکاش اور حضرت محمد صاحب اور جبرئیل صاحب نے قریباً چودہ صدی پہلے عرب میں وہی کام کیا تھا - جو اس زمانہ میں مہرشی دیانند اور ڈنڈی سوامی ورجانند نے بھارت ورش میں کیا ہے -

راقم ڈنکے کی چوٹ اعلان کرتا ہے کہ محض تراجم و تفاسیر کے نقصوں اور جہالت پر مبنی تعصبات نے اندھیر مچا رکھا ہے - ورنہ ویدک دھرم اور دین اسلام (جیسا کہ قرآن میں ہے) بالکل یکجان ہیں - نیز یہ کہ قرآن شریف کا یہ ویدک بھاشیہ ہی جو راقم کی زندگی بھر کی تحقیقات کا نچوڑ ہے -

حضرت محمد صاحب کے اصل مدعا کی صحیح ترجمانی

کرتا ہے یہ دعویٰ چونکانیوالا ہے لیکن جو سوسائٹی چاہے پبلک طور پر اسکا اطمینان کر سکتی ہے یقیناً ان علماء سے قرآن شریف کی صحیح تفسیر کا ہونا ناممکن ہے جو نہ ویدک تعلیمات کو جانتے اور نہ سمجھتے ہیں یہ تفسیر ۲۰×۳۰/۸ کے چار ہزار صفحہ نمبر اردو ہندی میں شائع ہوگی اور گو اس سے نصف سے بھی کم ضخامت کی تفسیریں بازار میں پچیس تیس روپے تک میں بکتی ہیں راقم نے محض بارہ روپے قیمت رکھی ہے۔ عہ پیشگی آرڈر کے ساتھ بھیجنے والوں کیلئے صرف نو روپے۔ اسپر بھی اپدیشک و مبلغ لوگ پیشگی چھ روپے جمع کرانے پر کامل تفسیر لے سکیں گے۔

حالات کی نزاکت تمام اہل ملک پر واضح ہے حتیٰ کہ باوجود انتہائی آدرش کوششوں کے نہ کانگریس اور مہاتما گاندھی ابتک اتحاد کرا سکے ہیں نہ سرکاری قانون اور مقدمات وغیرہ باہمی منافرت کو دور کرا سکے ہیں اور راقم کو یقین ہے کہ جب تک وید اور قرآن کی اصل تعلیمات کے متعلق جہالت اور اسپر مبنی عمل موجود ہیں قدرت اسیطرح فریقین کو ایک دوسرے کے ذریعہ سزا اور دکھ دیتی رہیگی۔ اور کانگریس یا سرکار تو کیا کل دنیا کی منظم طاقت کی بھی پیش نہ جاسکے گی برخلاف اس کے

یہ تفسیر تمام اختلافات کو مٹا کر دلوں کو مضبوطی سے متحد و یکجا کر دیگی

امید ہے تمام حق پسند۔ علم دوست اور پبلک کے بہی خواہ لوگ اس اہم اور مفید ترین کام میں عملی تعاون فرماوینگے اور پیشگی آرڈر سے نہایت جلد مشکور فرمادیں گے۔

لکھشمن آریوپدیشک آریہ سماج۔ برلا لائنس دہلی

اوم

مسلم آریہ ملاپ

نمبر ۴

قدامت روح و مادہ ازروئے قرآن مجید

لیکھک

لکھشمن آریوپدیشک

پرکاشک

ویدک پستکالیہ آریہ سماج برلا لائنس دہلی

بار اول — مطبوعہ چندر گپت پریس دہلی — قیمت ۲ر

مصنف کی دیگر تصانیف

اردو

یجروید ادھیائے اول	۸ر
ویدک سدھانتوں کی ویاکھیا	۸ر
براہین آلاریہ	۸ر
مرزائی دام فریب	۸ر
رادھا سوامی مت اور ویدک دھرم	۱۲ر
باوا نانک صاحب اور دین اسلام	۱۴ر
ویدوں کا عربی مبلغ	۱۴ر
رشی جیون کتھا	۱۰ر
دریا (نربھرانت گیان)	۶ر
بھوشیہ پران کی آلوچنا	۱۰ر
قادیانی مسیح کا کچا چٹھا	۸ر
چور اور چتر	۲ر
نقلی جین لسویشور	۶ر
کلیات آریہ مسافر	للور
مکمل جیون چرتر مہرشی دیانند	۵ر
مسلم آریہ ملاپ نمبر ۱	۱۰ر

مسلم آریہ ملاپ نمبر ۲	ار
ویدک دھرم و دین اسلام	۲ر

وغیرہ وغیرہ

ہندی

احمدی مکتیوں کا کھنڈن	۸ر
رشی جیون کتھا	۱۴ر
یوگ پرمان	۶ر
ویدک سندھیا	۳ر
رادھا سوامی مت اور ویدک دھرم	۸ر
تتور امائن	۲ر
مکتی	ار
ویدک دھرم و دین اسلام	۳ر
ویدک سورگ اور اسلامی بہشت	۳ر
قدامت روح و مادہ ازروئے قرآن	۲ر

وغیرہ وغیرہ

مینیجر ویدک ستیہ کالیہ آریہ سماج برلا لائنس دہلی

اوم

فہرست مضامین

آریہ سماجک پُستکیں

اُردو - ہندی - انگریزی - گورمکھی میں بہت رعایتی اور تخفیف شدہ قیمت پر حسب ذیل پتہ سے طلب فرمادیں :-

مینیجر آریہ ساہتیہ پستکالیہ لاہور

اوم

قدامت رُوح و مادّہ

۱- انٹروڈکشن

عرصہ قریباً ۴۵ سال کا گذرتا ہے۔ جب سے ہم مذہبی جد و جہد میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ اس کل دوران میں لیکچروں۔ مباحثوں، اخباری مضامین۔ کتب و رسالہ جات سب میں علماء اسلام کو یہی پوزیشن لیتے پایا ہے کہ رُوح اور مادہ مخلوق یا حادث ہیں۔ اگرچہ آریہ اور مسلم مناظرین رُوح و مادہ کے قدیم یا حادث ہونے کے متعلق زیادہ تر عقلی دلائل پر انحصار رکھتے آئے ہیں۔ تاہم ہر دو فریق الہام الٰہی کے قائل ہونے سے وید اور قرآن کے حوالہ جات پر انحصار رکھنے کے ذمہ دار ہیں۔ اور اسی لحاظ سے ۱۹۰۶ء کا ٹوپری وسہارن پور کا مُباحثہ ہی وہ واحد مُباحثہ تھا۔ جس میں علماء اسلام نے ہم سے وید سے ازلیات ثلاثہ کے ثبوت کا مطالبہ کیا۔ اور اس کا اصل سبب یہ تھا کہ مولوی صاحبان یقین رکھتے تھے کہ قرآن میں تو ازلیت روح و مادہ مذکور نہیں سو نہیں۔ وید میں بھی اسکا ہونا غیر اغلب ہے۔ غرضیکہ یہ امر بالکل صحیح مانا جاتا تھا کہ قرآن اور اسلام میں یقینی طور پر حدوث روح و مادہ کی ہی تعلیم ہے۔ لیکن گذشتہ چند سالوں سے قرآن کے متعلق ہماری رائے نے پلٹا کھایا تو ہم نے اور مضامین

کی طرح روح اور مادہ کے متعلق بھی تراجم و تفاسیر کو چھوڑ کر براہ راست آیاتِ قرآن سے تحقیق و تجسس کی تو معلوم ہوا ؏

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

غور کرتے کرتے آخر ہم بڑے تعجب کے ساتھ اس یقینی نتیجے پر پہونچے کہ مولوی صاحبان آنحضرتؐ اور قرآن کے بالکل خلاف پوزیشن لے رہے ہیں۔ قرآن میں اس امر کا کہیں اشارہ یا کنایہ بھی نہیں۔ جس سے حدوث روح و مادہ کا اعتقاد اخذ کیا جا سکے اور ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ جتنا زیادہ کوئی حق پسند محقق الفاظ قرآن کے اندرونی مفہوم تک پہنچنے کی کوشش کریگا۔ اتنا ہی زیادہ وہ ہمارے بیان کی صداقت کا قائل ہوگا۔ اور آخری منزل جس پر اس کی رسائی ہوگی وہ ازلیت روح و مادہ کے متعلق وید سے قرآن کی ہمنوائی ہوگی۔ اور ہم اپنی خوش نصیبی سمجھتے ہیں کہ ہم وید اور قرآن یعنی ہر دو فریق کی کتب مقدسہ کے ناقابل تردید حوالہ جات کی سند سے اس مضمون پر بھی اپنے بھائیوں کو متحد اور متفق کرنیکا مبارک موقعہ پاتے ہیں۔

۲۔ وید میں تین انادی

अस्य वामस्य पलितस्य होतुस्तस्य भ्राता मध्यमो अस्त्यश्नः

तृतीयो भ्राता घृत पृष्ठो अस्या त्रापश्यं विश्पतिं स पुत्रम्।

(رگوید منڈل ۱۔ ادھیائے ۲۱۔ سوکت ۱۶۴۔ منتر ۱) اس سندر نرمل برہمانڈ کو بنانے والے تین بھائی ہیں۔ ایک تو سب سے بڑا ہے جو اس جہان یگیہ کا ہوتا ہے۔ دوسرا اس سے چھوٹا یا منجھلا ہے۔ جو دونوں کی

طرف بھوگ کرتا ہے۔ تیسرا وہ بھائی ہے جو اس عالم کے لئے ایک طرف کار آستہ صاف کرتا ہے یہ گویا اس یگیہ کا کنڈ ہے اور اس کنڈ میں جہاں سات شکھاؤں والی اگنی دکھائی دیتی ہے وہاں سات سمندروں والی یہ زندگی کی دنیا دکھائی دیتی ہے۔

سب سے بڑا بھائی ایشور۔ منجھلا جیو اور چھوٹا مادہ ہے جیسا کہ منتر میں بیان شدہ لکھشنوں سے ظاہر ہے اور چونکہ ان تینوں ازلی ہستیوں کا وجود پیدائش عالم میں ضروری ہے اور تینوں ہی اس سارے ظہور میں صاف طور پر شریک ہو رہے ہیں۔ اس لئے ان کو بھائی کہنا نہایت معقول ہے۔

اسی طرح اس سارے سوکت میں ہر سہ جواہر جاوید کا کئی طریقوں سے بیان ہے۔

(۲) ایضاً

द्वा सुपर्णा सयुजा सखाया समानं वृक्षं परिषस्वजाते।

منتر ۲

तयो रन्य: पिप्पलं स्वाद्वत्यनश्नन्न्यो अभि चाकशीति॥

(پرمیشور اور جیو نام) دو سپرن (آتما) ہیں۔ ملتی جلتی صفات اور جیسا محافظ کا تعلق رکھنے والے۔ نیز باہم متر (مانوس) یہ دونوں پرکرتی (برکھش) پر حکمراں ہیں۔ ایک (جیو) تو اس کائنات کے پھلوں کو بھوگتا ہے۔ مگر دوسرا یعنی پرمیشور اس کے پھلوں کو نہ چکھتا نہ بھوگتا ہے۔

موجودہ سنسکرت میں سپرن پکھشی یا پرند کو کہتے ہیں اور برکھش درخت کو۔ مگر ویدک سنسکرت میں سپرن کا مفہوم ارتھ آتما ہے یعنی وہ جس کی پراپتی سے سکھ ہوتا ہے اور یہ دو ہیں۔ جیو اور پرمیشور۔ اسی طرح برکھش وہ ہے جو پیدا ہوتا ہے اور بڑھتا و پھلتا پھولتا ہے۔

اسلئے آتما۔ پرماتما اور پرکرتی ہی اس منتر میں اصل مذکور ہیں۔ جو
لوگ دو پوند اور درخت سُکا ذکر ترجمہ میں کرکے تین انادی پر استعارہ
کے طور پر اسے لگاتے ہیں غلطی کرتے ہیں۔ کیونکہ براہِ راست اس
کے معنی تین انادی پر ہی لگتے ہیں۔ اور تمام رشیوں کا مسلمہ اعتقاد
ہے کہ وید کے شبد یوگک ہونے سے کثیر المعانی ہیں۔ مگر مقدم ارتھ
ان کا پرمیشور پر ہی لگتا ہے۔
سُپرن لفظ براہ راست پرماتما کے لئے آنے کا نہایت مشہور ثبوت
بھی موجود ہے۔ چنانچہ اسی سوکت کے منتر ۴٦ میں ہے۔

इन्द्रंमिजं वरुणमग्निमा हुरथो दिव्यः स सुपर्णो गरुत्मान्।
اس میں اندر متر ورن اگنی وغیرہ کے ساتھ سپرن بھی پرمیشور کا نام آیا
ہے۔

एतावान स्य महिमा तो ज्या यांश्च पुरुष :।
पादो अस्य विश्वा भूतानि त्रियाद स्यामृतं दिवि ॥ (٣)

یجروید کے پرش سوکت کا یہ تیسرا منتر ہے۔ پرش کا لفظ اس
وراٹ سوروپ کے لئے ہے۔ جس میں ایشور۔ جیو پرکرتی اور یہ تمام
یہ معلول جگت چاروں شامل ہیں۔ بتایا ہے کہ پرش انت سر۔
انت نیتروں۔ انت پاؤں والا دسوں دشاؤں میں ویاپک ہے
ماضی اور مستقبل میں ہونے والا جگت کیا امرتو اور کیا بھوگوں کے
روپ میں اُتپن ہونے والا سب پرش ہی ہے۔ یہ کہکر اس تیسرے
منتر میں بتایا کہ اس سب بیان سے اس پرش کی ہی مہان مہانتا
ہے۔ اور اس کے امرت اور پیدا شدہ کے دو بھاگ جو کہے اس

کی تفصیل یہ ہے کہ تین پاد تو امرت ہیں یعنی ایشور۔ جیو اور پرکرتی۔
اور ایک پاد یہ سارا بھوتوں سے پیدا شدہ جگت ہے۔
واقعی نہایت صاف طور پر تین اناذی اور معلول جگت کی تمیز اس منتر میں کرائی گئی ہے۔

त्रिपादूर्ध्व उदैत्पुरुषः पादोऽस्येहाभवत्पुनः ।
ततो विष्वङ् व्यक्रामत्साशनानशने अभि ॥ ४ ॥ (۴)

پرش ان تین پاد سے اونچا یا اوپر یا آگے ہے اور اسکا ایک (چوتھا) پاد بار بار اس سنسار کی شکل اختیار کرتا رہتا ہے۔ اسی پاد سے یہ کھانے اور نہ کھانے والا چیتن اور جڑ دونوں طرح کا چراچر جگت گوناگون شکلوں میں پیدا ہوتا رہتا ہے۔

اس منتر میں ساری پوزیشن کو اور بھی واضح کر دیا ہے پرش شبد جو اس سوکت میں ہے وہ اس حالت سے تعلق رکھتا ہے جب تین انادی یا امرت کے ذریعہ چوتھی معلول دنیا کا ظہور ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ علت مادی پیدا نہیں ہوتی وہی ایک امرت پاد یعنی پرکرتی بار بار معلول حالت میں آتی رہتی ہے۔ اسی لئے یथा पूर्वमकल्पयत् یعنی موجودہ پیدائش پورو کلپ کی طرح پیدا ہوئی ہے نہایت معنی خیز واکیہ ہے۔

त्रिपादूर्ध्व یعنی تین پاد سے اوپر کی یا آگے کی حالت کو ترقی یافتہ حالت سمجھنا چاہئے اور جب پرلے میں یہ معلول دنیا پھر علت میں تبدیل ہو کر برہم میں لین ہوتی ہے۔ تب گویا تنزل یا پہلی نچلی حالت ہوتی ہے۔ یہ نکتہ خاص طور پر قابل غور ہے۔ قرآن سے ویدک

سدھانت کی کامل تصدیق کا ثبوت تو آگے آئیگا۔ لیکن یہاں سے لگے ہاتھ۔ ہم تو یاد کے ساتھ جو اور وہ لفظ لگاہے۔ اس کی حقیقت کا احساس قرآن نے کہاں تک کیا ہے یہ واضح کردینا خاص دلچسپی کا موجب سمجھتے ہیں۔ سورۃ القدر میں لیلۃ القدر کا بیان ہے۔ علماء اسے شب قدر کہہ رہے ہیں اور اس کے متعلق بہت کچھ غلط بیانی ہو رہی ہے۔ مگر یہاں اس بحث کا موقعہ نہیں۔ جتانا محض یہ ہے کہ اس سورۃ میں ویدک پرلے کال کو ہی لیلۃ القدر کہا ہے اور لکھا ہے

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ

یعنی اس لیلۃ القدر میں کل مادی اشیاء و ارواح قانون یا منشائے ایزدی کے مطابق تنزل کر جاتے ہیں۔ اگلی آیت میں کہا ہے کہ پھر آغاز پیدائش ہونے تک اس خدا میں محفوظ رہتے ہیں؛ قطع نظر دیگر نکات کے جن کا ذکر اپنے موقعہ پر آئیگا یہاں محض تنزل لفظ کا استعمال کس باریک بینی کا شاہد ہے۔ اسی کا اشارہ دینا مقصود ہے۔ وید نے پیدائش کے لئے (...) یعنی اونچی یا ترقی یافتہ حالت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ تو قرآن پھر پچھلی حالت پر پرلے کے وقت لوٹنے کیلئے تنزل لفظ کا استعمال کرنے میں نہایت ہی حق بجانب ہے۔

(۵) ہم زیادہ حوالہ جات دینے کو طول کلامی کے الزام سے بچنے کے لئے غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ ہاں ہم وید کے ہر منتر کو وید انادی کا مسلمہ ثبوت قرار دیتے ہیں۔ وید کیا ہے۔ پرمیشور کا گیان یا اس کی ہدایت کس کے لئے ہے۔ جیو آتما کے لئے۔ کیوں اور کس کے متعلق یہ گیان یا ہدایت

لی ہے۔ پرکرتی کے متعلق تاکہ اس کی گوناگون خلقت کا جیو آتما بجا
استعمال کر کے دکھوں سے بچے اور جڑ کی کمیوں کا اور سچدانند پرمیشور کی
مہما کا احساس کرے۔ گویا تینوں انادی مانے بغیر الہام ملنے کی اصولی
معقولیت ہی قائم نہیں رہ سکتی۔

اس کے علاوہ ویدارتھ کا تعلق بھی صحیح معنوں میں ہر کہیں تین ازلی
پدارتھوں پر ہی لگتا ہے۔ مثال کے لئے اس منتر کو لیجئے۔ (یجر وید
ادھیائے ۴۰۔ منتر ۱۱)

अन्धन्तमः प्रविशन्ति ये ऽ सं भूतिमुपासते ।
ततो भूय इव ते तमो य ऽ उ सम्भूत्याꣳ रताः ॥

جو غیر معلول مادہ کی اپاسنا کرتے ہیں۔ گھور اندھکار میں پرویش کرتے
ہیں اور مادی مخلوق اشیاء کے اپاسک اس سے بھی گہرے اندھیرے
میں مبتلا ہوتے ہیں۔

اب غور کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے ایک ایشور کی پوجا کی ہدایت دی
گئی ہے۔ اس لئے کہ جیو آتما گھور اندھکار یا دکھوں میں مبتلا ہونے سے
اسی طریق سے بچ سکتا ہے اور یہ اندھکار کی حالت کس طرح آتی ہے۔
پرکرتی کی اپاسنا سے خواہ یہ بصورت علت ہو۔ خواہ معلول۔ غرضیکہ معبود
ایشور، عابد روح اور مصنوع جیسے پرکرتی یا مادہ ہے۔

۳۔ اپنشد میں تین انادی

अजामेकां लोहित शुक्ल कृष्णां बह्वीः प्रजाः सृजमानां स्वरूपाः ।

अजो ह्येको जुषमाणो ऽनुशेते जहात्येनां भुक्तभोगाम
जोऽन्यः ॥

(شویتا شوتر اُپ نشد ادھیائے ۴ منتر ۵) پرکرتی جیو اور پرمیشور تینوں غیر پیدا شدہ ہیں یہ تینوں اس عالم کی گوناگوں مخلوقات کی علتیں ہیں ازلی جیو اس ازلی پرکرتی کا بھوگ کرتا ہوا اس میں پھنستا ہے۔ مگر پرمیشور نہ اس کو بھوگتا ہے نہ اُس میں پھنستا ہے۔

اسی طرح تمام ویدک ساہتیہ تین انادی کے سدھانت کے حق میں ہے اور شویتا شوتر اُپ نشد میں اس کی مزید ویاکھیا کرتے ہوئے صاف لکھا ہے۔

مایا تو پرکرتی کو جان اور اس مایا والا یا مایا کا مالک مہیشور کو مان۔

۴۔ پیدائش کے لئے علّت مادی کی لازمی شرط

اوپر کے چند حوالہ جات محض اس لئے پیش کئے گئے ہیں کہ وید وغیرہ ستیہ شاستروں کے مطابق پرمیشور کے ساتھ روح اور مادہ کا ہونا نہایت لازمی ہے ورنہ پیدائش ہی ناممکن ہے۔ علم اور عقل اور سائنس نے ہر زمانہ میں اس مسلمہ اصول کی شہادت دی ہے کہ ہر معلول شے کے ظہور کے لئے تین علتیں چاہئیں۔ علت فاعلی۔ علت مادی اور عام علت۔ پرمیشور کا تینوں علتوں میں ہونا ناممکن ہے۔ اتنا وسیع جڑ جگت علت مادی کے بغیر پیدا ہوا۔ یہ تسلیم کرنا خلاف عقل و قانون قدرت ہے۔ سائنس علے الاعلان کہہ رہی ہے اور تمام عالم کے لوگ اس کی تائید کر رہے ہیں کہ نیستی سے ہستی کا ہونا ناممکن ہے۔ جے

کہ یہ کہنا کہ فلاں امر اتفاقیہ ہو گیا - بھی محض اس بات کا ثبوت مانا جاتا ہے کہ متکلم کو واقعہ کے اصل سبب کا علم نہیں۔ حقیقت میں اس کے کچھ نہ کچھ پوشیدہ اسباب ہیں - اور یہ اصول ویدک لٹریچر میں کئی صورتوں میں بیان ہوا ہے۔

(ویشیشک درشن ۲-۱-۳)

कारण भावात कार्य्य भाव:

کارن یا علت یا سبب کے ہونے سے ہی کاریہ یا معلول یا نتیجہ ہوتا ہے۔

(ویشیشک ۱-۲-۱)

कारणाभावात्कार्य्याभाव: ।

کارن یا علت یا سبب کے نہ ہونے پر کاریہ یا معلول یا نتیجہ بھی نہیں ہوتا۔

اسی موضوع پر تیسرا اصول یہ کہا ہے۔

(ویشیشک ۲-۱-۲۴)

कारण गुण पूर्वक: कार्य गुणा दृष्ट: ।

کارن یا علت والے اوصاف ہی کاریہ یا معلول میں ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر علت میں نیستی ہو گی تو معلول میں ہستی کا ہونا ناممکن ہوگا۔

یہی اصول گیتا ادھیائے ۲ شلوک ۱۶ میں ان الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

नास्तो विद्यते भावो न भावो विद्यते सत: ।

یعنی نہ نیست شے ہست ہو سکتی ہے نہ ہست شے نیست ہو سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ شکل و حالت میں تبدیلی واقعہ ہونے سے دو نام پہلے ہی ہوں - ہستی کی صفت دونوں حالتوں میں یکساں ہے۔

اس ہستی کو چھاندوگیہ اُپ نشد میں پیدائش سے پہلے عملاً موجود تسلیم کیا ہے۔

सदेव सोम्येदमग्र आसीत्।

یعنی پیدائش عالم سے پہلے ہے سومیہ ست یا ہستی ہی تھی۔ (عدم مطلق نہ تھا)

اس ہستی کو سانکھیہ درشن میں ست رج اور تم کی سامیہ اوستھا یا جامع جوہر پرکرتی کہا ہے۔

اسی ہستی کو تمام ویدک ساہتیہ میں موقعہ و محل کے مطابق مختلف ناموں سے تعبیر کیا ہے۔

सत (ہست یا موجود) असत (غیر موجود یا غیر محسوس) तम
(اندھکار نے یا پرمانو روپ) सलिल अप्रकेत اپرکیت سلل
(ناقابل تمیز مادی جوہر) वंध अगत اپرترکیہ (ناقابل بحث
اوگییہ یعنی ناقابل فہم अविज्ञेय قائم بالذات स्वधा وغیرہ
وغیرہ نام دئے گئے ہیں۔

غرضیکہ عالمگیر سچا اصول ہستی سے ہستی ہونے کا ہے اور اس اصول کا لازمی تقاضہ ہے کہ وید میں مذکورہ تین اَنادی کا سدھانت بھی تمام انسانی جماعت سے صحیح تسلیم کیا جاوے۔

۵۔ قرآن وید کی تائید میں

اب سوال یہ ہے کہ قرآن کی صحیح پوزیشن کیا ہے آیا وہ علماء اسلام کے بیان کی تائید کرتا ہے یا وید کی۔ اس کا جواب صاف ہے کہ

قرآن وید کی ہی تائید کرتا ہے۔ اس میں نہ کہیں نیستی سے پیدائش ہونے کا بیان ہے نہ حدوث روح و مادہ کا۔ نہ کہیں کوئی اشارہ ہی اس امر کا ہے کہ فلاں وقت فلاں وجہ سے خدا کو عدم مطلق سے رُوح اور مادہ کو پیدا کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی برخلاف اسکے جہاں کہیں پیدائش کا ذکر آتا ہے۔ وہاں ہم کسی نہ کسی طرح علت مادی کی بھی ساتھ ہی توضیح پاتے ہیں اور روح کے بھی پیدائش سے پہلے موجود ہونے کا ثبوت ہر کہیں موجود ہے۔ چنانچہ اگلی دفعات میں قرآن سے اسکا ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے یقینی طور پر قرآن سے رُوح اور مادہ کی قدامت کا پتہ چلتا ہے۔

۶۔ پیدائش حق سے ہوئی

قرآن بہت جگہ فرماتا ہے کہ خدا نے حق سے ہی مخلوق کو پیدا کیا ہے اور یہ حق مادہ کی واجب الوجود ہستی کا ہی نام ہے۔ سورۃ عنکبوت آیت ۴۴ میں کہا ہے (نیز سورۃ النحل آیت ۳)

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ

یعنی خدا نے آسمان کو اور زمین کو حق یعنی مادہ کی حقیقی ہستی سے پیدا کیا ہے۔

سورۃ الروم میں خاص لوگوں کی غلطی کا ذکر کیا ہے کہ وہ محض ظاہری زندگی پر مر رہے ہیں۔ انہیں پرلوک کا کوئی خیال نہیں۔ اس کے بعد آیت ۸ میں کہا ہے۔

اَوَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

وَمَا بَیْنَھُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ ۔

کیا ان لوگوں نے اپنے دل میں غور نہیں کیا کہ خدا نے ویشو پرتھوی اور انترکھش کے سب لوکوں کو حق سے ہی پیدا کیا ہے ۔ اب جائے غور ہے کہ کیا حق حادث ہو سکتا ہے ۔ ہرگز نہیں اور جب قرآن پیدائش سے پہلے حق کو موجود مانتا ہے اور علیم کل خدا خالق ہے تو کیا وید کے اس بیان کی تصدیق و تائید میں کوئی کسر ہے کہ

ऋतंच सत्यंचा भीद्धात्तपसो ऽध्य जायत

رت یعنی گیان اور ست یعنی مادہ سے ابھید ہا تپ ظاہر ہوا ۔ مادہ کو وید میں ست کہا ہے اور اس کے لئے عربی میں حق کا لفظ ہی موزوں ہے ۔ تب قرآن سے نیستی سے ہستی کی تردید اور وید کی تائید ہونے میں کسر کیا رہی ۔

۷ ۔ خدا علّت فاعلی ہے

ہم پہلے اشارہ دے آئے ہیں کہ ویدک تعلیم سے خدا علت فاعلی ہے ۔ علت مادی نہیں ۔ قرآن سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۴ میں اس بات کو صاف طور پہ قبول کرتا ہے ۔

کَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہٗ ط وَعْدًا عَلَیْنَا ط اِنَّا کُنَّا فٰعِلِیْنَ ہ

جس طرح ہم نے پہلی یا سابقہ پیدائش کی تھی ۔ اسی طرح ہم نے پھر کی ہے ۔ یہ ہم پر واجب یا لازمی ہے ۔ تحقیق ہم فاعل ہیں ۔ یہاں صاف واضح ہو گیا کہ خدا جو حق یا ست (پرکرتی) سے دنیا کو پیدا کرتا ہے وہ علت فاعلی ہے ۔

پیدائش کے متعلق وید کا فرمان بھی صاف یہی ہے کہ

यथा पूर्वमकल्पयत्

کہ جیسے پورو اتپتی تھی۔ اسی طرح اب ہوئی ہے۔
قرآن میں پورو کی جگہ اول کا لفظ ہے اور سارا مضمون ان الفاظ والا بھی موجود ہے۔

۸۔ علّت مادی کی موجودگی

سورۃ الحجر میں خدا سے ہی تمام کائنات کے پیدا ہونے کا ذکر ہے اور کہا ہے کہ خود محتاج انسان دوسروں کو رزق دینے والا نہیں۔ خدا ہی سچا رازق ہے اور کل جاندار جن تک انسانی جود و سخا کی رسائی تک بھی مشکل ہے۔ اسی رازق سے پرورش پا رہے ہیں۔ یہ کہکر آیت ۲۲ میں کہا ہے۔

وَاِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ

کوئی بھی چیز کیوں نہ ہو۔ ہمارے ہاں اس کے خزانے بھرے ہیں مگر ہم اسے مقررہ اندازے سے بھیجتے رہتے ہیں" اس سے ظاہر ہے کہ اس دائماً ہستِ مطلق قادرِ مطلق علم مجسم خدا کے قبضۂ قدرت میں ارواح اور مادی علت ہمیشہ موجود ہیں۔ اور محض مخلوقات کی ضرورت کے مطابق معلول اشیاء دنیا میں پیدا ہوتی ہیں خدا کے بھیجنے کا یہ مطلب تو ہے ہی نہیں کہ بنی بنائی چیزیں وہ ڈاک وغیرہ کے ذریعہ بھیجتا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اشیاء وغیرہ

دھیرے قوانین الٰہی کے مطابق تیار ہو کر قابل استعمال صورت میں آتی ہیں۔ گیہوں وغیرہ اناج اور آم وغیرہ پھل کس طرح مہینوں میں تیار ہوتے اور پکتے ہیں۔ یہ انسانوں کے مشاہدہ میں عام طور پر آرہا ہے اور ظاہر کر رہا ہے کہ مَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ کا صحیح مفہوم کیا ہے۔ پس بھرے خزانے سے مراد مادی علت کا بہ افراط خدا کے قبضہ میں ہونا ہے۔ یہ بیان کہیں موجود نہیں کہ یہ خزانے فلاں زمانے میں خدا کے قبضہ میں آئے۔ ہاں یہ صاف ظاہر ہے کہ جب سے خدا ہے تب سے ہی اس کے خزانے ہیں۔ یہ الفاظ دیگر قدیم ترین خدا کے روح اور مادہ کے بھنڈار بھی قدیم ہیں۔

سورۃ یونس آیت ۶۱ میں ہے وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○

تمہارے پروردگار سے ذرہ بھر شے بھی چھپی نہیں۔ کیا دیولوک میں اور کیا پرتھوی لوک میں اور نہ ذرہ سے چھوٹی نہ اس سے بڑی کوئی شے ہے۔ جو اس کے گیان کی کتاب میں مذکور نہ ہو۔

ذرہ کہتے ہیں انو کو۔ اس سے بڑی چیز وہ ہے جو زیادہ تعداد ذرات سے مل کر بنی ہو اور چھوٹی وہ جسے پرمانو کہتے ہیں یعنی اجزائے لاتیجزی یا ناقابل تقسیم ذرات۔ قرآن کا مطلب صاف ہے کہ پرمانو سے لیکر پرتھوی تک سب اشیاء کا علم خدا کی گیان والی کتاب میں ہے اور ساتھ ہی یہ کہ خدا سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہو سکتی۔ بہ الفاظ دیگر یہ کہ خدا کے ساتھ ہی پرمانو وغیرہ بھی قدیم ہیں۔ جو ذرات سے بھی

چھوٹے ہیں۔

۹۔ علت فاعلی اور مادی دونوں کا اقبال

سورہ الطور آیت ۳۵۔ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ ھُمُ الْخٰلِقُوْنَ ؁

کیا وہ بغیر کسی شے (ہستی یا علت مادی) کے پیدا ہوئے ہیں کیا وہ خود اپنے خالق یا پیدا کنندہ ہیں۔

غور سے دیکھا جائے تو اس چھوٹی سی آیت میں مثل دریا بہ کوزہ پیدائش کے تمام لوازمات کو بیان کیا گیا ہے۔ سرکش یا نافرمان لوگوں کی حالت پر مختلف طرح سے تبصرہ کرتے ہوئے اس آیت میں کہا ہے کہ کیا یہ غیر شے سے پیدا ہوئے ہیں یعنی نیستی سے۔ جنم سے درن ماننے والے متکبر برہمنوں کو کبیر نے یہ کہکر نیچا دکھایا تھا کہ

جے توں برہمن برہمنی جایا۔ آن باٹ کاہے نہیں آیا

یعنی اگر تو برہمنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے سے ہی برہمن ہے تو دوسرے لوگوں کے طریق پر پیدا کیوں ہوا ہے۔ منہ۔ناک۔کان وغیرہ سے پیدا ہوتا۔ تو بیشک تیرے انوکھے پن کا پتہ چل جاتا۔ اسی طرح قرآن اس آیت میں ان سرکشوں کو نیچا دکھاتا ہے۔ کہ اگر ایسے ہی تیس مار خاں تھے۔ تو غیر شے یا نیستی سے پیدا ہو دکھاتے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ خدا کی کل مخلوقات ہستی یا مادی علت سے پیدا ہوتی ہے۔ اور جب یہ لوگ بھی اسی سے اور ان ہی قوانین کے ماتحت پیدا ہوئے ہیں تو سرکشی کا کیا مطلب؟ دوسرے

مزے کی بات یہ کہی ہے کہ کیا یہ خود اپنے خالق یا پیدا کنندہ ہیں
مطلب یہ کہ انہیں بھی اوروں کی طرح علت فاعلی خدا نے ہی
پیدا کیا ہے۔ لہٰذا ان کا خدا سے کفر کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ الفاظ
آیت کا لہجہ ایسا طنز آمیز ہے کہ ہر سمجھدار مسلمان یہی کہیگا کہ قرآن
کی رُو سے نیستی سے پیدا ہونے کا ذکر ایک قسم کی دشنام ہے
اور ایسا ہی خدا کے بغیر کسی کو پیدا کنندہ ماننا بھی کذب بیانی ہے
پس جب صریح طور پہ علت فاعلی اور علت مادی کا تعلق لازمی
مانا گیا ہے اور ہستی سے پیدا ہونے کے لئے تمام علتوں کا ہونا بھی
لازمی ہے تو یہ وید کی کامل تائید کا ثبوت ہے۔

۱۰۔ نفس واحد سے پیدائش

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ
وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً سورۃ النساء

اے انسانو! اپنے پروردگار سے ڈرو۔ جس نے تم کو ایک ہی
مادہ سے پیدا کیا۔ اس طرح کہ پہلے اس سے اس نے اسکا جوڑا
بنایا۔ اور پھر اس جوڑے سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔
اس آیت میں عورتوں کے حقوق کی مساوات کا بنیادی پتھر
رکھا گیا ہے کہ چونکہ تمام انسان کیا مرد کیا عورت ایک ہی مادہ
سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کی مساوات ظاہر ہے۔
اس کے علاوہ ویدک طریق پیدائش عالم کی بھی سرسری طور پہ
تصدیق کی گئی ہے۔ وید اور منو دھرم شاستر وغیرہ میں کہا ہے

کہ پہلے پرکرتی سے پرش (نر) اور استری (مادی) شکتی کا ظہور ہوا اور ان دو طاقتوں کے میل سے اور جوڑوں کی طرح بہت سے مرد اور عورتیں آغاز عالم میں پیدا ہوئیں۔ سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں لکھا کہ ایک نہیں انیک انسان آغاز میں پیدا ہوئے۔ ٹھیک یہی کچھ آیت زیر بحث میں بیان ہو رہا ہے کہ پہلے جوڑا بنا۔ اور پھر کثیر التعداد مرد اور عورت۔

اس پر کسی مزید بحث کی ضرورت نہیں۔ اصل دعویٰ ہمارا محض اس لفظ سے ثابت ہے کہ سب نفس واحد یعنی مادہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ یا بہ الفاظ دیگر یہ کہ مادہ قدیم ہے۔

۱۱۔ نفس واحد سے مراد آدم نہیں

مفسر صاحبان نفس واحد کی تفسیر حضرت آدم سے کر رہے ہیں۔ اور اس آیت کو بائیبل کے اس بیان کی تصدیق کے طور پہ استعمال کرتے ہیں کہ پہلے خدا نے حضرت آدم کو پیدا کیا۔ اور پھر اسکی پسلی سے حوا کو پیدا کیا۔ اور ان دونوں سے بہت آبادی پھیلی۔ لیکن قرآن کے متعلق یہ خیال سراسر غلط ہے۔ بوجوہات ذیل:-

اول۔ آدم کی پسلی سے حوا کو پیدا کرنے کا ذکر محض موجودہ بائیبل سے پیش کیا جاتا ہے۔ جو ترجمہ در ترجمہ ہوتے ہوئے ایک لمبے سلسلے کے بعد ہمارے سامنے پیش ہو رہی ہے۔ اصل بائیبل جو قدیم سنسکرت کی کتابوں کا مجموعہ تھی۔ اور جس کا پہلے عبرو میں پھر لیٹن میں اور بعد میں اور زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ ہمارے سامنے نہیں۔ اور

چونکہ ترجموں میں زبانوں۔ زبانوں اور مترجموں کے علم اور عقل کے اختلاف سے اصل حقیقت قائم نہیں رہ سکتی اور تھرڈ ہینڈ کیا سکنڈ ہینڈ شہادت بھی قابل وقعت نہیں سمجھی جاتی - اور اس لئے بھی کہ خود علمار اسلام بائبل میں تحریف و تفریف کے قائل ہیں - اور قرآن نے موجودہ بائبل کے بیان پر کہیں بھی انحصار نہیں رکھا - اس لئے اس قصے کو آیت زیر بحث کی حقیقت کا معیار نہیں بنایا جاسکتا -
بالخصوص بائبل کے یہ لفظ کہ وہ دونوں دو تن ایک جان ہوں گے - ظاہر کرتے ہیں کہ آدم اور حوا کا بیان ہر مرد اور اسکی بیوی کی پوزیشن کی نمایندگی کرتا اور ویدک دھرمی جو عورت کو مرد کا آدھا انگ کہتے ہیں اسی کو استعارۃً بیان کرتے کرتے آخر پسلی سے حوا کے پیدا کیا جانے کا قصہ چلا ہے - نہ مرد کی پسلی سے انسان عورت کو پیدا کر سکتا ہے نہ کہیں قانون الٰہی اس کی تصدیق کرتا ہے -
لہٰذا اصل بائبل کا مقصد محض عورت کو مرد کی اردھنگی کہنا تھا اور یہ کل نوع انسان سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ کسی خاص شخص اور اسکی عورت سے -

دوم - بائبل کا لفظ آدم بائبل سے ہی آغاز عالم والی انسانی جماعت کے لئے استعمال ہوا ثابت ہوتا ہے - اور ابتدا میں بہت سے مرد اور عورتوں کے پیدا ہونے کا اصول ہی بائبل میں مذکور ہے دیکھو پیدائش کی کتاب باب ۱ - آیت ۲۷ و ۲۸ -
" پرمیشور نے منش کو اپنے سوروپ کے انوسار سرجا - اپنے ہی سوروپ کے انوسار پرمیشور نے اس کو سرجا - ناری اور نر کرکے اس نے منشیوں

کو سرجا۔ ۲۷۔ اور پرمیشور نے ان کو آشیش دی اور ان سے کہا کہ پھولو
اور پرتھوی میں بھر جاؤ۔" یہاں منش کا لفظ صاف طور پر انسانی جماعت
کے لئے ہے اور نر اور ناری کے لئے بار بار اُن کا لفظ (اسم ضمیر)
استعمال کر کے اور منشیوں کا لفظ صیغہ جمع میں لکھ کر اصل حقیقت کو
صاف کر دیا ہے۔ نہ صرف یہی۔ مزید غور کرنے پر باب ۵ کی آیت ا تا
۳ سے قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے کہ آدم ایک کا نام نہیں۔ کثیر التعداد مرد
اور عورتوں کا ہے۔ جو پہلے پہل پیدا ہوئے۔ چنانچہ اصل الفاظ
یہ ہیں:۔

"آدم کی ونشاولی یہ ہے۔ جب پرمیشور نے منشیہ کو سرجا تب اپنی سمانتا
میں بنایا نر اور ناری کر کے اس نے منشیوں کو سرجا اور ان کے پیدا
ہونے کے دن ان کا نام آدم رکھا۔"

مطلب یہ کہ ایک شخصیت نہیں۔ آغاز عالم کی کل انسانی جماعت
کا نام آدم ہے۔ اور جب یہ سمجھ آتی ہے کہ ویدک دھرمی آغاز میں
پیدا ہونے والوں کو आदिम آدم کہتے ہیں تو اس امر میں کوئی
شک نہیں رہ جاتا۔ کہ آدم سے ہی بدل کر آدم کا لفظ مشہور ہوا ہے
اور اس طرح آدم اسم بامسمےٰ بھی بن جاتا ہے۔

سوم۔ یہ خیال بھی کہ قرآن میں آدم ایک خاص شخصیت کا
نام ہے غلط ہے۔ کیونکہ سورۃ بقر میں جہاں خلیفہ یا نائب بنانے
کا ذکر ہے۔ وہاں غور کرنے پر انسان کے لئے ہی آدم کا لفظ استعمال
ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کل کائنات عالم پر انسان حکمراں ہے اسی
مدعا کو آدم کے آگے سجدہ کرنے کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے

اور سر سید احمد خاں صاحب جیسے فاضل مفسران قرآن بھی
اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آدم تمام انسانی جماعت کا نام ہے۔
بہت سے موقعوں پر آغاز میں ہونے والی انسانی جماعت کے لئے
اَوَّلِیْن کا لفظ آیا ہے اور اسکا سنسکرت میں ترجمہ आदिम کی
ہی صورت میں ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ سورۃ البقرہ میں خلیفہ کے لئے آدم کا لفظ کہا تو
سورۃ الحجر آیت ۲۸ و ۲۹ میں اس کے لئے بشر (انسان) کا ہی
لفظ استعمال ہوا ہے۔ خدا فرشتوں کو کہتا ہے اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا
پس آدم اور بشر لفظاً ہم معنی ہیں۔ اسی سورت کی آیت ۳۳ میں
شیطان کا سجدہ سے انکار کرنا مذکور ہے۔ ان الفاظ میں لَمْ
اَکُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ - کہ میں ایک انسان کو سجدہ نہیں کرتا۔

اس سے بھی زبردست ثبوت سورۃ الانعام آیت اخیر میں
موجود ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ
بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰكُمْ "وہی خدا ہے جس نے
تمکو دنیا میں اپنا خلیفہ بنایا ہے اور ایک کو دوسرے پر درجہ
کے لحاظ سے فوقیت دے رکھی ہے تاکہ جو کچھ اس نے تمکو عطا
کر رکھا ہے اس کے متعلق تمہاری آزمائش ہو جائے"۔ یہاں نہ
صرف اس دنیا کو انسانوں کے لئے امتحان گاہ بتایا ہے۔ اس
بات کو بھی قطعی طور پر صاف کر دیا ہے کہ تمام انسان خلیفہ ہیں
پس کیا قرآن اور کیا انجیل دونوں میں لفظ آدم انسانی جماعت

کا دیبا ہی نمائندہ ہے جیسا کہ منش لفظ وید و سنسکرت زبان کی دیگر کتب میں ہے۔ یا جیسا کہ مین کا لفظ Man is mortal (انسان فانی ہے) میں ہے۔

چہارم۔ کسی بھی لغت میں نفس واحد کے معنے آدم کے نہیں لئے گئے۔ بلکہ سب میں بالاتفاق یہ معنی لکھے ہیں۔ نفس۔ جان۔ روح۔ حقیقت شے کی۔ ہستی۔ عین ہر چیز کا۔ ذات چونکہ ہستی شے کی حقیقت۔ عین ہر چیز کا۔ سب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پیدائش مطلق نیستی سے نہیں ہوتی۔ بلکہ ہستی یا مادہ سے ہوتی ہے۔ اس لئے نفس واحد کے لئے آدم کا لفظ لینا صحیح نہیں ہوسکتا مضمون مساوات کا تقاضہ ہی یہ تھا کہ واحد کا لفظ علت مادی کے لئے آوے۔ ایک شخص سے سب کے پیدا ہونے سے یہ دلیل اخذ نہیں کی جاسکتی کہ عورت اور مرد کے حقوق مساوی ہیں کیونکہ مرد اور عورت کیا ایک باپ سے پیدا شدہ تمام مرد بھی اختلاف قابلیت سے یکساں نہیں مانے جاسکتے۔ علت مادی میں قابلیت کا سوال نہیں اٹھتا۔ اس لئے مساوات کا معیار اسے ٹھہرانا ہی زیادہ معقول تھا۔ آدم کی پسلی سے حوا کے پیدا ہونے کی صورت میں مساوات رہ ہی نہیں سکتی۔

پنجم۔ آدم سے اس کی عورت حوا پیدا ہوئی اور ان دونوں آدم اور حوا سے بہت سے مرد اور عورتیں ہوئیں۔ اس بیان کا پہلے بیان کے مطابق ہونا قابل تسلیم نہیں ہوسکتا۔ موجودہ انسانوں کو یہ کہا جاوے کہ تم کو آدم سے پیدا کیا اور سلسلہ آدم کا محض پہلی

پشت تک مذکور ہو یہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ابتدا والے مرد اور عورتیں ان سے ہوئے نہ کہ ہم موجودہ لوگ۔

ہم سب کے والدین جُدا جُدا ہونے سے آیت والے مخاطب لوگ نفس واحد سے پیدا شدہ نہیں ہو سکتے۔ پس نفس واحد سے مُراد ایک ہی مادی علت ہے۔

ششم۔ نفس سے یہاں مادہ کی مراد لینا ہی معقول ہے۔ کیونکہ گو قرآن میں روح اور مادہ دونوں کے لئے نفس کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔ یہاں رُوح کا مفہوم لینا صحیح نہیں۔ خَلَقَكُمْ (تم کو پیدا کیا) میں رُوح تو مخاطب ہے اور روح کی پیدائش ہوتی ہے۔ مادی جسم کے میل سے۔ پس جس نفس واحد سے رُوح کی پیدائش ہوئی۔ وہ دوسری چیز مادہ ہی ہے۔ یہ امر کہ قرآن میں لفظ نفس دونوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ سورۃ الانفطار آیت ۱۷ و ۱۸ سے ظاہر ہے۔ اس میں سوال کیا گیا ہے کہ کیا تم جانتے ہو یوم الدین کیا ہے۔ ایک بار نہیں تاکید کے لئے کہا ہے ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ۔ تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا تم جانتے ہو۔ یوم الدین کیا ہے۔ اگلے الفاظ میں ان کا یہ جواب دیا ہے کہ۔

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلّٰهِ

یعنی قیامت یا پرلے کا زمانہ وہ ہے جس میں ایک نفس (روح) کا دوسرے نفس (مادہ) پر کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ یہ سب کچھ خدا کے ہی قبضۂ قدرت میں ہوتا ہے۔

چونکہ پرلے کال میں روح کا مادہ پر اختیار نہیں رہتا۔ جیسا کہ

زمانہ قیام عالم میں ہوتا ہے۔ اور چونکہ تمام معلول جہان علت مادی میں منتقل ہو کر برہم یا خدا میں ہی لین ہوتا ہے۔ اسلئے یہ بیان بالکل معقول ہے۔ قرآن پرلے کال کی حقیقت ہی یوم الدین لفظ سے ادا کرتا ہے اور سورۃ القدر میں صاف بیان موجود ہے کہ

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔

یعنی قانون الٰہی کے مطابق روح اور تمام اشیائے عالم تنزل کر کے اسی خدا میں لین ہوتے ہیں اور اس حالت میں محفوظ رہتے ہیں۔ حتّٰی کہ پھر فجر کا طلوع یا آغاز عالم ہوتا ہے۔

اس آیت سے یہ ظاہر ہے کہ مادہ اور روح ازلی اور ابدی ہیں۔ دنیا کی پیدائش اور فنا کا چکر چل رہا ہے اور روح اور مادہ جب قیامت یا پرلے ہوتی ہے برہم میں محفوظ رہتے ہیں ان ہی کا دوسری یا اگلی پیدائش میں معلول دنیا کی حالت میں ظہور ہوتا ہے۔

غرضیکہ ایک انسان کیا کل کائنات کا ظہور ایک ہی ازلی مادہ سے ہو رہا ہے۔ قرآن اس بات کو نہایت عمدگی سے واضح کر رہا ہے۔ محض سورۃ القدر میں ہی نہیں۔ سورۃ السجدہ آیت ۶ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ ۶

یعنی وہ خدا آسمان سے زمین (دیولوک سے پرتھوی لوک) تک کل نظام عالم کو چلاتا ہے۔ حتّٰی کہ کل کائنات اس کے حضور میں

اس زمانہ میں نہاں ہو جاتی ہے جو تمہارے شمار کردہ ہزار زمانہ کا ہے۔

ہم کئی مضمونوں میں واضح کر چکے ہیں کہ ہزار چتر یگی کی برہم راتری ویدک دھرمی مانتے ہیں۔ جن میں سے ایک چتر یگی ۴۳ لاکھ ۲۰ ہزار سال کی ہے انسان کے زمانہ کا شمار یہاں تک ہی مقرر شدہ ہے اور قرآن ان ہی ہزار زمانوں کی قیامت مانتا ہے۔ لہذا اس زمانہ میں کل کائنات برہم میں چھپی رہتی ہے بحالت علت۔ اس امر کا بخشہ ثبوت موجود ہے۔

ہفتم۔ قرآن میں کہیں روح اور مادہ کے حدوث کا لفظاً موجود نہیں۔ اور نہ کوئی وقت یا تاریخ یا علت مذکور ہے کہ جس سے یا جس میں یہ پیدا ہوئے۔ ہاں پیدائش کے وقت ان کا پہلے ہست ہونا ثابت ہے۔ کیونکہ نفس واحد (مادہ) اور روح موجود نہ ہوتے تو پیدا کون اور کیسے ہوتا۔ پس قدیم علت مادی سے جسم کا تیار اور اس سے قدیم روح کا تعلق ہونا ہی اصل راز سلسلہ پیدائش عالم میں موجود ہے۔ اور کل آیات قرآن کی متفقہ طور پر یہی شہادت ہے کہ روح اور مادہ قدیم یا غیر حادث ہیں۔

۱۲۔ حالت علت و معلول

اوپر کی دفعہ میں سورہ السجدہ آیت ۶ کا یہ حوالہ آ چکا ہے کہ زمانہ قیام عالم میں خدا دیُو سے پرتھوی لوک تک کا کل انتظام چلاتا ہے پھر سب کائنات اس میں نہاں ہو جاتی ہے۔ اس میں گویا

صاف طور پر حالت علّت و معلول دونوں کا پتہ دیا گیا ہے۔ قیام کا زمانہ معلول جگت کے لئے اور پرلے کا زمانہ علّت کے لئے ہے۔
اس سے اگلی آیت میں ان دونوں کا ذکر دوسری طرح پر کیا گیا ہے۔

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ۝

اس میں اوپر کی دونوں حالتوں کو غیب اور شہادۃ سے تعبیر کیا ہے اور خدا کو دونوں کا جاننے والا کہا ہے گویا خدا غیب یعنی دنیا کی علّت والی اور شہادۃ یعنی معلول والی دونوں حالتوں کو جانتا ہے اور چونکہ خدا کا علم بے بدل اور ہمیشہ اس کے ساتھ ہے اور علم بغیر معلوم کے ہو نہیں سکتا۔ اس لئے روح اور مادہ دونوں ہمیشہ خدا کے ساتھ۔ غیر حادث اور قدیم ہیں۔

۱۳۔ جوڑا بنانے کی غرض

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا۝

وہی خدا ہے جس نے تمہیں ایک ہی مادہ سے پیدا کیا۔ اسطرح کہ اسی سے اس کا جوڑا بنایا۔ تاکہ اسے تسکین یا راحت ملے۔"
اس آیت میں بھی عورت اور مرد دونوں کے ایک ہی مادہ سے پیدا ہونے کا ذکر ہے اور مزید یہ کہا ہے کہ اکیلا نر یا اکیلی مادہ تسکین نہیں پا سکتی۔ اس لئے دوسرا فرد پیدا ہونا ضروری تھا۔

۱۴۔ اُپ نشد کی تائید

مذکورہ بالا آیت محض برہدا رنیک اُپ نشد ادھیائے ا برہمن ہم کے مضمون کی بازگشت ہے۔ جس میں بیان ہے کہ پہلے ایک آتما یا پرانی ہوا۔ وہ اکیلا ہونے سے ڈرا۔ مگر یہ سوچکر کہ دوسرا ہے نہیں تو ڈر کس کا۔ وہ بے خوف ہوا۔ مگر وہ خوش نہیں تھا۔ اس لئے دوسرا فرد پیدا ہوا۔ اس کی تشریح یوں ہی کی ہے۔ کہ وہ اکیلا فرد مرد تھا تو دوسرا فرد عورت ہوئی وہ گھوڑا تھا۔ تو دوسرا فرد گھوڑی ہوئی وہ بیل تھا تو وہ گائے ہوئی وغیرہ۔ اپ نشد کار کے نزدیک دوسرے فریق کی ضرورت کسی خوف کے دفعیہ کے لئے نہیں بلکہ راحت اور آرام کے لئے ہوئی اور یہ محض انسانی جماعت میں ہی نہیں۔ تمام جانداروں میں جوڑے کی یہی غرض ہے۔ اور اسی کی تائید آیت مذکورہ کے الفاظ لِّتَسْكُنُوٓا۟ إِلَيْهَا سے کی گئی ہے۔

موجودہ مذہبی کتب میں قدیم تعلیمات ہی مذکور ہو رہی ہیں۔ اسکا ثبوت اس آیت سے مل رہا ہے۔ پھر یہاں تو جوڑے کے دوسرے فرد کی راحت کی غرض مذکور ہے۔ دبستان المذاہب کی چودھویں نظر کی تعلیم اول میں اُپ نشد والے خوف کی وجہ سے جو خدا کو ہوا شیطان کے پیدا ہونے کا ذکر ہے لکھا ہے کہ یزدان جہان میں اکیلا رہتا تھا۔ ایک بار اس نے خیال کیا۔ مبادا میرا کوئی ضد پیدا ہو جائے یا دشمن اس فکر سے اہرمن وجود میں آگیا

غرضیکہ قدیم تعلیمات ہی کسی نہ کسی صورت میں ہر کہیں موجود ہیں اور قرآن والی جوڑے کی غرض اپ نشد کے ہی بیان کی تائید میں ہے۔

۱۵۔ پیدائش کے متعلق تین اصول

سورہ یٰسین۔ آیت ۳۶

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ○

پاک ذات ہے وہ خدا جس نے یہ کل جوڑے پیدا کئے ہیں۔ نباتات ارضی سے۔ ان کی اپنی اپنی جنس سے۔ اور اُس چیز سے جس کو لوگ نہیں جانتے۔

جس طرح اُپ نشد نے گھوڑا گھوڑی۔ بیل گائے۔ پرش استری وغیرہ کہکر جوڑوں کے نام واضح کئے تھے۔ قرآن نے اس طرح نہیں لکھا۔ پر یہ بتا دیا ہے کل جوڑے پرمیشور نے پیدا کئے۔ اور ان کے متعلق تین اصول بیان کئے ہیں۔

اول یہ کہ جاندار زمین کی نباتات سے پیدا ہوئے ہیں۔ سو ویدک لٹریچر میں ہر کہیں سلسلہ پیدائش نباتی تک پہونچا کر پھر حیوانات کی پیدائش بیان کی گئی ہے۔ تیتریہ اُپ نشد میں آکاش وایو اگنی جل پرتھوی کے سلسلہ وار پیدا ہونے کا ذکر کرکے آگے لکھا ہے۔

पृथिव्याद ऽन्नम अन्नाद्रे तः। रेतसः पुरुषः।

یعنی پرتھوی سے ان۔ ان سے ویریہ۔ ویریہ سے پرش پیدا ہوا۔

پس یہ اصول قرآن کی آیت میں مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ سے بیان کیا گیا ہے۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ ہر جاندار اپنی جنس سے پیدا ہوتا ہے۔ جیسے گیہوں سے گیہوں اور آم سے آم۔ ویسے ہی انسان سے انسان۔ اور گھوڑے سے گھوڑا وغیرہ۔ اس اصول کو قرآن مِنْ اَنْفُسِهِمْ سے ظاہر کرتا ہے۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ سب نباتات یا جانداروں کے گروہ بعد میں ہیں۔ پہلے ان کی پشت میں ایک ایسی چیز ہے۔ جسکو عام انسان نہیں جانتے اور وہ چیز کیا ہے۔ پرکرتی یا مادہ۔ جو لطیف ہونے سے حواس سے محسوس نہیں ہوتا۔ اسکو مِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ سے بیان کیا ہے۔ جب یہ اقبال موجود ہے کہ کوئی ایسی ہستی ہے۔ جس سے پیدائش ہوئی۔ تو انسان خواہ اسکو جان نہ سکے۔ علت مادی کا ثبوت موجود ہے۔ خواہ اسے پرکرتی کہیں۔ مادہ کہیں۔ یا اور کچھ۔

۱۶۔ ناقابل بیان شے

سورہ الدہر۔ آیت ۱

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ٥

کیا انسان پر کوئی ایسا وقت نہیں گذرا۔ جس میں کوئی ایسی شے تھی۔ جو بیان میں نہیں آسکتی۔ ان الفاظ سے بعض لوگ یہ مراد لے سکتے ہیں کہ یہ اس کے حمل میں ہونے کا ذکر ہے۔ لیکن یہ صحیح

نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حمل کے ہر زمانے کا ذکر قرآن میں موجود ہے
اس کے متعلق غیر مذکور کا لفظ نہیں آسکتا۔

سورۃ المومنون میں ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ
طِيْنٍ ۱۲ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۱۳ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ
عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا
الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ
الْخٰلِقِيْنَ ۱۴

اور ہم نے انسان کو سلالہ سے (شروع کر کے آخر) مٹی سے
پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسکو نطفہ کی صورت میں محفوظ جگہ میں رکھا
۱۲۔ پھر نطفہ کو ہم نے علقہ (منجمد خون آلود لوتھڑا) بنایا۔ پھر
ہم نے اس علقہ سے مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) پھر ہم نے مضغہ
سے ہڈی بنائی پھر ہم نے ہڈی پر گوشت چڑھایا۔ حتیٰ کہ ہم نے اسے
دوسری ہی شکل میں بنا کھڑا کیا۔

یہ مضمون ذرا ذرا سے فرق کے ساتھ کئی اور جگہوں پر بھی آیا ہے
اس پر واضح بحث اگلی دفعات میں آئیگی۔ یہاں محض یہ بتانا کافی ہے
کہ نطفہ سے لیکر حمل سے باہر آنے تک کی ہر حالت میں انسان کو
ایک مذکور شے کی شکل میں ہی ظاہر کیا ہے۔ پس آیت زیر بحث
کے الفاظ کا تعلق زمانہ حمل سے نہیں۔ اور نہ حمل سے پہلے کسی قریب
کے زمانہ سے تعلق ہے۔ کیونکہ مسئلہ آواگون کی رو سے پہلے عموماً
کسی قالب میں ہو یا نجات میں۔ ہر دو حالتیں انسانی ذکر و بیان
میں آ رہی ہیں۔ کوئی بھی قالب ہو۔ مخصوص نام سے تمام تحریروں

ذکر یووں میں مذکور پائی جاتی ہے۔ پس وہ زمانہ جس میں کوئی مذکور شئے نہ ہو۔ سوائے پیدائش عالم سے پہلے زمانے کے کوئی ہو نہیں سکتا۔ اور اس زمانہ کے متعلق وید میں بھی یہی کہا ہے کہ اشارات ایسے دئے جا سکتے ہیں کہ پہلے کی ہستی کا خیال عالموں کے اندر نقش ہو جائے ورنہ صحیح بیان اس حالت کا کوئی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۱۲۹ میں اس پوزیشن کو نہایت عمدگی سے واضح کیا گیا ہے پہلے منتر میں یہ الفاظ ہیں:۔

नासदासीन्नो सदासीत्तदानीं नासीद्रजो नोव्योमा परोयत्

یعنی پیدائش عالم سے پہلے نہ است (نیستی) تھا۔ نہ ست (ہستی) نہ رجس (یہ وسیع لوک) تھے نہ اس سے بھی پرے والا پرم آکاش۔

دوسرے منتر میں پہلے حسب ذیل الفاظ ہیں:۔

न मृत्युरासीदमृतं न तर्हि न रात्र्या अन्ह आसीत्प्रकेतः।

اسی طرح نہ موت تھی نہ زندگی۔ نہ رات تھی نہ دن کا گیان تھا۔

تیسرے منتر میں پہلے الفاظ یہ ہیں:۔

तम आसीत्तमसा गूढमग्रेऽप्रकेतं सलिलं सर्वमा इदम्।

یعنی پیدائش سے پہلے یہ سب عالم تم (تاریک ناقابل تمیز۔ عدم ترکیب حالت میں) تھا۔ محض ناقابل فہم سلل (بحر اجزائے لاتجزیٰ) سا تھا۔

چوتھے منتر میں اس حالت کا اور بھی پُرکمال اشاروں میں بیان کیا ہے۔

कामस्तदग्रे समवर्तताधि मनसो रेतः प्रथमं यदासीत्।

सतो बन्धमसति निर्विन्द न्हृदि प्रतीप्य: कवयो मनीषा ॥

پیدائش کے قبل من سے ہونے والی کامنا کی قسم کا ہی وہ نطفہ یا بیج تھا جو پہلے موجود تھا۔ انتہائی باریک بین عالم لوگ اپنے ہردے میں بار بار غور کر کے ہی اس پوشیدہ تتو میں کسی ظاہر تتو کا تصور باندھنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ پہلے منتروں میں ایسے الفاظ بھی دئے ہیں۔ جن سے اس کو کچھ ہستی کا دھندلا سُوا لوگ تصور باندھ سکیں

اور پانچویں منتر میں ان تمام اشارات کا خلاصہ کیا ہے کہ ادّی غفلت کو سورج کی شعاعوں کی طرح اوپر نیچے دیا یک اور پھیلا ہوا بتایا ہے اور چھٹے منتر میں یہ بتایا ہے کہ کوئی انسان اس حالت کو ٹھیک ٹھیک جان نہیں سکتا اور ظاہر ہے کہ جب جان نہیں سکتا۔ تو بیان کیسے کر سکتا ہے۔ اس منتر کا پہلا حصہ حسب ذیل ہے۔

को अद्धा वेद कइह प्रवोचत्कुत आजाता कुत इयं विसृष्टिः।

یہ سوال کہ یہ عالم کہاں سے جلوہ گر ہوا۔ اور یہ گوناگون رچنا کس غفلتِ اوّلین سے پیدا ہوئی۔ کوئی انسان ٹھیک ٹھیک نہیں جانتا اور نہ کوئی اسے ٹھیک ٹھیک بیان کر سکتا ہے۔

بس قرآن کا پہلی حالت کے لئے اَمْ یَکُنْ شَیْءً مَّذْکُوْرًا کہنا وید کے سچے سدھانت کی ہی تصدیق کرتا ہے۔

۱۷۔ موقعہ کا گواہ

لیکن آیت زیرِ بحث میں جو غیر مذکور شے کا لفظ ہے۔ وہ انسان

کے لیئے ہے۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ خدا کے لئے ایسا نہیں۔ اسی طرح سورۃ یٰسین آیت ۳۶ کا حوالہ جو دفعہ ۱۵ میں دیا ہے اس میں جو لفظ مِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ آیا ہے اس کا بھی مطلب یہ ہے کہ وہ علت مادی انسان کے علم میں نہ تھی۔ خدا کے علم میں تھی یہی تعلیم وید کی ہے۔ اندر رگوید منڈل ۱۰ کے اسی ۱۲۹ سوکت کے آخری منتر میں کہا ہے۔

इयं विसृष्टिर्यत आबभूव यदि वा दधे यदि वा न।
यो अस्या ध्यक्षः परमे व्योमन्त्सो अङ्ग वेद यदि वा न वेद॥

یعنی یہ کائنات جس علت سے پیدا ہوئی ہے۔ اسکا صحیح علم اس کائنات کے منتظم اعلےٰ کو ہی ہے۔ خواہ وہ جگت کو دھارن کرے خواہ نہ کرے اور خواہ اور کوئی جانے یا نہ جانے۔

چونکہ پہلے منتروں سے انسان کو علت مادی کا صحیح علم نہ ہونے کے بیان سے اس کی ہستی مشتبہ ہو سکتی تھی۔ اس لئے آخر میں کہہ دیا کہ وہ تو شئے اس محیط کل ضابط عالم کے علم میں عین اپنی صحیح حالت میں ہے۔ اس علت کی دو حالتیں ہو سکتی ہیں ایک تو پیدائش عالم میں اسکا دھارن کیا جانا اور دوسری حالت فنا میں اسکا دھارن نہ کیا جانا۔ سو وید کہتا ہے دونوں حالتوں میں یکساں طور پر اس کے علم میں ہے مضائقہ نہیں کہ کوئی انسان اس کو نہیں جانتا۔ لیکن اس پر سوال ہو سکتا ہے کہ انسان کو جب بھگوان علم دیتا ہے تو اس پہلی حالت کا صحیح علم کیوں نہیں دیتا۔ اس کا جواب اس سے پہلے چھٹے منتر کے دوسرے حصے میں ہی دیدے

دیکھا ہے اور وہ حسب ذیل ہے :-

अर्वाग्देवा अस्य विसर्जनेनथा कोवेदयत आबभूव ॥

یعنی جس تتو سے یہ مخلوقات بنی ہے۔ دیوتا (عالم لوگ) اس سے پیچھے پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے جو کچھ پہلی حالت فی الحقیقت تھی۔ اسے کون عالم ٹھیک ٹھیک جان سکتا ہے۔ اوہ کیسی پختہ اور قوی دلیل ہے۔ شہادت اسی کی ہے جو موقعہ پر موجود ہو۔ کیونکہ اسے ہی واقعہ کا صحیح علم ہو سکتا ہے۔ پیدائش عالم سے پہلے انسان ہی موجود نہ تھا۔ تو عالم لوگوں کو اس کا صحیح علم ہونے کے معنی کیا۔ خدا کی ذات بابرکات ہی حالت فنا میں لاتعداد ارواح اور پرکرتی کو اپنی گود میں سُلا رہی تھی۔ لہٰذا وہی اس موقعہ اور حالت کا گواہ ہے اور اسے ہی اسکا صحیح علم ہے۔ یہ وید اور قرآن دونوں کا فرمان ہے۔

۱۸۔ پیدائش انسان کا فلسفہ

(۱) سورۃ السجدہ آیت ۷۔ وَبَدَأَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۔ ۷۔ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۔ ۸۔ انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی اور اس کی نسل کا سلسلہ سلال سے شروع ہو کر آخر وبریہ سے چلا۔" گویا دو امر یہاں مذکور ہیں۔ جسم انسان اور نسل انسان کا سلسلہ۔ ان کی تمیز آگے ہوگی۔

(۲) سورۃ المومنون۔ آیت ۱۲ تا ۱۴ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۔ ۱۲۔ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۱۳۔ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ۔

عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ط ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ط فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۱۳۵

اور ہم نے انسان کو سلال سے شروع کر کے آخر مٹی سے پیدا کیا پھر ہم نے اس کو نطفہ کی صورت میں محفوظ جگہ میں رکھا ۱۲- پھر نطفہ کو ہم نے علقہ (منجمد خون آلودہ لوتھڑا) بنایا۔ پھر ہم نے علقہ سے مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) بنایا۔ پھر ہم نے مضغہ سے ہڈی بنائی۔ پھر ہم نے ہڈی پر گوشت چڑھا۔ حتیٰ کہ آخر ہم نے اسے دوسری ہی شکل میں بنا کر کھڑا کیا۔

(۳) سورۃ الحجر آیت ۲۸- وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ٥

تیرے خدا نے فرشتوں (شکتی دیوتاؤں) کو کہا۔ میں انسان کو پیدا کرنے والا ہوں۔ صلصال سے بناتے بناتے آخر اسے پاک مٹی سے پیدا کروں گا۔

ان آیات کی اصلیت کو جاننے کے لئے نہایت باریک بینی سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم اس کی توضیح کریں۔ ہم یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ اوپر کی قسم کے بیان اور بھی کئی آیتوں میں موجود ہیں ہر کہیں انسان کی پیدائش مٹی سے بتائی ہے یا نطفہ سے یا سلال سے یا صلصال سے۔ مگر حاشا کہ کہیں بھی عدم مطلق سے پیدا ہونے کا ذکر ہو۔ پس علماء اسلام کا نیستی سے پیدا ہونے کا خیال قرآن کے قطعاً خلاف ہے۔ اور قرآن پر ان کے علم تدبر کا نتیجہ۔

۱۹- ویدک علم پیدائش کی تصدیق

مفسر صاحبان نے پوری توجہ سے آیات کے الفاظ پر غور نہیں فرمایا۔ اور درحقیقت وہ ان کے اصل مفہوم کو سمجھ بھی نہیں سکتے۔ کیونکہ ویدک سدھانت کو سمجھے بغیر الفاظ آیات کے معنی اور تعلق کو سمجھنا ممکن ہی نہیں۔ مثال کے لئے پہلے ایک لفظ کو لیجئے۔ سُلٰلۃ۔ اس کے معنی لغات میں یہ ہیں۔ نطفہ۔ بچہ۔ وہ چیز جو کسی سے کھینچی جائے۔ یعنی خلاصہ یا ست اور عام طور پر اس سے مٹی کا ست مراد لیا جاتا ہے۔ اور نطفہ یا ویریہ بھی مٹی کا ست ہے۔ اس لئے سُلال لفظ سے یہی مفہوم لیا جاتا ہے۔ لیکن سورۃ السجدۃ کی آیت ۸ میں سُلال اور ماءِ مَّھِین دو جدا لفظ ہیں۔ چونکہ مؤخر الذکر سے مراد نطفہ ہے۔ اسلئے اول الذکر کے معنی نطفہ یا ویریہ کے علاوہ ہوں گے۔ اگر کہا جاوے کہ دوسرا لفظ پہلے کی توضیح کے لئے ہے تو سوال ہوگا حوالہ نمبر ۲ میں۔ سورۃ المومنون کی آیت ۱۲ میں آیا ہے مِن سُلٰلَۃٍ مِّن طِیْنٍ۔ اگر ماءِ مَّھِین سے سلال والا مفہوم لوگے تو یہاں طین سے سُلال کی توضیح ہوگی اور طین نام ہے مٹی کا پس نطفہ اور مٹی کو ایک شئے ماننا ہوگا۔ لیکن ایسا ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ مٹی کے بعد نباتات ہوتی ہے۔ اور نباتات کے بعد ویریہ بنتا ہے۔ پس سلالہ کی نطفہ سے توضیح ماننا غلطی ہے۔ اس کے علاوہ نطفہ جب مٹی سے بھی بعد ہوتا ہے اور لفظ سُلالہ مٹی اور نطفہ دونوں سے پہلے مذکور ہے تو ظاہر ہے کہ سُلالہ سب سے پہلی حالت کا نام ہے۔ اور اسے بجائے مٹی کا ست

کہنے کے وہ اصل تتو یا جوہر قرآن مان رہا ہے۔ جس سے آخر مٹی
بھی بنتی ہے اور پھر جیتے ہوئے ویدیہ بنتا ہے اور جب اس صحیح
پوزیشن کو سامنے رکھتے ہیں تو وید کی بھی پوری تصدیق ہوتی ہے
جس کا دعویٰ کئی موقعوں پر قرآن میں کیا گیا ہے اور وہ تصدیق
کس طرح ہے اس کا پتہ اس امر سے لگتا ہے کہ رگوید منڈل ۱۰۔
سوکت ۱۲۹ منتر ۳ میں ہے अप्रकेतं सलिलं सर्वमा इदम् کہ یہ
جگت پیدائش سے پہلے ناقابل فہم سلل حالت میں تھا۔ پس وید میں
جسے سلل کہا ہے۔ اسی کو قرآن سلالہ کہتا ہے۔ اور دونوں کی مطابقت
ظاہر ہے۔ دوسرا لفظ صلصال۔ جو حوالہ نمبر ۳ یعنی سورہ الحجر
آیت ۲۸ میں آیا ہے۔ اور اس میں لکھا ہے مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ
حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۔ صلصال کے معنے عموماً کالا اور سڑا ہوا گارا کیا
جاتا ہے اور حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ سے اسکی توضیح مراد لی جاتی ہے کہ وہ سوکھ
کر کھنکھن بولنے لگتا ہے۔ جس طرح سُلالہ اور طین کے جدا معنی
ثابت ہوئے۔ اسی طرح یہاں صلصال اور حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ جدا لفظ
ہیں اور معمولی سے غور پر معلوم ہو سکتا ہے کہ سلال اور صلصال دراصل
ایک ہی لفظ سلل کے قائمقام ہیں۔ ایک آیت میں سلل کے ابتدائی
مادہ کو سلال کہا ہے دوسری میں صلصال۔ اور چونکہ حوالہ نمبر ۲ میں
سلال کے ساتھ طین کہا ہے اور صلصال کے ساتھ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ
اس لئے طین اور حَمَا ہم معنے ہیں۔ تیسرا لفظ "مَاءٍ مَّھِیْنٍ" اسکا
ترجمہ کیا جاتا ہے حقیر پانی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مہین کو اہانت
سے ماخوذ سمجھکر ذلیل و خوار یا حقیر کا لفظ استعمال کرتے ہوئے علما

کہتے ہیں۔ انسان حقیر پانی یعنی نطفہ سے پیدا ہوا۔ اور یہ امر موجب تعجب ہے کہ انسان جیسی اشرف المخلوق ہستی کو ایک حقیر چیز کی طرف منسوب کیا جاوے۔ لیکن اس تعجب کا ازالہ اس امر سے ہو جاتا ہے کہ مھین لفظ کے معنے بڑا و بزرگ کے ہیں۔ اور اس صورت میں یہ سنسکرت کے لفظ مہان سے ماخوذ ہے اور چونکہ ویریہ انسانی جسم میں سب سے اعلےٰ یا آخری اور ساتویں قیمتی دہاتو ہے۔ اسلئے اہانت والے مھین کا خیال چھوڑ کر مہان شکتی یعنی اعلےٰ طاقت ویریہ سے انسان کی پیدائش کہنا قرآن کا اصل مفہوم ہے۔ اور ماء مھین سے مراد اعلےٰ ترین رقیق جوہر ہی ہے۔ یہاں ہیں

ایک لطیفہ

یاد آتا ہے جو مرحوم پنڈت لیکھرام جی نے لفظ آریہ و ہندو کا مقابلہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب تک یہاں کے لوگ ایک ایشور کے اپاسک عالم اور نیک چلن رہے تب تک یہاں کے لوگ آریہ اور ملک آریہ ورت رہا اور جب یہاں کے لوگ گر گئے اور خلاف وید تعلیم بد اطوار ادہرم کے کاموں کے عادی ہوئے۔ تب لوگ ہندو کہلائے اور ملک ہندوستان ہوا۔ گویا انصاف الٰہی کے مطابق نام وغیرہ بھی بدل جاتے ہیں۔ اسی قانون کا عملدرآمد ہم ماء مھین کے مفہوم میں دیکھتے ہیں جب تک یہاں کے لوگ برہمچریہ کے قائل رہے اور محض صحت اور طاقت والی اولاد پیدا کرنے کے لئے شادی اور صحبت کرتے رہے۔ تب تک انسان کی پیدائش اعلیٰ ترین رقیق جوہر یا نہایت پاک ویریہ سے مانی گئی اور جب لوگ جنسی تعلقات کی پاک صورت کو بھلا کر شہوانی بنے بانے

کے دلدادہ ہوئے پھر کہیں جوتے کھانے اور بدنام ہونے لگے۔ تب دیوبہ کا نام بھی حقیر پانی ہوگیا۔

چوتھا لفظ ہے حَمَاٍ مَّسْنُوْن اور اس کا مترادف لفظ طین ہے یجروارگلی شری مٹی یا کھنکھناتا گارا وغیرہ کے الفاظ جو ان کی جگہ استعمال ہو رہے ہیں۔ ان کی تاریخ بھی پس اوپر کے حقیر پانی کی سی ہی ہے۔ درحقیقت مسنون کے معنی ہیں سنت کیا گیا اور سنت کا لفظ وید کے سنسکار شبد کی جگہ ہے۔ جس کا مفہوم ہے کسی چیز کا شدھ یا قابل استعمال کرنا۔ اور سنسکار جس کا ہو چکے اُسے سنسکرت کہتے ہیں۔ پس قرآن کا فرمان تھا کہ وہ مٹی جو ایسی پاک و شدھ ہو چکی ہو کہ افضل ترین انسانی جسم کی بناوٹ میں کام دے۔ پس کل الفاظ کا اصل مقصود محض ویدک علم پیدائش کی تصدیق کرنا ہے جو بدنصیبی سے علماء اسلام کے علم سے فراموش ہوگیا ہے۔ قرآن سورہ یونس آیت ۳۶ میں ہے

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

یہ قرآن اس قسم کی کتاب نہیں کہ اُسے خدا کے سوا کوئی اپنی طرف سے بنا سکے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک تو یہ ان صداقتوں کی اشاعت کرتی ہے جو پہلے سے موجود ہیں اور دوسرے یہ اس منزہ عن الخطا (نربھرانت) کتاب کی تصدیق ہے جو رب العالمین کی طرف سے ظاہر ہوئی ہے۔ پس پہلی صداقتیں بھی ظاہر ہیں اور وید سے مطابقت بھی۔ یہاں یہ نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ قرآن جو اپنے بے نظیر ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ اور جس پر صدیوں سے لمبی بحثیں

ہو رہی ہیں۔ اس کی اصلیت خود قرآن یہ بتاتا ہے کہ اس میں سچے سدھانتوں کا بیان ہے اور وید کی دیا لکھیا۔

۲۰۔ ویدک علم پیدائش کی مطابقت

ہماری رائے میں وید اور قرآن کے علم پیدائش کی مماثلت بلکہ مطابقت کا اب ہر شخص کو آسانی سے علم ہو سکتا ہے۔

(۱) وید میں سلِل کہا تو قرآن میں سلال اور صلصال کہا۔

(۲) وید میں اس سلِل کو اپرکیت کہا۔ منوسمرتی میں اس کے لئے अविज्ञेय یعنی ناقابل علم یا فہم کا لفظ ہے تو قرآن میں اسکے لئے لَا یَعْلَمُوْنَ کا لفظ ہے کہ انسان اسے نہیں جانتا۔

(۳) وید میں کہا कइह प्रवोचत کون اسکو بیان کر سکتا ہے۔ تو قرآن میں کہا لَمْ یَکُنْ شَیْءً مَّذْکُوْراً یعنی وہ کوئی قابل بیان شے نہ تھی۔ اسی کو منوسمرتی میں अ प्रतर्क्य کہا ہے۔

(۴) وید نے کہا اس ناقابل ادراک سلِل روپی علت مادی سے وہ پرمیشور اپنے علم یا تپ سے اس معلول جگت کو بناتا ہے اور تیتریہ اُپنشد برہما نند بلی میں وید کی تائید میں سلسلہ پیدائش کا ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

तस्माद्वा एतस्मादात्मनः आकाशः सम्भूतः। आकाशाद्वायुः। वायोरग्निः। अग्नेरापः। अद्भ्यः पृथिवी। पृथिव्या ओषधयः। ओषधिभ्यो ऽन्नम्। अन्नाद्रेतः। रेतसः पुरुषः।

اس میں حالت لطیف سے حالت کثیف میں آنے کی ترتیب یوں بیان کی ہے۔ آکاش۔ وایو۔ اگنی۔ جل۔ پرتھوی اور پرتھوی کے بعد جانداروں کی پیدائش ہے۔ اسکا سلسلہ یہ ہے۔ اوشدھی۔ ان۔ ویریہ اور پرش۔

گویا سلل سے جب پیدائش ہوئی تو اس ترتیب سے ہوئی۔ قرآن نے اس کا اختصار دیا۔ ایک طرف تو پہلے سلل لفظ کو سلالہ یا صلصال کہا اور دوسری طرف آخری لفظ یعنی پرتھوی کو طین اور کہیں حَمَإٍ مَّسْنُونٍ کہا۔ کہیں یہ کہا کہ انسان کی پیدائش مٹی سے شروع ہوئی۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ جب سلل (مادہ) کثیف حالت میں آتے آتے مٹی بنا یعنی پرتھوی کا ظہور ہوا۔ اس کے بعد انسان کی پیدائش کی بنیاد پڑی اور وہ ان چار منزلوں میں پوری ہوئی۔ اوشدھی۔ ان۔ ویریہ پھر انسان پیدا ہوا۔

گویا طین یا حمإ مسنون کہا تو بھی سنسکار کی ہوئی شدھ مٹی کہی اور آخری درجہ نطفہ کا ذکر کیا تو اسے بھی اعلیٰ ترین رقیق جوہر کہا۔ ویدک لٹریچر میں بھی پیدائش کا بیان اسی طرح ہے کہ اپنے اپنے مضمون و موقعہ کے مطابق کوئی سلسلہ پیدائش آکاش سے شروع کرتا ہے۔ کوئی اگنی سے۔ کوئی جل سے کوئی پرتھوی سے اور کوئی ویریہ سے۔ اور یہی طریقہ قرآن میں اختیار کیا گیا ہے۔

(۵) ایسے ہی وید میں جو تم یعنی اندھکار یا خواب کی حالت کہی۔ منو میں اسے प्रसुप्त اوستھا کہا اور قرآن میں کہیں یہ کہا کہ آخر کل کائنات اس خدا میں نہاں یا لین ہوجاتی ہے کہیں یہ کہا کہ

ارواح اور اشیائے عالم اس خدا میں حالت سابق میں تنزل کر جاتے ہیں اور پھر آغاز پیدائش ہونے تک وہیں سلامت رہتے ہیں۔

۲۱- امیتھنی اور مانشی سرشٹی

وید میں وراٹ پرش سے آغاز عالم میں اوشدھی۔ نبسپتی کے بعد جانداروں کی پیدائش ہوئی اور انسان بھی پیدا ہوئے۔ جیسے ان اور پھل بغیر انسانی کاشت کے ہوگئے۔ ویسے ہی استری پرش بھی بغیر ماں باپ کے ہوئے۔ وید اس وقت کے لئے بھومی روپی ماتا کے گربھ سے پیدائش مانتا ہے۔ پہلے جسم بنے اور پھر اس میں آتما کے داخل ہونے سے منش سادھیہ رشی وغیرہ پیدا ہوئے۔ اتھروید کانڈ ۱۱ سوکت ۸ منتر ۱۲ و ۱۳- اس کے لئے قابل غور ہیں۔

कुतः केशान् कुतः स्नाव कुतः अस्थी न्याभरत्।

अङ्गा पर्वाणि मज्जानं को मांसं कुत आभरत् ॥ १२ ॥

संसिचो नाम तेदेवा ये संभारान्त्स मभरन्।

सर्वं संसिच्य मर्त्यं देवाः पुरुष माविशन् ॥ १३ ॥

ان منتروں کے متعلق مفصل لکھنا یہاں امر غیر متعلق ہے۔ اسلئے محض اتنا کہنا کافی ہے کہ ابتدائی ایشوری یا امیتھنی سرشٹی کا یہ قانون ہے کہ پہلے تا اب انسانی کا ڈھانچہ پرتھوی ماتا کی گود میں معقول ترکیب سے تیار ہوتا ہے اور جب بال۔ ناڑی نس ہڈی۔ دوسرے جوڑ۔ رگ پٹھے مجا ماس وغیرہ کے عناصر خمسہ سے بننے پر جسم مکمل ہوتا ہے تب ان میں آتما داخل ہونے سے انسان کھڑا

ہوتا ہے۔ اور اس ایتھمنی سرشٹی کے بعد جیسے انسان کاشت وغیرہ کرکے اَن وغیرہ پیدا کرتے ہیں ویسے ہی ویریہ کے رحم مادر میں داخل ہونے سے پیدائش کا سلسلہ چلتا ہے۔ پہلی پیدائش کے متعلق اسلام میں ایک عام کہاوت مشہور ہے کہ

پہلے بنا کے پتلہ پھر اس میں جان ڈالی

قرآن اس امر کو دفعہ ۸ میں بیان شدہ حوالہ نمبر ۱ میں اس طرح بیان کرتا ہے کہ

انسان کی پیدائش کی ابتدا، تو مٹی یا پرتھوی کے بننے پر ہوئی۔ اور اس کی نسل کا سلسلہ سلل یا سلال سے کثیف عنصر بنتے بنتے آخر ویریہ سے چلا۔ اسی دفعہ کے حوالہ نمبر ۲ میں یوں کہا ہے کہ

انسان کی پہلی پیدائش تب ہوئی۔ جب سلال سے بنتے بنتے مٹی یا پرتھوی کا ظہور ہوا اور بعد میں محفوظ جگہ یا رحم مادر میں ویریہ کے رکھنے سے ہونے لگی۔

۲۲۔ روح کی مسلّمہ ازلیت

۱۔ قریباً تمام ثبوت جو ازلیت مادہ کے متعلق بیان ہوئے۔ ازلیت روح کے حق میں بھی دلیل مہیا کرتے ہیں۔ قرآن میں کہیں بھی روح کو حادث نہیں کہا۔ حتیٰ کہ سوال اور جواب میں خاص طور پر روح کی تعریف بتاتے ہوئے بھی ایسا کوئی اشارہ نہیں دیا گیا۔

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

تم سے روح کے متعلق پوچھیں تو دو باتیں کہہ دو ایک تو یہ کہ یہ امر ربی ہے اور دوسری یہ کہ تمہیں محض محدود یا تھوڑا علم ملا ہے۔ امر ربی کا مطلب صاف ہے کہ وہ غیر مادی اور لطیف ہے۔ بغیر علم الٰہی کی روشنی کے وہ دیکھا نہیں جا سکتا۔ اور دوسرے یہ کہ وہ محدود العلم ہے۔ امر ربی کبھی رب سے جدا نہیں ہو سکتا۔ پس جب سے رب ہے تب سے روح ہے۔ یوم الدین کی جو تعریف سورۃ الانفطار میں کی گئی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ

یعنی اس وقت روح کا مادہ پر اختیار نہیں رہتا۔ بلکہ وہ نفس یعنی روح یا امر اللہ کے ہی ادھین ہوتا ہے۔

پس پہلے یا قیامت میں بھی اسکی ہستی ثابت ہے اور ویدک تعلیم کے مطابق ہی اسے لطیف (سوکھشم) اور محدود العلم (الپگیہ) کہا ہے۔

(۲) سورۃ الحجر آیت ۲۸ میں کہا ہے:۔

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ۵

پس جب میں اسے (انسانی جسم) کو مکمل کر کے اس میں اپنی طرف سے روح داخل کر چکوں تم نے اس کے آگے سر بسجود گر پڑنا

اس سے ظاہر ہے کہ مادہ سے تیار شدہ جسم نہیں۔ بلکہ روح کی وجہ سے یہ جسم انسان نام پاتا اور دنیا پر حکومت کرتا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ روح ازلی ہے اگر روح پہلے سے خدا کے پاس موجود نہ ہوتی اور اسکی ملک نہ ہوتی تو داخل کیسے کیا جاتا۔

(۳) سورۃ السجدہ میں کہا گیا۔ خدا ہی احسن الخالقین ہے وہ انسان

کی پیدائش کو مٹی سے شروع کرتا ہے اور اس کی نسل کو سلال سے شروع ہوئے سلسلے میں آخر دیر یہ یا نطفہ سے چلاتا ہے۔ اسکے آگے کہا ہے۔

ثُمَّ سَوّٰهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ٥

پھر اس کو ٹھیک ٹھاک کیا اور اس میں اپنی (ملک) روح کو پھونکا اور تمہارے لئے کان۔ آنکھ اور دل بنائے۔ پھر بھی تھوڑے ہی ہیں جو اس کا شکر کرتے ہیں۔

اس سے بھی ظاہر ہے کہ روح پہلے سے خدا کے قبضۂ قدرت میں موجود تھی۔

کہاں تک لکھیں جہاں بھی روح کا ذکر ہے۔ اس کی قدامت اور ازلیت کا ہی پتہ چلتا ہے۔

(۴) سورۃ النحل آیت ۲ میں کہا ہے۔

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

وہ پرمیشور فرشتوں (رشیوں) کے روح میں اپنے علم کا پرکاش کرتا ہے۔ ان رشیوں کے روح میں جنہیں وہ اپنے بندوں میں سے قابل سمجھتا ہے یا چاہتا ہے۔

اس آیت سے پہلے کہا ہے۔ علم الٰہی ملتا ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ اسکے بعد اوپر کے الفاظ ہیں۔ قرآن کی پوزیشن یہ ہے کہ انسان کو پیدا ہوتے ہی علم کی ضرورت ہے۔ لکھا ہے۔ فَلَا تَسْتَعْجِلُوا۔ جلدی یا عجلت یا گھبراہٹ کا کیا کام۔ خدا قابل رشیوں کے آتما میں ان کے پیدا ہونے کے ساتھ ہی علم کا الہام دیتا ہے۔ سورۃ الرحمٰن

میں پہلے ہی یہی کہا ہے کہ خدا ہی قرآن (وید) کا علم دیتا ہے وہ انسان
کو پیدا کرنے کے ساتھ ہی اس کو بیان کرنا سکھاتا ہے اور سورۃ البقر
آیت ۲۱۳ میں کہا ہے کہ خدا نے خوش خبری دینے اور ڈرانے والے
رشی یا منی مبعوث کئے تھے اور اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ اور
ان کے ساتھ ہی سچے علم کی کتابیں ظاہر کی تھیں پس علم کا آغاز عالم
میں بذریعہ الہام ملتا ہے بطور جملہ معترضہ بیان کرکے ہم اصل مضمون کے
متعلق کہتے ہیں کہ یہاں بھی روح کی پہلے سے موجودگی ظاہر ہے روح
کو پیدا نہیں کیا۔ ہاں قدیم ازلی روح کو علم کی نعمت دی۔

(۵) يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ
خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ٥

(سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۴) جب پرلے کال میں یہ سب پھیلاؤ اس
طرح سمٹ جاتا ہے۔ جس طرح مکتوب کتاب میں یا مضمون خط میں
تب خدا پھر خلقت کو پیدا کرتا ہے۔ جس طرح پہلے کیا تھا۔ یہ ہمارا
اٹل قانون ہے بلاشبہ ہم (ازلی ابدی) فاعل ہیں۔

کیا اچھی مثال دنیا کی پیدائش و فنا کے متعلق ہے چٹھی یا کتاب
کھلنے سے مضمون خواندگی میں آجاتا ہے اور لپیٹنے سے پوشیدہ ہو جاتا
ہے۔ بعینہٖ پیدائش میں روح اور مادہ ظاہر ہیں اور پرلے میں
پوشیدہ

(۶) اسی مضمون کے متعلق سورۃ القدر کی آیات جو پہلے آچکی ہیں
ان سے شہادت ملتی ہے کہ برہم راتری میں ارواح اور اشیائے
عالم اپنی پہلی حالت کو عود کرکے پرمیشور میں رہتے ہیں اور پھر آغاز عالم

ہیں صحیح وسالم یا محفوظ حالت میں پیدائش کے کام آتے ہیں۔
سورہ السجدہ آیت ۴ میں بھی یہی کہا ہے کہ پرمیشور دیولوک سے پرتھوی لوک تک کے تمام نظام عالم کو چلاتا ہے۔ حتیٰ کہ کل کائنات انسانوں کے شمار کردہ ہزار زمانوں کے برابر عرصہ تک اسی خدا میں نہاں رہتی ہیں۔

پس روح پیدائش اور فنا کی دونوں حالتوں میں ہمیشہ موجود اور قدیم و ازلی ہے۔

۲۳ - علماء اسلام کی غلط فہمی

گذشتہ اوراق میں قدامت روح و مادہ کے متعلق جو کچھ اجمالی طور پر لکھا گیا ہے۔ اس کا مطالعہ کرنے کے بعد ہر سمجھدار شخص تعجب کے ساتھ یہ کہیگا کہ باوجود ایسے صاف بیانات کے علماء اسلام نے حدوث روح و مادہ کا خیال کہاں سے لیا۔ قرآن ایک جگہ نہیں کثیر التعداد آیات میں کہتا ہے کہ جیسے رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات ویسے ہی پیدائش کے بعد موت یا فنا اور فنا کے بعد پیدائش۔ گویا سرشٹی کے پرواہ سے انادی ہونے کا ویدک سدھانت ہر کہیں مد نظر رکھا گیا ہے۔ باوجود اس کے علماء اسلام کو غلط فہمی ہوئی تو اس کی وجہ کیا؟ ہماری رائے میں قرآن کی ایک خاص دلیل اس کا کامل اور شافی جواب دیتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جتنا سورج دور ہو اتنا ہی سایہ لمبا ہوتا ہے اور جوں جوں سورج سے نزدیکی ہوتی ہے سایہ کم ہوتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ سورج کے عین سمت الراس یا سر پہ آنے

کے وقت سایہ نہیں رہتا۔ آنحضرت کا مطلب یہ ہے کہ جتنا ایشوری گیان یا آفتاب علم (وید) سے انسان دور ہوتے ہیں۔ اتنا ہی حقیقت کا علم گھٹتا اور انسان جہالت یا لاعلمی میں مبتلا ہو کر اصل مطلب کو سمجھنے کے ناقابل ہوتے ہیں اور جتنا زیادہ وید کے نزدیک ہوتے ہیں۔ اتنی ہی غلط فہمی دور ہوتی ہے اور جب عین وید کے پرکاش میں جا کھڑے ہوتے ہیں۔ غلط فہمی کا سایہ کافور ہو جاتا ہے۔ پس عربی قرآن جس قدر محبت و عقیدت سے وید کے ساتھ چپاں رہنے کا خواہاں ہے اس کو نظر انداز بلکہ اس سے جدا کر کے جتنا دور لے جایا جائیگا۔ اتنی ہی غلط فہمی بڑھیگی۔ مثال کے لئے

پہلے ایک لفظ ہستی کو لیجئے

علماء اسلام عدم معدوم وغیرہ الفاظ کے معنے اتینتا بھاؤ یعنی عدم مطلق کے کہتے ہیں۔ اور باوجود سائنس کے رو سے عدم مطلق سے ہستی کے ہونے کو غیر ممکن ماننے کے وہ پیدائش عالم کے مضمون میں اس اصل کو بالکل بھول جاتے ہیں اور اس امر پہ بھی غور نہیں فرماتے کہ قرآن میں کہیں بھی بغیر علت کے معلول کی موجودگی کا اشارہ تک بھی موجود نہیں اور اسی بھول کا نتیجہ ہے کہ مہرشی دیانند کے رگوید آدی بھاشیہ بھومکا کے الفاظ کا مفہوم تک انکی سمجھ میں نہیں آتا۔ اور وہ نہایت غیر معقول اعتراضات کرنے سے گریز نہیں کر سکتے۔ سوامی جی علم پیدائش عالم کے مضمون میں رگوید اشٹک ۸۔ ادھیائے ۷۔ ورگ ۱۷ منتر ۱ کے ترجمے میں کہتے ہیں۔

جب معلول دنیا پیدا نہ ہوئی تھی تب نیستی (عدم) کی حالت تھی۔
حتّیٰ کہ پیدائش سے قبل شونئیہ (نظریہ آئنوالا) آکاش بھی نہ تھا
کیونکہ اسکا دیوہار موجود نہ تھا۔ اسوقت ست نام والا غیر محسوس
واجب الوجود مادہ یعنی جہان کی علت بھی موجود نہ تھی۔ پرمانو
(ذرات) بھی موجود نہ تھے معلول کائنات کا مسکن جو ذرات ہے وہ
بھی نہ تھا۔ ہاں اس پربرہم کی نہایت لطیف سبکی علت اولین نام
والی سامرتھ موجود تھی'' واجب الوجود مادہ علت اولین یا سامرتھ کے
ہونے ہوئے بھی وہ محض آکاش نہ تھا۔ علت موجود نہ تھی۔ پرمانو
بھی موجود نہ تھے۔ ان الفاظ کو مطلق نیستی سے ہستی کے مفہوم پر
لگاتے ہیں۔ اسلئے یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے۔ کہ
وید میں نیستی کے لئے است کا اور ہستی کے لئے ست کا لفظ ہے۔ مگر
وید کے لفظ یوگک ہونے سے موقعہ و محل کے مطابق مختلف معنے دیتے
ہیں۔ پیدائش عالم سے پہلے وقت پر ان لفظوں کو لگایا جائے۔ تو
ست نام پرکرتی کا ہے اور است نام آکاش کا ہے اسلئے کہ وہ محض
ایک ویوہارک نام ہے۔ پرمانوؤں کا نام نہیں اور پیدائش و قیام عالم
کے موقعہ پر ست نام کثیف یا معلول حالت کا ہے اور است نام
لطیف یا غیر محسوس حالت کا۔ انسانوں میں جب لطیف امور کا
علم نہیں رہتا وہ سوائے کثیف مادی سامانوں کے نہ کسی شے کو
دیکھتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل عام طور پر نیستی کے
معنے بس سمجھ نہ ہونا اور ہستی کے معنے محض معلول یا کثیف اشیاء کو
سمجھا جاتا ہے۔ وید کے منتر میں آتا ہے پیدائش سے پہلے نہ ست

تھا نہ است ۔ تو وہ حیران ہوتے ہیں کہ یہ بات کیا ہوسکتی کہ تھا بھی اور نہیں بھی ۔ سوامی دیانند پیدائش عالم کے مضمون میں اس کی تشریح کرتے ہیں کہ آکاش کا دیوہار نہ تھا ۔ یہ است کے نہ ہونے کا مطلب ہے اور پرکرتی بھی غیر موجود تھی ۔ اس لئے ست بھی نہ تھا اب چونکہ ہستی یا ست کا تعلق پیدائشی حالت سے پہلے کے ساتھ لوگوں کے علم میں ہے ہی نہیں ۔ اس لئے وہ پرکرتی کے غیر موجود ہونے سے سمجھتے ہیں کہ سوامی جی اس کو بھی نیست کہہ رہے ہیں حالانکہ غیر موجود کے معنے یہ ہیں کہ اسکو وجود نہیں ملا یا اس سے معلول دنیا نہیں بنی اور حالت علت میں ہے ۔ قرآن اسی لئے بڑی احتیاط سے الفاظ کا استعمال کرتا ہے اور لطیف حالت کے لئے غیب کا اور کثیف کے لئے شہادت کا لفظ استعمال کرتا ہے ۔ سورہ البقر کی آیت ۲ میں ہی متقی لفظ کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ یعنی متقی وہ لوگ ہیں ۔ جو غیب یعنی لطیف حالت کو مانتے ہیں ۔ مادی علت لطیف ہے روح اس سے زیادہ لطیف ہے اور خدا لطیف ترین ہے پس متقی لوگ جو پرکرتی جیو اور ایشور کا علم پاتے ہیں ۔ ظاہری معلول یا کثیف اشیاء پر ہی مست نہیں رہتے ۔ یہ اصول ویدک دھرمی رشیوں نے پہلے ان الفاظ میں بتایا تھا پروکشپریہ: ہی دیوا: پرتیکش دوِش: یعنی دیوتا یا عالم یا متقی لوگ پروکھش یعنی غیب یا لطیف مضامین سے پیار کرتے ہیں حواس سے محسوس ہونے والے وشیوں سے نہیں ۔ پس ضرورت یہ ہے کہ علماء لوگ ذرا غور سے کام لیں اور یہ سوچیں کہ جو چیز مطلقاً ہو ہی نہیں وہ انسان کے دماغ یا خیال میں آ ہی کس طرح سکتی ہے اور اسکا نام

رکھا ہی کیسے جا سکتا ہے جسکا روپ وغیرہ نہیں اسکا نام بھی نہیں۔
پرکرتی کی چونکہ لطیف شکل ہے اس لئے اسے ست کہہ سکتے ہیں مگر
آکاش کی لطیف شکل نہیں۔ ہاں وہ پیدائش عالم میں محض دوبار میں
آنیوالی شے ہے۔ لہٰذا اسے است کے نسبتی لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں
مگر کچھ بھی نہ کو کسی لفظ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔

معقول دنیا میں جو ابھاؤ یا نیستی کا لفظ ہے اس سے مراد لطیف حالت
ہے۔ اس کے لئے مہرشی دیانند کے الفاظ قابل غور ہیں۔ جو ہون کے
متعلق اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے آپ نے لکھے ہیں کہ گھی کو
آگ میں ڈال کر بے فائدہ ضائع کرنا عقلمندی کا کام نہیں۔

"جواب جو تم علم خواص الاشیاء کو جانتے تو کبھی ایسی بات نہ کہتے۔ کیونکہ
کوئی جوہر فنا نہیں ہوتا۔ دیکھو جس جگہ ہوم ہوتا ہے وہاں سے دور جگہ
پر بیٹھے آدمی کی ناک کو خوشبو محسوس ہوتی ہے جیسے بدبو بھی اتنے سے
ہی سمجھ لو کہ آگ میں ڈالی ہوئی چیز لطیف ہو کر پھیلتی ہے۔ اور ہوا کے
ساتھ دور جا کر بدبو کو رفع کرتی ہے۔"

یہ الفاظ موجودہ سائنس کے نزدیک بھی ایک مسلمہ سچے اصول کی ترجمانی
کرتے ہیں درحقیقت کوئی بھی ہست چیز کبھی معدوم مطلق نہیں ہوتی۔
صرف حالت کی تبدیلی کا نام نیستی ہو جاتا ہے۔ چولھے والے برتن کے
پانی کا نشٹ ہونا محض بھاپ کی صورت میں تبدیل ہونے کا مفہوم
رکھتا ہے۔ اسی لئے غیب اور شہادت یا پوشیدہ اور ظاہر یا علت اور
معلول کی حالتیں ہی قرآن میں بھی قابل قبول مانی گئی ہیں۔ اور
اسلامی لٹریچر میں بھی یہ پوزیشن قطعی طور پر کبھی فراموش نہیں کیگئی چنانچہ

مذاہب الاسلام مولفہ مولانا محمد نجم الغنی صاحب خلف مولانا عبد الغنی صاحب مرحوم رامپوری اپنی کتاب مذاہب اسلام مطبوعہ سنہ ۱۹۰۱ء مطبع خادم التعلیم پنجاب لاہور معتزلہ کے عقائد کی تشریح کرتے ہوئے صفحہ ۵۸ پر لکھتے ہیں :-

"ممکن اپنے عدم کے وقت میں ثابت ہے اور موجود نہیں ہے اور منشاء اس قول کا یہ ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک وجود میں اور ماہیت میں فرق ہے۔ کبھی ماہیت ہوتی ہے اور اسکو وجود عارض نہیں ہوتا۔ یہی مرتبہ تقرر کا ہے۔ اسی کو معدوم ثابت کہتے ہیں۔ مگر موجود نہیں کہہ سکتے موجود جب کہیں گے کہ اسکو وجود مل جائے" اس سے پہلے صفحہ ۵۷ پر لکھا ہے کہ

"سارے معتزلہ سوائے کعبی اور ابوالہذیل اور ابوالحسین بصری کے یہ کہتے ہیں کہ معدوم بھی ایک شے ہے اور عالم واقعہ میں ثابت ہے۔ مگر اسی قدر ہے کہ اس کو وجود نہیں ملا ہے اگر وجود مل جائے تو وہ موجود ہو جائے"

اس سے ظاہر ہے کہ سوامی جی نے جو یہ کہا کہ پہلے پرکرتی بھی موجود نہ تھی۔ اس کا مطلب محض یہ ہے کہ اس کو ابھی وجود نہیں ملا ورنہ لطیف حالت میں وہ ضرور تھی۔

پس پہلی وجہ غلط فہمی کی محض یہ ہے کہ نیستی اور ہستی کو پیدائش سے پہلی حالت پر لگانے کا علم نہ رہا اور دوسری وجہ یہ ہوئی کہ حالت پیدائش میں نیستی کے معنے بجائے لطیف حالت کے عدم مطلق سمجھ لیا گیا۔

دوسرا لفظ قابل غور خالق ہے

اس کے معنی ہیں پیدا کرنے والا - اس لئے سمجھا یہ جاتا ہے کہ خدا روح اور مادہ کو بھی پیدا کرنے والا ہے - اور جب قرآن میں یہ لفظ پڑھا جاتا ہے کہ خالق کل شئ تو علماء کو یہ خیال آتا ہے کہ جب کل چیزوں کا وہ خالق ہے تو روح اور مادہ کا بھی تو خالق وہی ہوا لیکن یاد رہے خالق کے معنے کہیں بھی ہستی سے پیدا کرنے والے کے نہیں لئے گئے - نہ کل چیزوں کا خالق ہونے کے معنے علت مادی کا عدم ہے پیدا کرنا کے معنے ہیں ظاہر کرنا اور ظاہر وہ ہوتا ہے جو پوشیدہ ہو - اسی طرح خالق لفظ کے معنی بھی غیر مخلوق کو مخلوق بنانا ہے - کل الفاظ نسبتی ہیں - دھوپ چھاؤں - رات دن - ہستی نیستی - ظاہر باطن - اسی طرح جب تک غیر مخلوق نہ ہو مخلوق کا کوئی تصور ہی نہیں کیا جا سکتا - خدا خالق ہے تو اس کے پاس غیر مخلوق اور مخلوق دونو طرح کی اشیاء چاہئیں - اسی لئے وید میں سمبھوتی اور اسمبھوتی پرکرتی کی دونوں حالتیں بتائی ہیں اور ان ہی کے معنے مخلوق اور غیر مخلوق ہیں - خدا واحد ہے تو اسلئے کہ کثیر التعداد ارواح بھی اس کے ساتھ ہیں - اگر کثرت نہ ہو تو توحید اور وحدت کی خدا سے نسبت کی ہی نہیں جا سکتی - پس خالق لفظ کے حقیقی مفہوم کا تقاضہ مخلوق ہستیوں کا ہونا ہے - غیر مخلوق کا نہ ہونا نہیں -

تیسرا لفظ قابل غور شرک ہے

علماء کو خیال آتا ہے کہ اگر روح اور مادہ کو خدا کے ساتھ ازلی مانا جائے تو اس سے شرک ہوگا - لیکن ان کا یہ خیال بے بنیاد ہے - قرآن شرک

کو گناہ عظیم بتاتا ہے۔ لیکن اس شرک کا مفہوم یہ ہے کہ ماسوائے
خدا کے کسی کو معبود بنانا۔ جیسے عیسائی لوگ مسیح پر ایمان لانے سے
نجات کا ملنا مانتے ہیں یا جیسے بُت پرست لوگ بتوں کی عبادت کرتے
ہیں۔ اگر آغاز عالم کے پہلے روح اور مادہ کو ماننے سے ازلیت نامی شرک
پایا جاتا ہے تو اس وقت جبکہ دنیا قائم ہے خدا کے ساتھ روح اور مادہ
کو ماننے میں شرک کیوں نہیں۔ بلکہ اس وقت تو خدا کے ساتھ روح اور
مادہ کے علاوہ مخلوق جہاں بھی ہے۔ پس جب تین چیزوں کے خدا کے
ساتھ موجود ہونے میں شرک کا الزام عائد نہیں ہوتا تو پہلی دو چیزوں
کے ساتھ ہونے سے کس طرح الزام لگ سکتا ہے۔ خدا نے انسان کو
اپنا خلیفہ یا نائب بنایا۔ اسے علم دیا۔ اسے سب نام سکھائے۔ اسے
کل فرشتوں سے سجدہ کروایا۔ اگر شرک کا لفظ ایسا نازک ہوتا جیسا کہ
علماء صاحبان سمجھ رہے ہیں تو قرآن کے بیان سے خدا پر بھی اشاعت
شرک کا الزام لگتا۔ لیکن نہیں شرک کا لفظ کسی اور ہستی کی موجودگی پر
عائد نہیں ہوتا۔ بلکہ غیر خدا کو خدا کا درجہ دینے پر عائد ہوتا ہے ضلع میں
ڈپٹی کمشنر اور ملک میں وائسرائے ایک ہے۔ اسکا یہ مطلب نہیں کہ
دیگر افسران یا ملازمان اور اہالیان ملک و ضلع کی کوئی ہستی نہیں۔ نہ یہ
کہ ڈپٹی کمشنر کا ہونا وائسرائے کی ہمسری کرنا ہے۔ بغاوت اس کا نام
ہے کہ اسی ملک میں بادشاہ کا مقابلہ کیا جاوے اسکا نہیں کہ رعایا
اس کی مطیع و فرمانبردار رہے۔

چوتھا لفظ قابل غور قادر مطلق ہے

ایک وسوسہ علماء کے دلوں میں یہ گھر کر رہا ہے کہ اگر خدا روح اور مادہ

کو پیدا نہ کرے تو وہ قادر مطلق نہ کہلائے گا۔ لیکن یہ بھی الٹی بات ہے
قادر مطلق کا لفظ خدا کے لئے کہا ہی اس لئے جاتا ہے کہ الپ یا محدود
قدرت والا روح اور ہر طرح کی طاقت اور قدرت سے ذاتی طور پر بالکل محروم
مادہ موجود ہے۔ جب تک وہ چیزیں موجود نہوں جن پر اس کی قدرت کا
عمل ہوتا ہے یا جن کو اس سے قدرت ملتی ہے تب تک اسے قادر مطلق
کوئی کہہ ہی نہیں سکتا۔ وہ علیم مطلق ہے تو جن کا اسے علم ہے وہ بھی چاہئیں
وہ غفور اور رحیم ہے تو مغفرت اور رحم کے اہل انسان بھی ضروری ہیں۔
اگر خدا فاعل ہے تو فعل بھی لازمی ہے۔ فعل کے اوزار بھی اور جن پر فعل
واقع ہوتا ہے وہ مفعول بھی چاہیئے۔ پس قادر مطلق کا مفہوم یہی ہے
کہ اپنے کاموں میں وہ اس کمال کی طاقت رکھتا ہے کہ کسی کی مدد کا
محتاج نہیں۔ کیا کل نظام عالم کو چلانا۔ بے شمار ارواح کو بے رو رعایت
انصاف سے فعلوں کی جزا سزا دینا کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کا بھی اس
کے قانون کے مطابق سکھ دکھ پانا سب اس کے قادر مطلق ہونے کا ثبوت
ہیں۔ اگر روح اور مادہ نہ ہوتے تو نہ اس کی قدرت کاملہ کے کچھ معنی ہوتے
اور نہ کسی کو سزا دجزا ملتی۔

پانچواں امر قابل غور خدا کا مالک اور حاکم ہونا ہے

ایک اور وسوسہ یہ ہے کہ بغیر روح اور مادہ کو پیدا کیئے خدا انکا
مالک اور حاکم کیسے بن سکتا ہے روح کی آزادی چھیننا اور اس پر
جابرانہ قبضہ کرنا شان ایزدی کے خلاف ہے۔ لیکن یہ سراسر غلط
ہے۔ ایک حاجتمند اگر ایک دولتمند کے دروازہ پر مانگنے جاتا ہے
ایک تعلیمیافتہ شخص اگر خالی جگہ کا اعلان پڑھکر افسر دفتر کے سامنے

درخواست لیئے اور ہاتھ جوڑے کھڑا ہوتا ہے ایک انسان اگر گائے اور گھوڑے سے تعاون کرتا ہے۔ ان کے لئے گھاس چارہ کا انتظام کرتا اور ان سے دودھ وسواری کی خدمت لیتا ہے دیانند جیسا متلاشئے حق اگر ایک نابینا گرو درجانند کا دروازہ کھٹکھٹاتا اور اپنے تئیں اس کی خدمت کے لئے وقف کرتا ہے۔ یا ایک گھر میں بیوی اور بچوں کو ایک شخص اپنی ذمہ داری پر رکھتا ہے تو اس میں کون سی قابل اعتراض بات ہے کیا ملکیت یا حکومت محض جابرانہ یا ظالمانہ ہی ہوتی ہے۔ اگر نہیں تو اس نیائے کاری اور دیالو پرمیشور کے ساتھ روح اور مادہ کے تعلق کو جبر اور سلب آزادی سے تعبیر کرنے کے کیا معنی۔ رعیت اپنے مفاد اور اپنی حفاظت کے لئے بادشاہ کا انتخاب کرتی ہے۔ بالک اپنی علمی ترقی کے لئے گورو کی شرن لیتا ہے۔ بعینہٖ روح اپنے آپ کو جہالت اور دکھوں سے بچانے کے لئے فطرتاً خدا کا محتاج ہے اور خدا کی صفات علم انصاف رحم پاکیزگی نیکی وغیرہ کی سب بے معنی ہوں۔ اگر روح کو اس سے فیض نہ پہنچے۔ نہ بے جان بے حس و حرکت مادہ کسی کام آوے۔ اگر خدا روحوں کو مادی سامان بھوگنے کو ان کے اعمال کے معاوضہ میں نہ دے۔ قرآن خود فرماتا ہے کہ خدا جو روح اور مادی جسم کا میل کرا کے انسان کو پیدا کرتا ہے اس کی غرض ہے۔ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ تاکہ اہل ایمان اور نیک اعمال والوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ دے۔ جبر اور غلامی کا الزام تب آسکتا ہے۔ جب خدا

کسی کی فعل مختاری میں روڑا اٹکائے - سو یہ حالت ہے نہیں -
انسان اپنے اختیار سے اچھے سے اچھے اور برے سے برے کام
کر رہے ہیں - خدا انہیں روکتا نہیں پھر آزادی سلب کہاں ہوئی
اور اگر نیکی کے بدلے وہ سکھ دیتا ہے اور بدی کے بدلے دکھ دیکر
برائی کے لئے جرأت کو روکتا ہے کہ وہ نیکی کی طرف مائل اور نیک
جزات کا اہل بنے تو یہ روح کی اصلی مطلوب شے یعنی راحت اور
سکھ کے انتظام کا مترادف ہے یا اس مالک برحق اور حاکم محافظ
کی کسی خودغرضی کا - پس حقیقت محض یہ ہے کہ جس طرح مادی
سامان انسان کے سامنے سربسجود ہیں ویسے ہی انسانی روح فطرتی
طور پر علم اور راحت کا محتاج اور متلاشی ہونے سے اپنی مشکل کشائی
کے لئے اس خدائے بزرگ و برتر کی طرف رجوع کئے بغیر کوئی چارہ کار
نہیں رکھتا اور خدا اور روح کا تعلق صفات الٰہی کے ظہور اور روح
کے لئے حصول سرور کا موجب ہے - ایک انسان دوسرے انسان کو
پیدا کئے بغیر - اس کا مالک وحاکم بن سکتا ہے بغیر پیدا کئے اگر
انسان زمین اور روپیہ وغیرہ کا مالک ہوسکتا ہے تو خدا کے لئے
ہی روح کو پیدا کرنے کی شرط رکھنے کے کیا معنی بے انصافی اور جبر
کا الزام تو خدا پر روح کے حادث ہونے کی صورت میں عاید ہوسکتا
ہے کہ خود ہی اسے بنایا - خود ہی جو جسم اور سامان چاہا اسے دیا اور
خود ہی اس کے فعلوں کے لئے اس کو ذمہ دار بنا بیٹھا حالانکہ اس
صورت میں ذمہ داری کل اسی پر ہونی چاہئے -

چھٹا وسوسہ عدم ضرورت خدا کا ہے

کیونکہ سمجھا جاتا ہے کہ جب روح اور مادہ خود ہی واجب الوجود ہیں تو
کیا وہ خود باہم تعاون بھی نہیں کر سکتے۔ جب وہ خدا کے بغیر اپنی ہستی
میں آزاد ہیں تو خدا کے بغیر ان کا باہمی تعاون بھی ہو سکتا ہے لیکن
سوال یہ ہے کہ لکڑی کے وجود اور اس کے جلنے کی قابلیت کر ماننے
پر کیا جلانے والے کو خود تلاش کرنا بھی اس سے منسوب ہو سکتا ہے۔
یا کیا میز اور کرسی بنانے کے لئے لکڑی اور لوہے کو ملانے والے بڑھئی
کی ضرورت ہے تو اس سے لکڑی اور لوہے کا بڑھئی سے یا بڑھئی کا
لکڑی اور لوہے سے پیدا ہونا ضروری ہے یا کیا اپنی ذات میں آزاد
ہونے کا مفہوم دوسری ہر ذات سے بے تعلق ہونے یا ان سے فوائد
پانے کی عدم ضرورت کے مترادف ہے۔ مادی سامان جڑ ہیں کیا
پتہ کہ ان کا بہتر استعمال کون کر سکتا ہے اور روح محدود العلم ہیں
محض محدود علم کو حاصل کرنے کی طاقت ہے اگر خدا نہ ہو تو اسے علم
کہاں سے ملے اور اسے مادی سامانوں کے بیجا استعمال اور ان سے سکھ
پانے کی ترکیب کیسے معلوم ہو۔ پس باوجود روح اور مادہ کی آزاد ہستی کو
تسلیم کرنے کے ان کے باہمی تعاون میں خدا کی عدم ضرورت کسی طرح
ثابت نہیں ہوتی۔ ہاں روح اور مادہ کے حادث ہونے کی صورت میں خدا
کی ضرورت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جب نیستی سے انہیں وجود مل سکتا ہے تو علم اور نیکی
وغیرہ کے اوصاف بھی نیستی سے مل سکتے ہیں۔
اور یہ بھی واضح رہے کہ ملانے والے کیلئے ملنے والوں کو پیدا کرنا یا ان کی پیدائش
و بناوٹ میں دخل دینا لازمی نہیں۔ سنار سونا خود پیدا نہیں کرتا۔ نہ لوہار لوہے
کو اور نہ کمہار مٹی کو نہ نکاح پڑھانے والے عورت و مرد کو۔ بعینہٖ روح اور مادہ کا

سیل کرنیوالے خدا کیلئے ان کو پیدا کرنا لازمی نہیں ہو سکتا۔ روح اور مادہ کے سیل کی ضرورت نظام عالم کو چلانے میں ہے اور نظام عالم میں روح کی ضروریات کو پیدا کرنا بھی شامل ہے پس روح نہ ہو تو سزا جزا کس کو ملے اور ضروریات کس کی پوری ہوں اور خدا نہ ہو تو کون اس کے علم اور انصاف وغیرہ کے اوصاف سے فیض پائے۔ غرض دونوں ہستیاں لازمی ہیں اور خدا کی ضرورت کسی طرح دور نہیں ہو سکتی

ساتواں اعتراض روح کی محدود علمی پر ہے

کہا جاتا ہے کہ اگر روح ازل سے ہے تو ابتک اسے غیر معمولی بلکہ غیر محدود علم اور تجربہ ہونا چاہئے تھا سو نہیں ہے لیکن اول تو فطرتی محدودیت کا دور ہونا ناممکن ہے دوسرے غیر معمولی علم اور تجربہ میں کوئی شک بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انسانوں میں جسقدر علوم پھیل رہے ہیں وہ سب اس امر میں گواہ ہیں دوسرے ہر روح کے اندر بیشمار علوم کی یادداشتیں موجود ہیں اگر علمی سنسکار نہوں تو استاد کے پڑھانے پر انکی سمجھ ہی نہ آئے۔ تمام قابل فلاسفران ماضی وحال تسلیم کرتے ہیں کہ استاد کے پڑھانے کا مطلب محض شاگردوں کے قدیم علمی سنسکاروں کو ابھارنا ہے۔ پنڈت لیکھرام جی نے ثبوت تناسخ میں جو سقراط اور اسکے شاگرد کی ایک طویل اور عجیب گفتگو درج کی ہے اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ تعلیم دینے کا مدعا قدیم یادداشتوں کو تازہ کرنا ہے جن کے اندر کسی علم کے سنسکار نہیں اسے اس مضمون کا سمجھنا مشکل ہے پس طالب علم جو آج بیشمار علوم کو سمجھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں روح کے ازلی ہونے کی وجہ سے ہی اس قدر علمی سنسکاروں کی موجودگی کا ثبوت دیتے ہیں۔

آٹھواں وسوسہ یہ ہے کہ محدود حادث ہوتا ہے۔

اس وسوسے سے یہ استدلال ہو سکیگا کہ کوئی محدود شے ازلی نہیں ہو سکتی لیکن

یہ سراسر غلط ہے کیونکہ ازلیت کا تعلق محض زمانہ سے اور محدودیت کا تعلق ذاتی اوصاف سے ہے چونکہ زمانہ ان صفات کا پیدا کرنیوالا نہیں اور اوصاف گو فطرتی بھی ہوتی ہیں اور عارضی بھی مگر عارضی صفات کا تعلق بھی زمانہ سے نہیں ہوتا کیسی دوسری ہستی کے تعلق سے ہی آتی ہیں۔ اسلئے محدودیت کی وجہ سے ازلیت دور بھی نہیں ہوسکتی۔

دوسرے اگر محدودیت کا تقاضہ خدا سے پیدا کیا جانیکا ہو تو ماننا پڑیگا کہ وہ بادشاہ جو رعیت کے اختیارات کو محدود کرتا ہے یا ان پر پابندیاں لگاتا ہے رعیت کا پیدا کرنیوالا ہے لیکن یہ صریحاً خلاف واقعہ ہے۔ پس محدودیت کے لئے حدوث لازمی نہیں۔

نواں خدشہ محبت وغیرہ کی کمی کا ہے

سمجھا جاتا ہے کہ اگر خدا نے روح کو پیدا نہیں کیا تو نہ روح کو اس سے پریم ہونا چاہئے نہ خدا کو اس پر رحم لیکن ہزارہا دوست جو ایک دوسرے کی محبت کی خاطر جان تک دیتے دیکھے جاتے ہیں ایکدوسرے سے پیدا نہیں ہوئے خاوند اور بیوی جن کا باہمی پریم مسلمہ ہے۔ گورو وششٹ جی میں پرمیشر میں بےغرض پریم ہے کوئی ایک دوسرے کو پیدا کرنیوالا نہیں نہ رحم کے جذبہ سے متحرک ہوکر یتیموں کو پالنے والے فیاض طبع انسانوں نے ان یتیموں کو پیدا کیا ہے۔ تب کیا خدا ہی ایسا سنگدل ہوگا کہ اسے روح پر اسلئے رحم نہ آئے کہ اس نے اسے پیدا نہیں کیا۔

دسواں خدشہ خدا کی توہین کا ہے

سمجھا جاتا ہے کہ خدا روح اور مادہ سے دنیا کو بناتا ہے تو اس سے اس کی توہین ہوگی کہ وہ محض معمار ہے جو اینٹ چونہ کے بغیر عمارت نہیں بنا سکتا لیکن قرآن

کا کہنا ہے کہ مثال خواہ کیسی ہی کمتر جیسی حقیر چیز کی ہو اس سے نیک لوگ اعلےٰ
ہدایت لیتے ہیں۔ اگر اس سے کوئی برا اثر اخذ کرتا ہے تو یہ اس کے اپنے اندرونی
خبث و تعصب کا نتیجہ ہے۔ پھر جہاں معمار کو معمولی ہستی سمجھا جاتا ہے وہاں بڑے
سے بڑے لائق انجینیر بھی تو پھر اینٹ چونہ لکڑی لوہا وغیرہ سے ہی بڑے بڑے
کام کر لیتے اور قابل تحسین سمجھے جاتے ہیں اور جب ان کی یہ مہان ہے تو روح اور
مادہ سے کل دنیا کو لائق سے لائق انسانوں اور سورج۔ چاند۔ ستاروں وغیرہ
کو بنانے والے خدا کی مہانتا کا تو تحریر و تقریر میں آنا ہی محال ہے۔ پس توہین
کیا۔ اس سے تو اس کی عظمت عیاں ہوتی ہے۔

گیارہواں اندیشہ خدا کے محتاج ثابت ہونے کا ہے

سمجھا جاتا ہے کہ اگر خدا روح اور مادہ کے بغیر پیدائش نہیں کر سکتا تو وہ انکا
محتاج ثابت ہوگا لیکن محتاج وہ ہوتا ہے جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو یا
ضرورت سے کم ہو۔ اور اس صورت میں کام کا ہونا محال ہے جب دولت اور
سامان سب موجود ہو تو محتاجی کیسی پس روح اور مادہ کے ازلی ہونے
سے خدا کی شان و شوکت اور جاہ و جلال کا پتہ چلتا ہے اور پیدائش عالم
میں کوئی اڑچن نہیں پڑ سکتا۔

بارھواں اندیشہ خدا کے علم پر حرف آنے کا ہے

سمجھا جاتا ہے کہ اگر خدا نے روح اور مادہ کو پیدا نہیں کیا تو اس سے نتیجہ
نکلیگا خدا میں ان کا علم نہیں لیکن یہ اندیشہ فضول ہے۔ کیونکہ اس سے
تو الٹا روح کی ازلیت ثابت ہوتی ہے۔ علم بغیر معلوم کے نہیں رہتا۔ اگر خدا
میں روح کا علم ہوگا تو اسی صورت میں ہوگا کہ وہ موجود ہو اور جب وہ موجود
ہوا تو اس کو بنانا کیا۔ اور اگر یہ کہیں کہ وہ پہلے موجود نہ تھا۔ تب اسکا علم

ہوگا نہ بن سکے گا۔

تیرھویں دلیل انسان کے حادث ہونے کی ہے

سمجھا جاتا ہے کہ انسان مرکب ہے رُوح اور مادی جسم سے۔ چونکہ انسان حادث ہے۔ لہذا جن سے وہ بنا ہے وہ بھی حادث ہیں۔ لیکن اسکا دوسر لفظوں میں یوں بیان ہوگا۔ کہ چونکہ سارا جہان حادث ہے۔ اسلئے خدا رُوح اور مادہ جن سے یہ بنا ہے تینوں حادث ہیں۔ اور اعتراض کرنے والے دو کو تو حادث مانتے ہی ہیں پس تیسرے یعنی خدا کو بھی حادث ماننے میں نہیں اعتراض نہ ہوگا لیکن اس دلیل میں وزن تب ہوتا کہ جسم اور روح کی تمیز اُڑ جاتی۔ سو ایسا ہے نہیں۔ روح کے پاس جسم بطور اوزار ہے۔ موت کے وقت روح جسم کو چھوڑ جائیگا۔ پرلے کے وقت روح اور مادہ الگ ہوں گے اور اس وقت بھی تمام ارواح اور مادی ذرات پیوست ہو کر ایک تیسری نئی چیز نہیں بن گئے پس روح سے حدوث کا کوئی تعلق نہیں۔ حادث ہے تو مادی جسم ہے اسی طرح جہان میں بھی حدوث کا تعلق کثیف مادی اشیاء سے ہے۔ روح اور خدا اس حدوث کا جزو نہیں۔ اس کے شاہد ہیں۔

روح کو اگر حادث مانا جائیگا تو یا تو وہ خدا سے بنے گا یا مادہ سے۔ لیکن خدا سے بننے کی صورت میں خدا منقسم ہوگا۔ اور ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہوا ایک دن ختم ہو جائیگا۔ اور اگر خدا اسے کبھی اور مصالحہ سے بناتا ہے تو پھر وہ قادر مطلق نہ رہیگا۔ اور نیستی سے مانو تو اس میں کوئی خیال نہیں کہ کوئی چیز نیستی سے ہست ہو۔ پس روح خود واجب الوجود ہے اور جسم کے حادث ہونے پر بھی

اس کی آنادہستی غیر حادث ہی رہتی ہے۔
غرضیکہ روح اور مادہ کی قدامت کو قرآن میں اسی طرح صحیح مانا گیا ہے۔ جس طرح وید میں بیان کیا گیا ہے اور اس صداقت کیخلاف آج تک نہ کوئی معقول اعتراض پیش ہوسکا ہے نہ آیندہ ہونا ممکن ہے۔ اس سے پہلے ہم کئی نمبروں میں وید کے ایشور وکت ہونے۔ آواگون کے ایک بے خطا سچا اصول ہونے اور ویدک سورگ کو ہی اسلامی بہشت کہنے کے ثبوت قرآن مجید سے پیش کرچکے ہیں۔ اور خدانے چاہا تو نزدیکی مستقبل میں اور مضامین پر بھی روشنی ڈالی جائیگی۔ کاشکہ اختلافات سے بچکر ہم سچے معنوں میں متحد ہوں اور بنی نوع انسان کو باہمی تعاون سے پھر ایک ہی امت میں لاسکیں۔

(الکشہمن)

قرآن شریف کا ویدک بھاشیہ

یہ بھاشیہ (تفسیر) کیا ہے۔ اہل بھارت کی ہی نہیں انسانی جماعت کی مشکلات کا کامل حل ہے۔ باہم لڑنے اور نفرت کرنے والے ہندو مسلمان اور آریہ و مسلم مناظرین سخت غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں۔ فی الحقیقت دین اسلام قدیم ویدک دہرم کا ہی نام ہے۔ قرآن مجید ویدک دہرم کا ویسا ہی محافظ ہے جیسا کہ ستیارتھ پرکاش اور حضرت محمد صاحب اور جبرئیل صاحب نے قریباً چودہ صدی پیشتر عرب میں وہی کام کیا تھا جو اس زمانہ میں مہرشی دیانند اور ڈنڈی سوامی ورجانند نے بھارت ورش میں کیا ہے۔

راقم ڈنکے کی چوٹ اعلان کرتا ہے کہ محض تراجم و تفاسیر کے نقصوں اور جہالت پر مبنی تعصبات نے اندھیر مچا رکھا ہے ورنہ ویدک دہرم اور دین اسلام (جیسا کہ قرآن میں ہے) بالکل یکجان ہیں نیز یہ کہ قرآن شریف کا ویدک بھاشیہ ہی جو راقم کی زندگی بھر کی مذہبی تحقیقات کا نچوڑ ہے۔

حضرت محمد صاحب کے اصل مدعا کی صحیح ترجمانی

کرتا ہے۔ یہ دعوے چونکا دینے والا ہے لیکن جو سوسائٹی چاہے۔ پبلک ضرور پر اس کا اطمینان کر سکتی ہے یقیناً اُن علماء سے قرآن شریف کی صحیح تفسیر کا ہونا ناممکن ہے جو نہ ویدک تعلیمات کو جانتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔ یہ تفسیر ۲۰×۳۰/۸ کے بڑے چار ہزار صفحہ نیز اردو و ہندی میں شائع ہوگی۔ اور گو اس سے نصف سے کم ضخامت کی تفسیریں بازار میں پچیس تیس روپے تک بکتی ہیں۔

راقم نے محض بارہ روپے قیمت رکھی ہے۔ پیشگی آرڈر کے ساتھ بھیجنے والوں کے لئے صرف نو روپے۔ اسپر بھی اُپدیشک و مُبلغ لوگ پیشگی آٹھ روپے جمع کرانے پر کامل تفسیر لے سکیں گے۔

حالات کی نزاکت تمام اہل ملک پر واضح ہے۔ حتّے کہ باوجود انتہائی اور مسلسل کوششوں کے نہ کانگریس اور مہاتما گاندھی اب تک اتحاد کرا سکے ہیں نہ سرکاری قانون اور مقدمات وغیرہ باہمی منافرت کو دور کرا سکے ہیں اور راقم کو یقین ہے کہ جب تک وید اور قرآن کی اصل تعلیمات کے متعلق جہالت اور اسپر مبنی عمل موجود ہیں قدرت اسی طرح فریقین کو ایک دوسرے کے ذریعہ سزا اور دکھ دیتی رہیگی اور کانگریس یا سرکار تو کیا دنیا کی کل متفقہ طاقت کی بھی پیش نہ جا سکے گی۔ برخلاف اس کے

یہ تفسیر تمام اختلافات کو مٹا کر دلوں کو مضبوطی سے متحد و یکجا کر دیگی

اُمید ہے تمام حق پسند۔ علم دوست اور پبلک کے بہی خواہ لوگ اس اہم اور مفید ترین کام میں دلی تعاون فرماویں گے۔ اور پیشگی آرڈر سے نہایت جلد مشکور فرماویں گے۔

نویدک:-

لکھشمن آریوپدیشک آریہ سماج برلا لائنس دہلی

باہتمام بابو برجلال گپتا چندر گپت پریس بلیماران دہلی میں چھپا اور لکشمن آریوپدیشک نے دہلی سے شائع کیا

اوم

ویدک دھرم اور دین اسلام

یا

قرآن میں ویدک تعلیم

لیکھک لکھشمن آریہ اپدیشک

پرکاشک

ویدک پستکالیہ آریہ سماج برلا لائنس دہلی

علی گڈھ برقی پریس دہلی

قیمت ۲ر

اول

مصنف کی دیگر تصانیف

یجروید اردو ترجمہ ادھیائے اول ۸ر   مرزائی دام فریب ۱/

براہین آکاریہ ۸ر   ویدک سدھانتوں کی ویاپکتا ۱/

باوا نانک صاحب اور دین اسلام ۴ر وغیرہ وغیرہ

مذہبی دنیا میں انقلاب عظیم پیدا کرنیوالی نادر تصنیفات

(۱) قرآن مجید کا ویدک بھاشیہ ضخامت اڑہائی ہزار صفحہ کلاں عہ/

(۲) وید اور قرآن کا باہمی میلان ضخامت دو ہزار صفحہ خورد کتابی سائز سے/

ہر دو کتب ایک ہزار درخواست معہ ایک روپیہ پیشگی آنے پر شائع ہونگی اور پیشگی آرڈر والوں سے نصف قیمت لی جائے گی۔

ملنے کا پتہ

۱۔ ویدک پستکالیہ آریہ سماج برلا لائنس دہلی

۲۔ آریہ ساہتیہ پستکالیہ (آریہ ہوسٹل) لاہور

۳۔ آریہ ساہتیہ مندر ہسپتال روڈ لاہور

۴۔ آریہ ویر پستکالیہ لاہور

منیجر ویدک پستکالیہ آریہ سماج برلا لائنس دہلی

ओ३म्

ویدک دہرم اور دین اسلام

اس مضمون کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیئے یجروید ادھیائے ا منتر ۱۲ کی رہنمائی سے ہی پوری کامیابی حاصل ہو سکتی ہے وہ منتر حسب ذیل ہے۔

पवित्रे स्थो वैष्णव्यौ सवितुर्वः प्रसव उत्पुनाम्यच्छिद्रेण पवित्रेण सूर्यस्य रश्मिभिः। देवीरापो अग्रेगुवो अग्रेपुवो ग्रइममद्य यज्ञन्न यता यज्ञपतिं सुधातुं यज्ञपतिं देव युवं॥

پرماتما ہدایت دیتے ہیں کہ اس جہان میں انسان دو دو فریق بنکر کام کریں والدین اولاد۔ میاں بیوی۔ راجا پرجا۔ متکلم سامعین۔ استاد شاگرد وغیرہ ان ہر دو کے باہمی سچے تعاون سے سارے کام اور اشیائے عالم اسی طرح پاک اور مفید ہوتی ہیں۔ جس طرح آفتاب کی بے عیب پاک کرنیں اشیائے عالم کو ان کی اصل حالت میں اوپر لے جاتی ہیں۔ حتٰی کہ گندی نالیوں کے بدبودار میلے کے ساتھ ملے ہوئے پانی کو بھی صاف اور لطیف ذرات کی صورت میں اوپر اٹھاتی بادل کی صورت میں انہیں جمع کرتی اور آب مقطر کی صورت میں انہیں برساتی ہے۔ ذرات کو اوپر جانیکا رستہ دکھانیوالی یعنی انہیں اپنی رہنمائی میں اوپر لیجانیوالی کرنیں ہی ہیں۔ اور قبل اسکے کہ کوئی انسان یا اور عنصر کسی چیز کو استعمال میں لائے اس سے پہلے کرنیں اسکے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ اس نظارے کو پیش کر کے پرمیشر بتاتا ہے کہ انسان یکجہتی یا فیض عام کے شیدائی بنیں اور اپنی پاک کمائی اور اعضائے جسمانی یا دولت وغیرہ کو دوسروں کی تکلیفات کو دور کرنے میں

صرف کریں۔ حتی کہ صحیح علم کی اعلیٰ ترین روشنی میں انہیں اعلیٰ ترقیوں کی منزل
پر پہونچا دیں۔ جیسے سورج کی کرنیں اشیائے عالم کے آگے چلتی ہیں ویسے ہی ہم
عالم دنیا میں سب کے اگوا ہیں اور وہی سب سے مقدم طور پر اشیائے عالم
کے استعمال کرنے کے حقدار ہیں اور جملہ انسانوں کو یہ خواہش رکھنی اور ایشور سے
یہ پرارتھنا کرنی چاہئے کہ ہمیں وہ علمی روشنی ملے کہ ہمارے خیالات ہمارے
اعتقادات اور ہماری ہر تحریر اور تقریر کو اس کے خالص اور حقیقی مفہوم کی
طرف سے چلے۔

موجودہ مضمون پر اس منتر کو حاوی کرتے ہوئے میں بغیر کسی طویل تشریح یا
تمہید کے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ قرآن کو اس کے اصل مفہوم کے ساتھ سمجھنے یا آیات
کو حضرت محمد صاحب یا حضرت جبرئیل کے روشن دماغ والے مقام پر پہونچانا کسی
دوسرے انسان سے کئے گئے ترجمہ و تفسیر کا کام نہیں صحیح علم کی روشنی ہی اسکے
لئے مقدم شرط ہے۔ اور اگر اسی اصول کی عظمت کو آپ ہم وودان ذہن
نشین کرلیں تو نہ صرف میں اپنی محنت کو بار آور سمجھونگا بلکہ ان کے راستے میں
حائل ہونے والے بیشمار پیچیدگیوں کے پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ واقعی
صحیح علمی سورج کی کرنوں کا ہی یہ ایک معمولی سا کرشمہ ہے کہ قرآن کے متعلق جن
دخیال کو میں شمشان تک اور اسکے بعد بھی اپنے ساتھ لیجانے کا یقین رکھتا تھا
مجھے زندگی میں ہی قابل ترک معلوم ہوئے اور قرآنی آیات میرے لئے نفرت اور
اضطراب کی بجائے محبت اور اطمینان قلب کا سامان مہیا کرتی ہیں اور میری
دعا ہے کہ آریہ اور مسلم بھائی اس وید منتر کی رہنمائی میں قرآن کی اصل صورت اور
ویدک سدھانتوں کی فضیلت کا درشن کرکے وہ مبارک و حقیقت لانے کا یقین کرسکیں
گر انسانی جماعت میں قدرتی سچا اتحاد جلوہ گر ہو۔ اور ارضات کا پردہ حقیقت سے

عملی طور پر اٹھ جائے۔

۱۔ منگلاچرن

وید ہدایت دیتا ہے کہ ہر کام ایشور کا نام لیکر یا اسکی یاد کرتے ہوئے شروع کیا جائے۔ اتھرو وید کانڈ ۲۰۔ سوکت ۱۵۔ منتر ۴ میں ہے:۔

इमे त इन्द्र ते वयं पुरुष्टुत ये त्वारभ्य चरामसि प्रभु वसो।

नहि त्वदन्यो गिर्वणो गिरः सघत् क्षोणीरिव प्रति नो हर्य॥

اس منتر میں ہدایت ہے کہ ہر کام اس ایشور کا دھیان کرتے ہوئے شروع کیا جائے۔ جو بدرجہ غائت قابل تعریف مالک کل۔ اور تمام بندھنوں کو دور رکھنے والا ہے۔ کیا ہم کرم کرنے والے اور کیا ہمارے کرم کے سامان تمام اسی کی پاک یا سمپتی ہیں۔ وہی واحد معبود اور ہماری پکار کو سننے والا ہے اور جیسے زمین بیج بونے پر اس کا پھل دیتی ہے ویسے ہی کرم کرنے پر ہمیں پھل دیتا ہے۔

سمرتی اور دھیائے ۲ اشلوک ۷۴ میں کہا ہے:۔

ब्राह्मणः प्रणवं कुर्यादादावन्ते च सर्वदा।

स्रवत्यनोङ्कृतं पूर्वं परस्ताच्च विशीर्यति॥

پاٹھ کے شروع اور آخر میں سدا اوم کہا جاوے۔ شروع میں نہ بولنے سے پاٹھ دماغ سے چلا جاتا ہے اور آخر میں نہ بولنے سے اس سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے یہی مدعا قرآن میں مدنظر ہے جب قرآن اور اسکی قریباً ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا کلمہ مذکور ہے۔ اسکے ترجمے میں جب یہ کہا جاتا ہے کہ میں شروع کرتا ہوں الرحمٰن اور رحیم کا نام لیکر۔ تو "میں شروع کرتا ہوں" کے لفظ سے اعتراض پیدا ہے کہ بجائے عالمگیر قانون کے یہ شخصی عمل ہے لیکن اصل بسم اللہ میں یہ شروع

گرنتھوں کا لفظ ہے ہی نہیں۔ لہٰذا وہ محض ویدک اصل یا تعلیم کے مطابق ہے

۲۔ گورمنتر یا کلمۂ اعظم

ویدک دھرمیوں کا گورمنتر گایتری ہے۔ اسکی عجیب غریب عظمت کی وجہ سے اس
بار بار جتنی کہ لاکھوں بار جپ کیا اور کرایا جاتا ہے۔ تعلیم کا شروع گایتری سے ہوتا ہے
اور یہ امر ہے بھی معقول۔ قالب انسانی میں روح کے لئے سب سے مقدم اور ضرور
شئے عقل ہے جو تمام طاقتوں پر غالب اور تمام کامیابیوں کا موجب ہے۔ اسکو سد
کی روشنی کے قبول کرنے کو ہے تو عقل علم کی روشنی کو حاصل کرتی ہے۔ بغیر عقل کے
انسان کو حیوان مانا جاتا ہے۔ اسی اعلیٰ ترین شکتی کی عظمت کو محسوس کرانے اور
کے لئے ایشور سے پرارتھنا کرنے کی ہدایت دینے سے گایتری منتر افضل ترین ہے
عربی زبان میں وہی گایتری منتر سورۂ فاتحہ کی شکل میں افضل ترین ہے اور گایتری
کی طرح سورۂ فاتحہ کا نماز کی ہر رکعت میں جپ ہوتا اور اسے دہرایا جاتا ہے
قرآن میں اسکی عظمت بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ

کہ یہ سات آیات سورۂ فاتحہ قرآن عظیم اور بار بار پڑھی اور غور کیا جانے کے قابل ہیں
قرآن میں سب سے پہلے سورۂ فاتحہ کو لکھنا بھی اسکی خصوصیت کی وجہ سے ہے
گایتری میں اوم کے ذاتی نام سے ایشور کی یاد ہے تو عربی کی گایتری میں اللہ
کہا ہے۔ ویدک گایتری میں بھو۔ بھوہ۔ سوہ کے تین اسمائے اعظم ہیں تو سورۂ
فاتحہ میں بھی رب العالمین۔ رحمان اور رحیم ہیں یعنی پران سے ایشور تمام عا
کی زندگی کا سہارا ہے تو رب العلمین بھی تمام مخلوقات کا پروردگار ہے
یعنی اپان اگر خود دکھوں سے الگ ہے اور اپنے داسوں سے دوسروں کے دکھ

ور رحمان بھی اسی رحم مجسم ہستی کا پتہ دیتا ہے۔ سوہ یعنے دیان اگر جگت
...دہ کر سب کو سکھ پہنچانے والے ایشور کا نام ہے تو رحیم بھی تمام مستحق لوگوں
...پہنچانے والے خدا کا نام ہے ویدک گایتری میں ایشور کو سوتہ دیو۔ وریٹیم
...ہے صفاتی نام دیکر پیدا کنندہ علم مجسم قابل قبول اور پاکیزگی مجسم کہا گیا ہے
...فاتحہ میں بھی اسے مالک یوم الدین یعنی پرلے کال کا سوامی کہا ہے جس سے
...دہ ہے پھر جہان کو پیدا کرنے کا تعلق ظاہر ہے۔ صراط المستقیم کا ہدایت
...ن کرا ہے علم مجسم ستا قابل عبادت مانکر قابل قبول اور عارفوں کو علم و نجات
...پاک نعمتیں دینے والا مان کر اسے پاکیزگی مجسم کہا ہے۔ وہی ہی سے ان تمام
...کے مطلع اوشم کا دھیان کرنے کی گایتری منتر سکھشا دیتا ہے تو ایاک نعبد
...نستعین سے سورۂ فاتحہ بھی اسی کی عبادت کی ہدایت دیتا ہے۔ دھیو یونہ
...خدا سے پرارتھنا کی جاتی ہے کہ وہ ہماری عقلوں کو روشن کرے تو اہدنا الصراط
...ہے بھی راہ راست دکھائے یا عقل سلیم عطا کرنے کی دعا ہے۔ راہ راست دکھانے
٥ अग्ने नय सुपथा یعنی یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۱۶ کے الفاظ
...قابل ہیں۔ لیکن قرآن کی کثیر التعداد آیات سے راہ راست دکھانے اور
...کی ملنے کا ایک ہی مفہوم ثابت ہوتا ہے۔ جیسے گا ...

...ہا ہے ... اسے ... مالک یوم الدین کہتے ہیں اسے غیر پیدا شدہ
...ت کا مالک ہی وہ مانا جا سکتا ہے۔ اور وہ غیر پیدا شدہ حالت جہاں لے کی ہے۔
...یوم الدین کے معنی جزا یا انصاف کا دن ہیں اور چونکہ الٰہی انصاف ہر سمے ہوتا رہتا ہے
...اس لئے وہ ہر زمانہ میں مالک ہے۔ موت کے وقت بھی انصاف کے ساتھ ہی جنم یا
...ت یا بہشت اور دوزخ ملتا ہے۔ اس لئے اس دن کا مالک بھی اسے کہہ

قراءت سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں صحیح تلفظ اور تحرن

اور یہ صرف ہمارا ہی خیال نہیں مولانا محمد حسین صاحب آج سے تیس سال پہلے
اس راز کو ان الفاظ میں واضح کر گئے ہیں۔
"گایتری از یجروید ادھیائے ۳۶ منتر ۳ کے طوطا مینا کی طرح رٹے جانے والے
الفاظ محض یہ ہیں:۔
اُوم بھُو۔ بھُوہ۔ سوہ۔ تت۔ سوتر ورینیم بھرگو دیوسیہ دھی مہی دھیو یونہ
پرچودیات مگر معنی یہ ہیں "اے رب العالمین اے کل عالم کے حیات کے سہارے
عین راحت و محیط کل۔ کل دنیا کے خالق عظمت بخش۔ سبھوں سے افضل۔
قابل قبول علیم مطلق بے عیب، پاک۔ نور مجسم۔ تمام راحتوں کا عطا کنندہ ہم
تیری ذات واحد کو اپنے دل میں جگہ دیں تاکہ وہ لافانی خدا ہماری عقلوں کی رہبری
کر کے برائیوں سے باز رکھ کر بھلائیوں پر چلائے مثل اس گایتری کے قریب المعنی
الہامی ترجمے یا اردو مندرجہ قرآن سورۂ فاتحہ (الحمد للہ رب العالمین) کے بے
شمار مضامین پر اعلیٰ صداقتوں کی باہمی مطابقتوں کو منطبق پا کر اس کا بھی پتہ لگا
کہ وہ وید جو بلحاظ قدامت اولیت اور ذاتی جوہروں کے موجودہ تمام مذہبوں کا
مذہبی بوڑھا باوا ہے جس کے ذاتی اثر سے ہندوستان ایک زمانہ میں اعلیٰ درجہ
کے فنون و علوم روحانیت سے مالا مال ہو چکا ہے اور قریباً سب سے پہلے
جس نے خدا پرستی کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی تہذیب ایشیا میں رائج کی تھی افسوس
[illegible] ہر جو پہلے
گایتری میں اوم کے ذاتی نام سے ایشور کی یاد ہے تو عربی کی گایتری میں اللہ
کہا ہے۔ ویدک گایتری میں بھُو۔ بھُوہ۔ سوہ کے تین اسمائے اعظم ہیں تو سورۂ
فاتحہ میں بھی رب العالمین۔ رحمان اور رحیم ہیں یعنی پران سے ایشور تمام عالم
کی زندگی کا سہارا ہے تو رب العلمین بھی تمام مخلوق (جہاں) ۔۔۔ کا پروردگار ہے
بمعنے اپان اگر خود دکھوں سے الگ ہے اور اپنے داسوں (بندوں) ... ہے دوسروں کے دکھ

زہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ (اتحاد مذاہب عالم نمبر ۲ صفحہ ۵۲)
عام لوگ سمجھتے ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اسلامی کلمہ ہے۔ لیکن
حقیقت یہ کلمہ تو محض ایک چیتاونی ہے کہ مسلمان محمد صاحب کو خدا نہ مان
لیں بلکہ اوروں کی طرح انہیں ایک رسول سمجھیں۔ چنانچہ قرآن سورہ
میں خود لکھا ہے۔ محمد محض ایک رسول ہے۔ دین تو اللہ کا ہے۔
ہو جائے یا حشر جائے تو دین حق کا ناش نہیں ہو سکتا۔ غرض اسی مدعا
روجہ کلمہ پورا کرتا ہے۔ مگر اسلام کی تعلیم کے لحاظ سے افضل ترین اور اصل
سورۃ فاتحہ ہے۔ مروجہ کلمہ میں لا الٰہ الا اللہ والاحد تو اکیلا اور تمہ ہم
کا مقام ہے۔ اور محمد الرسول اللہ شرک کے امکان کو دور کرنے کے لئے ہے۔
سورۃ فاتحہ قرآن کی تعلیم ہے یعنی گور منتر۔

۳۔ یوم الدین یا پرلے کال

ویدک دھرم میں انسان کی موت، چھوٹی پرلے اور مہا پرلے کی تین باتیں مانی
گئی ہیں۔ ویسے ہی اسلام میں موت اور قیامت صغریٰ و کبریٰ مانی جاتی ہیں۔
یوم الدین بھی ان ہی معنوں میں آتا ہے۔ موقعہ و محل کے مطابق اس کا ارتھ
ان میں لیا جاتا ہے۔ سورۃ فاتحہ میں چونکہ پہلے رب العالمین یعنی پیدا شدہ جہان کا
رب اسے کہا ہے۔ اس لئے بعد میں مالک یوم الدین کہنے سے اسے غیر پیدا شدہ
حالت کا مالک ہی وہ مانا جا سکتا ہے۔ اور وہ غیر پیدا شدہ حالت مہا پرلے کی ہے۔
یوم الدین کے معنی جزا یا انصاف کا دن ہیں اور چونکہ الٰہی انصاف ہر سمے ہوتا ہی
اس لئے وہ ہر زمانہ میں مالک ہے۔ موت کے وقت بھی انصاف کے ساتھ ہی جنم یا
نجات یا بہشت اور دوزخ ملتا ہے۔ اس لئے اس دن کا مالک بھی اسے کہہ

قرات سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں صحیح تلفظ اور مخرج

سکتے ہیں۔ لیکن سورہ فاتحہ میں سوائے فنا یا مہا پرلے کے اس کے کچھ معنی نہیں
لگ سکتے۔ سورہ انفطار آیت نمبر ۱۷ میں سوال کیا گیا ہے اور آیت نمبر ۱۸ میں
اسی سوال کو دہرایا گیا ہے تاکہ اچھی طرح مفہوم ذہن نشین ہو سکے سوال کے
الفاظ یہ ہیں۔ " وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۔ ۱۷ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ
مَا يَوْمُ الدِّينِ ؟ تم کیا سمجھتے ہو کہ روز جزا کیا ہے۔ تم سے پھر سوال ہے کہ تم کیا
سمجھتے ہو کہ روز جزا کیا ہے ؟" اس کا جواب اسی آیت میں یہ دیا ہے۔ يَوْمَ لَا
تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ؕ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ۱۸ ۔ وہ وقت
جب کسی نفس کا کسی نفس سے کوئی تعلق یا کسی کا کسی پر کوئی اختیار نہیں ہوتا۔
محض اللہ کا ہی اختیار رہتا ہے۔" اس مفہوم کا صحیح ترین معنوں میں صرف
مہا پرلے سے ہی سورہ فاتحہ میں تعلق ہے۔ ویدک دھرمی پیدائش و قیام عالم کے
زمانہ کو برہم دن کہتے ہیں اور حالت علت یا فنا والے زمانہ کو برہم راتری۔ قرآن
میں ان کے لئے یوم عظیم کا لفظ آتا ہے۔ جو برہم دن یا برہم رات کا ہی قائمقام
ہے اور قرآن کا یہ بھی بیان ہے کہ وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا
كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۔ مطلب یہ کہ خدا قیام و فنا کے مقام و زمانہ کو جانتا
ہے۔ اور یہ سب کچھ گیان کی کتاب میں موجود ہے۔ سوائے وید کے اس قسم کی
میعادوں کا علم کسی کتاب میں نہیں۔ چنانچہ کل دنیا کی عمر بھی اتھروید ۸-۱-۲-
۲۱ میں بتائی گئی ہے۔

शतं ते युत हायनान द्वेयुगे त्रीणि चत्वारि कृण्मः

یعنی زمانہ قیام عالم دس ہزار سینکڑوں یعنی دس لاکھ پر ۲-۳-۴ کے ہندسے
لگانے سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ صاف چار ارب بتیس کروڑ سال کی میعاد بنتی ہے
اس کو وید کہ ... ہے اور اپنے ... ہے دوسروں کے

چار یگ مقرر کئے ہیں۔ چاروں کی مجموعی عمر تینتالیس۴۳ لاکھ بیس۲۰ ہزار سال اور کل ہزار چترجگیوں کی عمر یہ چار ارب بتیس کروڑ سال ہے قرآن سورۃ الحج آیت نمبر۴۷ میں اس کو یوں ادا کیا ہے۔

وَاِنَّ یَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّکَ کَاَلۡفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ

اور تحقیق تیرے رب والا زمانہ (برہم دن) تمہارے شمار کردہ ہزار زمانوں کے برابر ہے ظاہر ہے کہ دیدک سدھانت والے چار یگوں کا زمانہ ایک چترجگی ہی یہاں سَنَۃٍ لفظ کا اصل مفہوم ہے۔ اس سے یہاں ایک سال کے معنی لیں تو بے مطلب ہوں گے۔ کیونکہ انسانوں کے زمانوں میں ایک ہزار سال کا زمانہ ایک نام سے مقرر نہیں۔ ہاں ۴۳ لاکھ ۲۰ ہزار سال کی چترجگی مقرر ہے۔ اور چونکہ لغات میں صاف طور پر سن کے معنی سال کے علاوہ زمانہ یا عرصہ کے لکھے ہیں۔ اس لئے چترجگی کا زمانہ ہی مقصود ہے اور جب اصل ہی یہ ہے کہ قرآن کل میعادوں کو کتاب مبین میں درج مانتا ہے۔ اور وہ زمانہ وید میں محض ہزار چترجگی کا ہے۔ تو قرآن کے ہزار دن والا زمانہ ہزار چترجگی کے بغیر ہو نہیں سکتا۔

۴۔ وید بے بدل کامل الہام ہے

سورۂ بقر آیت نمبر۱ ہے الٓمٓ اور آیت نمبر۲ میں ہے ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ الٓمٓ کے متعلق اکثر مفسرین یہ کہتے ہیں کہ یہ ان حروف مقطعات میں سے ہیں۔ جن کا مفہوم سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ تاہم قیاس آرائیاں مختلف طور پر ہو رہی ہیں ابن عباس کا قول ہے کہ الٓمٓ کے الف سے خدا احد اول آخر ازلی ابدی مراد ہے ل سے لطیف اور م سے مالک مجید منان مراد ہے۔ بعض بزرگ الف سے آدم۔ ل سے بنی اسرائیل اور م سے محمد مراد لیتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ اس امر کی پیشین گوئی ہے کہ کسی زمانے قرأت سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں صحیح تلفظ اور مخرج سے الفاظ کو بولتے ہوئے

دی محمدی دین کے لئے آج کل لکھا جاتا ہے - لیکن یہ سب خیال صحیح تسلیم نہیں کئے جا سکتے کیونکہ اگر بولنے یا لکھنے میں کوئی لفظ آ گیا تو اس کے مفہوم کو رازِ نہانی کی صورت دینے سے خدا کو حاصل کیا اور اگر مقطعات کی طرح قیاس آرائیاں کر کے اس کے مختلف مفہوم لئے جائیں گے تو جتنے منہ اتنی باتیں ہونے سے قرآن کی مقرر اور یقینی پوزیشن سمجھنا غیر ضروری ہو جائیگا - لہٰذا اس کا تحقیقی مفہوم جاننا چاہئے - اس کے لئے حمائل التفسیر میں ہمیں یہ لفظ نہایت وزندار معلوم ہوتے ہیں کہ بعض صوفیہ الٓمٓ سے انا الحق مراد لیتے ہیں - اور ایسے ہی ابن عباس کے یہ لفظ بھی وزندار ہیں کہ انا اللہ اعلم یعنی میں اللہ جانتا ہوں - بیان القرآن کے یہ لفظ بھی ابن عباس کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں کہ میں اللہ کامل علم رکھتا ہوں" لیکن یہ تمام وزندار بیانات قریبی اور بعید معنی میں ویدک تعلیم کی شہادت دیتے ہیں - صوفیوں کا "انا الحق" تو صاف طور پر ویدک دہرمیوں کے اُم اَلی (अलमिति) لفظ ہی ہے - یہ لفظ ہر تحریر کے آخر میں فقط کی جگہ لکھا جاتا ہے - یا آمین کی جگہ - اور اس سے یہ مراد ہے کہ مضمون پورا ہو چکا یا کافی یا جو لکھنے کا حق تھا لکھا جا چکا - اور یہ لفظ ویدک سنسکرت کا ہے - چنانچہ اتھرووید ۶ - ۱۰۹ - ۱ میں ہے -

पिप्पली क्षिप्त भेषज्यू उतातिविद्ध भेषजी।

तां देवा: समकल्पयन्नियं जीवितवा अलम्॥

یہاں اَلم بمعنے پربات یا کافی اور کامل ہے اور یقیناً اسی معنی میں سورۂ بقر میں آیا ہے کہ کامل ہے - کیا؟ "ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ" یعنی وہ کتاب یا الہام - کونسی کتاب؟ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ یعنی جس میں غلطی یا شک یا بھرانتی والی بات کوئی نہیں - ویدکے ہمرِشی لوگ وید کو نربھرانت یعنی منزہ من الخطا یا غلطی سے پاک اور سوتہ پرمان یعنی مستند بالذات مانتے ہیں - یہ صفات اس کے کامل ہونے کا مظہر ہیں اور اسکے ...

... ہے اور اپنے دعا ... سے دوسروں کے د...

قرآن آغاز میں ہی بیان کرتا ہے۔ عربی میں یہ کہکر کہ کامل ہے وہ زبر ہدایت کتاب الہی
اور ابن عباس جو الم کو علم الہی اور مصنف بیان القرآن جو کامل علم والے اللہ پر
چسپاں کرتا ہے۔ یہ بھی اسی مفہوم کا ساتھ موزوں طور پر دے سکتے ہیں۔ مترجم و مفسر
صاحبان اس کا یہ ترجمہ کرتے ہیں۔ کہ یہ قرآن وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں"
لیکن ہم نہایت ادب سے گذارش کرتے ہیں کہ ذالک لفظ اشارہ بعید کے لئے مخصوص
ہے۔ قرآن پر اس آیت کا چسپاں کرنا مقصود ہوتا تو ذالک الکتاب کی بجائے
ہذا الکتاب ہوتا جیسا کہ اور جگہوں میں لکھا بھی ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کا ذکر آیت
نمبر ۴ میں جدا موجود ہے "بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ" یعنی جو تجھ پر نازل ہوتا ہے۔ پس
ذالک الکتاب میں دور کے ماضی کا اشارہ محض وید کے مشار الیہ سے ہی مخصوص
ہے۔ اور توریت یا انجیل کی طرف بھی اس دوسری آیت میں اشارہ نہیں ہو سکتا
کیونکہ ان کے لئے بھی آیت نمبر ۴ میں اشارہ ہے "وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ" یعنی
جو تم سے پہلے موسیٰ و عیسیٰ پر ظاہر ہوئی۔ پس وہ کتاب جس کی طرف ان جملہ کتاب
کے علاوہ زمانہ ماضی بعید کے لحاظ سے اطلاق کیا جا سکتا ہے محض وید ہے اور گایتری
منتر کی جگہ سورۃ فاتحہ رکھنے کے بعد وید کی تعریف ہونی ضروری تھی اور ان ہی الفاظ
میں ہو سکتی تھی۔ نہ صرف اصل آیت اور مضمون ماقبل سے یہ امر ظاہر ہے مابعد سے
بھی یہی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ وہ کتاب جسے کامل اور منزہ من الخطا کہا ہے۔ کیا
صفت رکھتی ہے۔ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ وہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے یہ صفت بھی
سوائے وید کے کسی پر عاید نہیں ہوتی۔ کیونکہ قرآن۔ انجیل توریت سے پہلے بھی متقی
کو نتیجہ ماننا ہے۔ کہ الہام الہی آغاز عالم سے راہ حق دکھاتا آرہا ہے۔ سورۃ
کی تعلیم بھی وہی دیتا ہے اور نیز یہ کہ قرآن
ہے۔ کیونکہ وید کا ہی ابتدائی انسان کو ملنا تاریخ دنیا سے ثابت ہے اور قرآن کا لفظ
قراءت سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں صحیح تلفظ اور مخرج سے الفاظ کو بولتے ہوئے

وَمُنذِرِینَ وَاَنزَلَ مَعَهُمُ الکِتٰبَ بِالحَقِّ لِیَحکُمَ بَینَ النَّاسِ
فِیمَا اختَلَفُوا فِیهِ ط

یعنی سب انسانی جماعت کا ایک ہی دہرم تھا۔ خدا نے ان میں بشارت دینے اور ڈرانے والے ہی مبعوث کئے تھے۔ اور ان پر سچا الہام نازل کیا تھا تاکہ امور متنازعہ فیہ کا فیصلہ ہو جایا کرے پس نہ صرف فطرتی عالمگیر دہرم کا قرآن قائل ہے۔ ابتدا سے رشیوں منیوں کو الہام ملنے کا بھی یقین دلاتا ہے۔ اور اس الہامی کتب کی غرض تمام صداقتوں کے متعلق سند پیش کرتا ہے۔ یہ جملہ امور وید کے متعلق صحیح ہیں۔ اسی کے پرمان سے اب تک ہم لوگ تمام اختلافات کے فیصلے کرتے ہیں کیونکہ تمام آپ شسٹ شاستر کاروں کی طرح منو کا بھی قول ہے کہ متلاشیان دہرم کے لئے آخری سند شرتی ہے۔ کئی جگہوں پر قرآن قدیم دہرم کو ابراہیم کا دہرم قرار دیتا ہے۔ سورۂ بقرہ ۱۳۵ - وَقَالُوا كُونُوا هُودًا اَو نَصٰرٰی تَهتَدُوا قُل بَل مِلَّةَ اِبرٰهِیمَ حَنِیفًا ط وَمَا كَانَ مِنَ المُشرِكِینَ کہتے ہیں کہ یہودی یا عیسائی بن جاؤ تو ہدایت پا جاؤ۔ ان سے کہدو کہ ہم تو حق پرست یا دہرماتما ابراہیم کے دہرم کو مانتے ہیں۔ وہ مشرک نہ تھا اس سے پہلے آیت نمبر ۱۳۰ میں کہا ہے کہ سوائے سبکسار یا بے عقل لوگوں کے ابراہیم کے دہرم سے کون انحراف کر سکتا ہے۔ چونکہ ابراہیم میں برہما لفظ کا بدلا ہوا روپ ہے۔ اسلئے چاروں وید کے جاننے والے برہما کا پیرو وید کے ہی معتقد ہو سکتے ہیں۔ یہ خیال کہ ممکن ہے حضرت ابراہیم کی شخصیت جدا ہو صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سورۂ آل عمران آیت نمبر [illegible]

[illegible] قرآنی بات کوئی نہیں

میں کہا ہے۔

یٰاَهلَ الکِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّونَ [illegible] غلطی سے پاک اور سوتہ پرمان

یعنی معتقد بالذات مانتے ہیں۔ یہ صفات اس کے کالی [illegible] منظور ہیں [illegible]

[illegible] سے الگ ہے اور اپنے واسطے دوسروں کے [illegible]

کیونکہ توریت اور انجیل کا تو نزول ہی ان کے بعد ہوا ہے کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے " اس سے ظاہر ہے کہ توریت اور انجیل دونوں کو یعنی یہودی اور نصرانی ہر دو مذاہب کو آنحضرت کا لایا دین نہ مانتے تھے بلکہ ان سے پہلے ہونے والے دین کو مانتے تھے اور وہ سوائے ویدک ہو نہیں سکتا اور سناتن دھرمی لوگ برہما پر وید کا پرکاش ہونا مانتے ہیں پس دونوں کا مضمون ملتا ہے۔

سورۂ نسا آیت ۱۲۵ میں کہا ہے کہ افضل ترین دھرم اسی کا ہے جو اشرد ہو گیا کو مانتا ۔ نیک عمل اور خدائے واحد کے خالص پرستار ابراہیم کے مذہب پر چلتا ہے آل عمران آیت نمبر ۶۷ میں کہا ہے کہ ابراہیم کے قریبی وہی ہیں جو اس کے پیرو ہیں۔ اور وہ نبی یا مومن لوگ ہیں اور اللہ مومنوں کا دوست ہے۔ اس کے علاوہ ہم آگے چلکر واضح کریں گے کہ ابراہیم کے متعلق جو کچھ بھی قرآن میں لکھا ہے وہ سارا ویدک برہما پر جو نوعیت سے چسپاں ہوتا ہے یہاں ان حوالہ جات سے یہ ظاہر ہے کہ آغاز سے متقیوں کو ہدایت دینے والی کتاب کا ہی ذالک لفظ سے گرہن کیا جا سکتا ہے۔

سورۂ الرحمٰن آتا ہے:۔ الرحمٰن ۔ ۱ ۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۔ ۲ ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۳ ۔ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۴ ۔

دیالو بھگوان نے قرآن کا علم دیا یعنی انسان کو پیدا کیا اور اسے اسکا بیان کرنا سکھایا اس سے پایا جاتا ہے کہ قرآن نہ صرف ویدک دھرمیوں کی طرح پرماتما کے گیان کو نتیجہ مانتا ہے ۔ انسان کے پیدا کرنے رشی روپ میں اسے دوسروں تک پہنچانے کی تعلیم بھی وہی دیتا ہے اور تیسرے یہ کہ قرآن کا لفظ عربی میں وید کی جگہ استعمال کیا گیا ہے ۔ کیونکہ وید کا ہی ابتدائی انسان کو ملنا تاریخ دنیا سے ثابت ہے اور قرآن کا لفظ قراءت سے مشتق ہے ۔ جس کے معنی ہیں صحیح تلفظ اور مخرج سے الفاظ کو بولتے ہوئے

پاٹھ یا تلاوت کرنا۔ آغاز عالم سے دنیا میں وید کا ہی سوادھیہ اور شبد جاری ہونا مسلمہ تحقیقی ہے۔ اسلئے یہ لفظ قرآن بھی وید کے بغیر کسی اور کتاب پر عائد نہیں ہوتا۔

سورہ بقر آیت ۳۲ میں فرشتوں کا قول صاف ہے کہ

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔

تو پاک ہے ہمیں کوئی علم نہیں آتا سوائے اس کے جو تو سکھلائے۔

یہی پوزیشن سوامی دیانند جی کی ہے کہ بغیر ایشور سے ملے انسان میں علم آ نہیں سکتا۔

چنانچہ عملاً کہا ہے کہ

عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۔ یعنی خدا نے ہی آدم کو کل نام سکھائے۔

چونکہ نام سب ہی ویدوں ہی میں ہیں۔ اس لئے اس سے بھی وید کا ہی الہامی ہونا مانا گیا ہے۔ سورہ رعد آیت نمبر ۳۸ میں ہے۔

وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۔ تمام کتابوں کی اصل یا ماتا ایشور کے ہی ساتھ ہے۔

سورہ زخرف آیت ۲ و ۳ میں ہے۔

وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۔ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ
وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ۔

ہم نے علمی کتاب کو عربی قرآن کی صورت دیدی ہے تاکہ تم لوگ سمجھ سکو۔ یہ ہمارے ہاں ام الکتاب میں ہے جو اعلیٰ پایہ کی علمی کتاب ہے۔

سورہ حم السجدہ آیت ۲ و ۳ میں ہے۔

تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔

رحمان اور رحیم کی طرف سے نازل ہوئی۔ وہ کتاب جس کی آیتوں کی عربی قرآن کی صورت میں تفصیل کی جاتی ہے۔

سورہ ... آیت ... میں ہے۔

الٓرٰ۔ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ۔

دیکھو یا روشن کرو۔ محکم یا پائدار آیتوں والی کتاب کے۔ جس کی اب حکمت اور خبر والے خدا کی طرف سے تفصیل ہوتی ہے۔

آخری آیت سے پائدار یا محکم آیتوں والی کتاب کے مطابق ہی وید کا فرمان ہے۔

देवस्य पश्य काव्यं न ममार न जीर्यति ॥

یعنی اس پرماتما کا دیہ یا علمی کتاب موت یا بڑھاپے سے آناد ہے۔

گورو نانک جی نے اسی کے لئے کہا ہے :۔ ساچ پرانا نہ تھیئے نام نہ میلا ہو۔

اس کے علاوہ یہ بھی ان آیات سے ثابت ہے کہ عربی قرآن محض قدیم الہامی کتاب کی آیات کا عربی ترجمہ ہے نیز یہ کہ قرآن اصلی اُم الکتاب میں ہے۔ جو ایشور کے ہی پاس ہے۔

سورہ حٰم السجدہ آیت ۱ہ و ۲ہ میں اظہار افسوس کیا گیا ہے کہ لوگوں نے اس کتاب الہی سے انکار کیا جو بڑے پایہ کی علمی کتاب ہے۔ ایسے کہ جھوٹ کا اس سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے کہ اس کا ظہور علیم کل اور سزاوار حمد و ثنا خدا کی طرف سے ہے یہ دلیل ہو بہو ٹھیک ٹھیک درشن کی ہے۔ اس کے بعد آیت ۴۴ میں ہے۔

وَلَوْ جَعَلْنٰہُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ ءَاَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ

اور اگر ہم اسے عجمی قرآن بناتے تو کہتے اس کی آیتیں ہم پر واضح کیوں نہ کی گئیں۔ عجمی کیا اور عربی کیا۔ سورۃ الشوریٰ میں کہا ہے۔

وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَہَا

اس قسم کی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ عجمی یعنی سنسکرت والے ویدوں سے آیات چھانٹ کر سنسکرت میں ہی قرآن پیش ہوتا تو لوگوں کو سمجھ نہ آتی۔ اسلئے مکہ اور اس کے گرد و نواح کے لئے عربی قرآن ضروری تھا۔

سورۂ یونس آیت نمبر ۳۷ میں بھی کہا ہے - قرآن کیا ہے - اس کتاب کی صداقتوں کی اشاعت اور تفصیل کرنے والا جو خدا کی طرف سے نازل شدہ اور زبہرانت ہے -

تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ الْعَالَمِينَ -

اس طرح کی کثیر التعداد آیات اور بھی ہیں اور ایسی ہی آیات ہیں - جن میں یہ ذکر ثابت ہے کہ وید میں ہی جملہ علوم ہیں اور یہ کہ اس کے قوانین بے بدل ہیں - اس سے بھی بڑھکر ویدک سدھانت کا ثبوت سورۂ نحل آیت ۲ میں ہے - جن میں صاف لکھا ہے

يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ -

کہ وہ خدا اپنے بندوں میں سے - جن پر چاہتا ہے انکے آتما میں اپنے احکام نازل کرتا ہے روح کا لفظ صاف موجود ہے اور ویدک دھرمیوں کی طرح گیان کا آتما میں پرکاش ہونے کی ہی قرآن تائید کرتا ہے -

ان تمام امور کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ امر بالکل صاف ہے کہ قرآن اور حضرت محمد صاحب محض اشاعت وید کے لئے وقف ہیں اور کہ ذلک الکتاب میں یقینی طور پر وید کے الہام کا ہی اشارہ ہے -

۵ متقی نام وج یا آریہ کا ہے

جب یہ کہا کہ وہ منزہ من الخطا الہام الہی متقی لوگوں کو ہدایت دیتا ہے تو سوال پیدا ہوا متقی کون ہیں - اس کا جواب اگلی آیات میں دیا گیا -

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ - ۳ - وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۴

"متقی وہ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ عبادت میں قائم رہتے ہیں اور جو رزق ہم نے دیا ہے۔ اس میں سے خرچ کرتے ہیں ۳۔ نیز وہ جو اُسے مانتے ہیں جو تم پر اور تم سے پہلوں پر نازل ہوا۔ اور ساتھ ہی آخرت پر یقین رکھتے ہیں"

یہ اوصاف دوج یعنی برہمن کھشتری اور ویش نام والے تعلیم یافتہ تین ورنوں کے ہیں۔ کیونکہ شودر غیب کے متعلق نہ علم رکھتے ہیں نہ ایمان یحفیل علم کے ناقابل ثابت ہونے پر ہی وہ شودر کہلاتے ہیں۔ غیب کا مفہوم محض باریک علم یا ایشور جیو اور پرکرتی کے متعلق علم ہے۔ جو حواس کی رسائی سے پرے ہے۔ علم پا چکنے پر دوج کی ڈگری ملتی ہے اور ان تین لطیف ہستیوں کے علم کی خصوصیت ہے۔ رشی دیوتا کی تعریف کرتے ہیں۔

परोक्ष प्रिया हि देवः प्रत्यक्ष द्विस

کہ عالم لوگ پروکھش یعنی غیب سے پریم کرتے اور پرتیکش یعنی مادی حواس والے ظہورات سے مستغنی رہتے ہیں اسی ویدک تعلیم کو غیب پر ایمان لانے سے تعبیر کیا ہے۔ دوجنا لوگوں کا خاص دوسرا وصف یگیہ کرنا ہے۔ اس کے معنی ہیں عالموں کی عزت اور ایشور کی عبادت یا وصل اور دان یا خرچ۔ اسی کی جگہ آیت نمبر ۳ میں عبادت اور راہ حق میں خیرات دینے کا یہاں بیان ہے۔ علاوہ اس کے ایک وید منتر کا بھی ہو بہو یہی مضمون ہے وید ودیا کا نام سرسوتی ہے۔ اور رگوید اشٹک ۱۔ ادھیائے ۱۔ ورگ ۶ منتر ۱۱ میں کہا ہے۔

चोदयित्री सूनृतानां चेतन्ती सुमतीनां यज्ञं दधे सरस्वती

کلام وید سچے علم اور عمل والے لوگوں کو ہدایت دیتی اور اہل ہوش کو جیتائے رکھتی ہے۔ نیز یگیہ یعنی فیض عام کے کاموں کو اختیار کراتی ہے۔ اس میں صراحت نوٹ ان ہی دوجنا لوگوں کے لئے ہے۔ چنانچہ ایک اور منتر میں سرسوتی کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے۔ पावमानी द्विजानां یعنی یہ دوجوں کو پوتر کرنے یا نیک راہ پر چلاتی

ہے۔ یہی عربی الفاظ میں ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْن ہے۔ آیت نمبر ۴ میں جو موجودہ یا سابق کے رسولوں یا نبیوں پر نازل ہونے والا علم وہی کچھ ہے جو ویدک دہرمیوں میں رشی کرت سمرتی گرنتھ ہیں اور جیسے تمام سمرتیاں اسی حد تک قابل قبول ہیں کہ وہ وید کے مطابق ہیں۔ اسی کو قرآن میں بار بار واضح کیا گیا ہے۔ کہ قرآن۔ توریت اور انجیل میں وہی کچھ مستند ہے جو اس قدیم علمی یا روحانی کتاب۔ نورانی کتاب۔ ام القرآن۔ ام الکتاب یا لوح محفوظ والا حصہ ہے سورہ نساء آیت نمبر ۶۴ میں صاف کہا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ

ہم جو بھی رسول بھیجتے ہیں۔ اس سے ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے حکم کے تحت ہے اس کا کہنا مانا جاوے۔

پس آریوں کے شرتی اور سمرتی والے اعتقاد کو ہی یہاں متقی لوگوں سے منسوب کیا گیا ہے

۶۔ قدامت روح و مادہ

ویدمیں ایشور جیو پرکرتی تین چیزوں کو انادی مانا جاتا ہے۔ त्रिपादस्या یعنی تین یا دا ایشور جیو اور پرکرتی امرت ہے یا غیر حادث و غیر فانی सृत दिव ہیں موجودہ علماء اسلام یہ سمجھ رہے ہیں کہ قرآن میں روح و مادہ کو حادث مانا گیا ہے۔ لیکن یہ خیال سراسر غلط ہے۔ قرآن صاف طور پر روح اور مادہ کی قدامت کا قائل ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ

اور جتنی بھی چیزیں ہیں۔ ہمارے ہاں سب کے خزانے ہیں۔ مگر ہم انہیں محض مقررہ اندازہ کے مطابق بھیجتے ہیں۔

کیا ان الفاظ کا [illegible] کے خزانے [illegible] ہیں

جو غیر محدود ہے اور اس کا محدود حصہ دُنیا کے ظہور کا باعث ہے۔ اگر اسوقت کوئی ثابت کردیوے کہ دنیا میں جو کچھ پیدا ہوتا ہے وہ بادل کی بارش کے ساتھ اکاش سے آئے ہوئے لطیف ذرات کا مجموعہ ہیں تو پہلے بھی نیستی مطلق کا خیال معدوں ہو سکتا تھا لیکن موجودہ کے لئے سائنس اور پہلے کے لئے قرآن شہادت دیتا ہے تب حدوث مادہ کا مطلب کیا؟ سورہ یونس آیت ۶۱ میں اور بھی صاف بیان ہے۔

وَمَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّکَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْبَرَ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ یونس ۶۱

اور تمہارے پروردگار سے ذرّہ بھر چیز بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتی نہ زمین نہ آسمان میں۔ اور ذرہ سے بھی چھوٹی اور بڑی سے بڑی شے سب اس کے گیان کی کتاب میں مذکور ہے" قدیم الہامی کتاب میں ہی تمام امور کا پورا علم ہونے کی شہادت کے علاوہ یہاں ذرات کا بھی ثبوت ہے اور ذرات سے بھی چھوٹی شے یعنی خیر و لا تجزی کا بھی جسے پرمانو کہتے ہیں۔ اور جو پرکرتی کا نام ہے اور ذرہ سے بھی باریک دوسری شے روح ظاہر ہی ہے۔ پس یہ سب چیزیں ہمیشہ پرماتما پر پوشیدہ نہیں بلکہ ظاہر رہتی ہیں یعنی اسکے گیان میں موجود رہتی ہیں کیا غیر حادث یا قدیم کسی اور چیز یا کا نام ہے۔

سورہ اعراف آیت نمبر ۱۸۹ میں نیز سورۃ نساء آیت نمبر ۱ میں بھی امر زیر بحث بکلیتہ صاف کیا گیا ہے۔ پہلی آیت میں کہا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْکُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ج

وہی ہے جس نے تم کو نفس واحد سے پیدا کیا اس سے نفس مادہ کا جوڑا بنایا جس

میں باہمی کشش ہے۔ ان ہی کے میل سے خفیف سا حمل قرار پاتا ہے۔ جو عورت پیٹ میں لئے ہوتی ہے۔

نفس واحد سے مراد اکثر مترجمین حضرت آدم کی لے رہے ہیں لیکن ایسا ہو تو آدم سے نر اور مادہ دونوں کا نکلنا ناممکن ہے۔ علاوہ ازیں ایک انسان کا ابتدا میں پیدا ہونا نہ قرآن سے ثابت ہے نہ انجیل سے۔ بائیبل میں بار بار لکھا ہے کہ خدا نے انسان کو اپنی صورت و شکل پر بنایا۔ (یعنی چیتن ہستی) انہیں نر اور ناری کر کے پیدا کیا اور انہیں آشیش دی کہ بڑھو اور پھولو پھلو۔ پیدائش کی کتاب باب ۵ کے پہلی تین آیات میں لکھا ہے۔

”یہ آدم کا تواریخ نامہ ہے جس دن خدا نے آدم کو پیدا کیا خدا کی صورت پر اس نے انہیں بنایا نر اور ناری کر کے۔ اس نے انہیں سرجا اور ان کی پیدائش کے دن ان کا نام آدم رکھا“ پس حسب قول سوامی دیانند بہت سے مرد اور عورت پیدا ہونے کا ذکر ہے سوا ایک شخص کا نہیں۔ اور نیز سب وہ عورت مرد آدم نام سے پکارے گئے ہیں گویا سر سید احمد خاں صاحب کی تفسیر والے الفاظ ہی صحیح ہیں کہ آدم کا لفظ ایک مرد یا آدم کے لئے نہیں۔ کل ابتدائی نوع انسان کے لئے ہیں اور جب آدم بہ دال مفتوح کی جگہ سنسکرت لفظ آدم आदिम بہ دال مکسور سامنے آتا ہے تو بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ زیر کی جگہ زبر سمجھ لینے سے کیا کا کیا بن گیا۔ اس سنسکرت لفظ کے معنی ہیں آد یعنی آغاز والے۔ اس معنی کے لحاظ سے ابتدائی جماعت واقعی اسم با مسمی آدم ہے۔ پس ایک شخص پیدا نہیں ہوا نہ نفس واحد سے یہ مفہوم نکلتا ہے ہاں ایک ہی شے یا ایک ہی خلقت یا ایک ہی مادہ اس کا مفہوم ہے اور یہ امر دوسری آیت بلحاظ شدہ سے اور بھی صاف ہو جاتا ہے۔

یاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّنِسَاءً ج

اس رب پر تقویٰ رکھو جس نے تمکو نفس واحد (ایک ہی مادہ) سے پیدا کیا - اس سے اس نے جفت یعنی نر و مادہ کے جوڑے بنائے اور اس سے بہت سے مرد اور عورت دنیا میں پھیلا دئے۔

وید وغیرہ میں بھی منش رشی سادھنیہ دیوتا - اپسرا - پتر وغیرہ کے لئے کل نام صیغہ جمع میں ہیں اور اسی صداقت کو قرآن بیان کرتا ہے - پس آدم نفس کے معنی کہیں نہیں ہو سکتے - اور مادہ کا پہلے وجود ہونا ظاہر ہے -

سورۂ یٰسٓ آیت نمبر ۳۶ - سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ -

اس ذات پاک نے سب نر و مادہ کے جوڑے پیدا کئے - یہ جوڑے زمین کی پیداوار سے ہوتے ہیں اور یہ پیداوار اپنی اپنی جنس سے اور اس شے سے پیدا ہوتی ہے جسکو یہ نہیں جانتے "گویا وہ مادہ جس سے عالم لوگ بوجہ اس کی لطافت کے ناواقف ہیں -

اصل علت مادی ہے - وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ -۷- ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِيْنٍ -۸- ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ ۹- سجدہ - انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا اور اس کی نسل کو سلال سے چلایا یعنی جب وہ رقیق جوہر (نطفہ) کی صورت میں بن چکا - اس طرح کر اس کو مکمل کیا اور اس میں اپنی روح کو داخل کیا -

یہ کامل ویدک تعلیم کا بیان ہے - سلال لفظ سنسکرت کا سلل ہے - وید منتر میں پیدائش عالم کا بیان کرتے ہوئے مادہ کی لطیف حالت کو اپرکیت سلل (अप्रकेतं सलिलं सर्वमा इदम।) سے ظاہر کیا ہے - ایک اور منتر میں اسے अर्णवा समुद्र کہا ہے - موجودہ سنسکرت میں لطیف پرمانوں کی

بجائے پانی کے لئے سلل بولا جاتا ہے۔ بائبل میں بھی اسی لطیف ذرات کی لاعلمی سے
کہا ہے کہ خدا کی روح پانیوں پر جنبش کرتی تھی اور اسی کی تقلید میں عربی میں سلل کو سلالہ
کہا گیا ہے۔ انسان کی پیدائش مٹی سے شروع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب لطیف
مادی شکل سے کثیف صورت بدلتی گئی اور آخر میں مٹی بن چکی تب انسان کی پیدائش ہوئی
کسطرح اس کی توضیح یوں کی کہ سلل سے بنتے بنتے جب مادی جوہر نباتات ارضی کے رقیق
جوہر یعنی ویریہ میں تبدیل ہوا تب انسانی نسل چلی۔ پہلے جسم مکمل ہوا پھر خدا نے وہ روح
اس میں ڈالی جو اس کی ملک تھی گویا اس طرح الٰہی غیر حادث ہمیشہ سے اس کے ساتھ
ہے۔ (۲) تیسرے آپ نشد میں جو آکاش دایو۔ اگنی۔ جل۔ پرتھوی۔ ان۔ ویریہ اور
انسان کی منزلیں لکھی ہیں۔ ان ہی کی طرف اشارہ ہے کہ زمین پیدا ہونے کے بعد نباتی
پانی سے ویریہ ہوا اور ویریہ سے اس کی نسل چلی۔ (۳) یہ امر کہ جسم مکمل ہوا تو بعد میں
روح ڈالی۔ پہلے بنا کے پتلا پھر اس میں جان ڈالی۔ یہ بھی وید کی ہی تعلیم ہے اتھروید

کانڈ ۱۱-۸-۱۲ و ۱۳

कुतः केशान कुतः स्नाव कुतः पस्थि न्याभरता

सर्व संसिच्य मर्त्य देवा : पुराष साविशान् ॥

یعنی جب کیش۔ ناڑی نش۔ ہڈی۔ مانس۔ مجا وغیرہ تمام اعضا دیوتاؤں سے طور پر پختہ
ہو چکے۔ تب   میں پرمیشور نے روح کو داخل کیا۔ قرآن میں جو یہ کہا کہ جب جسم
مکمل ہوا تب روح داخل ہوئی سو کامل طور پر اسی وید کی تعلیم کی بازگشت ہے۔
غرضیکہ ایک تو یہ بات صاف ہوتی ہے کہ حدیثوں میں جو ٹھٹھا تے گدھے یا مٹی
کو گوندھنا وغیرہ کے الفاظ خدا سے منسوب ہو گئے اور ان پر مضحکہ اڑتا ہے اور تراجم و
تفاسیر میں جہاں ہی حدیثوں کے الفاظ کا رشیوں کے طریق پر مضمون لکھی ہوئی آیات
کو قابل تمسخر بنایا جاتا ہے۔ یہ محض اشاعت حق کے فرض سے منافی ہونے اور جہالت

چھینے کا نتیجہ ہے۔ قرآن کی ذاتی فضیلت اور عظمت بر جو وید کی مطابقت اور تعلیمی صداقت کی وجہ سے اسے حاصل ہے۔ کوئی الزام نہیں آ سکتا۔

سورۃ القدر اسی اصول پر اور بھی تیز روشنی ڈالتا ہے۔ ویدک سدھانت یہ ہے کہ پرلے کے وقت تمام کثیف اشیاء اپنی اپنی علت کی حالت میں بدل جاتی ہیں اور وہ علت برہم میں سما جاتی ہے اور جب پرلے کے بعد پھر پیدائش ہوتی ہے تب وہی علت الشعوری گیان سے معلول حالت میں آتی ہے۔ اور اس طرح رات دن کی طرح پھر پیدائش اور فنا کا جاری رہتا ہے۔ علت حادث نہیں بلکہ معلول حالت سے اپنی اصل حالت میں آتی اور پھر معلول ہوتی رہتی ہے۔ وید میں پیدائش کے متعلق کہا ہے کہ رت اور ستیہ سمایدھا تپ یعنی گیان پر مبنی پیدائش کے کام کا ظہور ہوتا ہے ایک اور منتر میں کہا ہے کہ یہ تمام جگت بہ حالت علت الشعور سے آچھادت تھا۔ اسی کو پرماتما اپنے علم سے معلول حالت میں لایا اسی امر کو سورۃ القدر کی آیات واضح کرتی ہیں۔

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۱۔ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۲
لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۳۔ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ
فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۴۔ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۵

تحقیق ہم نے شب قدر میں اس کا پرکاش کیا۔ ۱۔ اور کیا تم جانتے ہو کہ شب قدر ہے کیا۔ ۲۔ شب قدر ہزار ہا مہینوں سے بڑی اور بہتر ہے۔ ۳۔ اس میں تمام نمائندگان عالم اور ارواح مشیت ایزدی سے تنزل (اپنی علت میں عود) کر جاتی ہیں۔ ۴۔ اور اس حالت میں محفوظ رہتی ہیں حتی کہ پھر فجر کا طلوع یا پیدائش کا آغاز ہوتا ہے ۵ قرآن میں ملائک لفظ بہ کثرت مادی اشیاء کے لئے آیا ہے۔ اس کا آگے بیان ہوگا۔ تنزل لفظ کے معنی بھی یہی ہیں کہ جس حالت سے ترقی کی تھی اسی میں پھر چلے جانا۔

مترجم و مفسر صاحبان تنزل اور تنزیل میں فرق نہ کر کے غلطیاں کھا رہے ہیں۔ نہ شب قدر کو وہ برہم راتری سمجھ سکتے تھے۔ وید میں سہسر شیرشا پرشا سہسر آکھشا سہسر پات کہہ کر پرماتما کو ہر طرح کی اننت یا غیر محدود طاقت والا بیان کیا ہے سہسر کے معنے آج کل ہزار ہیں مگر یہاں ویدک اصطلاح میں بیرون از شمار و قطار کا مفہوم رکھتا ہے وہی بھاؤ ہزاروں مہینوں سے بڑی لیلۃ القدر میں ہے۔ کہا ہے کہ ۱۲ گھنٹے کی رات کیا ہزاروں مہینوں سے بھی بڑی ہے۔ یہ ویدک برہم راتری کے لیے عرصہ کا اشارہ ہے اسے نہ جان کر علماء اسلام کہتے ہیں کہ صحیح تو معلوم نہیں کہ لیلۃ القدر کون سی رات ہے۔ تاہم ۲۷ ماہ رمضان مقرر کر دی گئی ہے اگر واقعی یہ ۱۲ گھنٹے والی رات ہوتی تو لیلۃ القدر کے متعلق سوال کے جواب میں ۲۷ رمضان یا تاریخ صاف واضح ہوتی۔ پس لیلۃ القدر یعنی برہم راتری میں روح اور مادی علت کا خدا میں محفوظ رہنا اور پھر پیدائش عالم کے وقت کام میں آنا روح اور مادہ کی قدامت کو بعینہٖ اسی طرح جس طرح وید مانتا ہے۔

۷۔ آواگون

وید میں آواگون کے عالمگیر اصول کی تعلیم ہے۔ یجر وید ادھیائے ۱۹ منتر ۴۷ میں کہا ہے:-

द्वे सृतिऽअशृणवं पितृणामहं देवान उत मर्त्यानाम्।
ताभ्यां इदं विश्वमजेत समेति यदन्तरा पितरं मातरञ्च॥

دو راستے ہیں ایک گیانیوں کا جس سے سکھ اور آخر میں نجات ہے۔ دوسرا اگیانیوں یا پاپیوں کا جس سے دکھ اور جنم مرن ملتا ہے۔ ان ہی دو راستوں میں سنسار چکر لگا رہا ہے۔ اور آواگون ہو رہا ہے" جنم اور مرن، مکتی اور بندھ کی دونوں حالتیں مسلمہ ہیں۔

اور یہ دو راستوں کی منزلیں ہیں۔ خدا اور شیطان۔ نیک اور بد۔ ثواب اور گناہ۔ روشنی اور تاریکی۔ علم اور جہالت۔ ایمان اور کفر کسی بھی نسبتی لفظی جوڑے کا استعمال کرو ان ہی دو راستوں کا پتہ دیگا۔ اور اسی اصول کو قرآن شروع سے آخر تک بیان کرتا ہے۔ سورۂ فاتحہ میں صراط مستقیم کو ان لوگوں کا راستہ بتایا ہے۔ جنہیں نعمتیں ملتی ہیں۔ وہ نعمتیں دنیاوی سکھ اور نجات ہیں۔ یہی وید والا پہلا راستہ ہے۔ اور دوسرا فریق غضب الٰہی اور یعنی دکھ اور گمراہی (آواگون میں بھٹکنا) میں مبتلا مانا گیا ہے پس یہی دو راستے قرآن کی بھی بنیادی تعلیم ہیں۔

سورۂ بقر آیت ٢٨ میں کہا ہے:۔ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔ اس خدا سے تم کس طرح منکر ہو سکتے ہو۔ جس نے تم مردوں کو حیاتی دی۔ اور تمہیں پھر مارتا اور زندہ کرتا رہیگا۔ جب تک تم اس سے وصل نہ پاؤ۔ یہ خیال کہ قیامت کے دن زندہ کریگا اسی خیال سے تو صحیح ہے کہ قیامت کو قرآن اکثر موت کے معنی میں لیتا ہے۔ لیکن یہ خیال کہ دنیا کے خاتمہ پر قبروں سے اٹھائیگا۔ غلط ہے کیونکہ آیت مذکورہ کا مفہوم صاف طور پر یہ ہے کہ بار بار جنم اور مرن ہے۔ اور اسی اصول کی قرآن بہت جگہوں میں تائید کرتا ہے۔ سورہ آل عمران آیت ٢٦ میں ہے۔

تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ۔

وہی رات کو دن میں داخل کرتا اور دن کو رات میں یعنی رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات لاتا ہے اسی طرح وہ مردہ کے بعد زندہ اور زندہ کے بعد مردہ کرتا ہے۔ علماء اسلام کو مغالطہ لفظ بعث بر جنم کے مفہوم میں ہوا ہے۔ اس کے معنی پھر یا دوبارہ پیدا ہونا اور اس سے صحیح مفہوم آواگون کا ہی نکلتا ہے۔ مگر ان لوگوں نے دوبار

کی پیدائش سمجھ لی اور ایک موجودہ اور دوسری خاتمہ عالم کی مان لی - اور جہاں
بھی دوبارہ پیدا ہونے کا لفظ آیا تو پیچھے ہی اس کے ساتھ قیامت کا لفظ جوڑ دیا
لیکن سوامی دیانند وید کا آشایہ بتاتے ہیں کہ رات اور دن کے چکر کی طرح جنم مرن کا
چکر ہے - ہو بہو یہی بیان رات اور دن کے چکر کا قرآن میں موجود ہے - اور اس
بیان کو صاف طور پر جنم اور مرن کے سلسلے کے ساتھ ملا بھی اس آیت میں دیا ہے -
اگر واقعی موجودہ زندگی اور موہومہ بعثت قیامت مراد ہوتی تو رات اور دن بھی
دو ہی ہوتے ایک اب کے اور ایک خاتمہ کے اسی طرح سورہ بقر آیت ۲۴۳ و ۲
۲۵۸ - انعام ۹۵ - اعراف ۲۹ و ۵۷ و ۱۵۸ - توبہ ۱۱۶ - یونس ۵۶ - ۳۱ - ۳۴ -
حجر ۲۳ - بنی اسرائیل - ۵۱ - ۹۸ - ۹۹ - الحج ۵ و ۶ - عنکبوت ۲۹ - روم ۲۷ و ۴۰ -
مومنون ۸۰ - ق ۱۵ و ۴۳ وغیرہ وغیرہ بہت سی آیات میں واضح کیا ہے -
کہیں حضرت ابراہیم کی طرف سے کہا ہے کہ میرا خدا وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا رہتا
ہے - کہیں یہ کہا ہے کہ جس طرح تم اب پیدا کئے گئے ہو - پھر بھی پیدا ہو گے - کہیں
یہ مثال دی ہے کہ دیکھو زمین شدت کی گرمی سے جل رہی ہے - پیداوار نہ کر کے ایک
قسم سے مردہ ہو رہی ہے - ہم ہواؤں کو چلاتے ہیں وہ بادلوں کو اٹھا لاتے ہیں -
ہم انہیں اس مردہ زمین کی طرف بھیجتے ہیں اور پانی برسا کر اسے زندہ کر دیتے اور اس
میں سے ہر قسم کی پیداوار تمہیں دیتے ہیں - زمین کی ان دونوں حالتوں کے مشابہ تمہاری
بھی زندگی اور موت ہے - کئی جگہ سوال اٹھا کر جواب دیا ہے کہ ہڈی ہڈی اور ریزہ
ریزہ ہونے یا گل سڑ جانے کے بعد جنم کیا ؟ جواب دیا ہے تم پتھر یا لوہا یا ان سے
بھی سخت کیوں نہ ہو جس نے تمہیں پہلے پیدا کیا - پھر بھی پیدا کرے گا - کہیں بتایا
ہے کہ اسے پنر جنم سے انکار کیا ؟ کیا تم یہ کہتے ہو کہ ہم پھر پیدا کرنے سے قاصر ہیں -
کیا یہ کوئی مشکل امر ہے - اور اگر مشکل تو پہلی بار کیسے ہو سکتی ہے - تو جب ایک بار پیدا

کرنا مانتے ہو تو بعد کی پیدائش تو بالکل آسان ہے۔ بھلا آسمان اور زمین کو پیدا کرنے والے خدا کے متعلق ایسے شک کرنا کسی سمجھدار کا کام ہو سکتا ہے کہیں انسانی پیدائش کی مختلف منزلوں یعنی نطفہ بعد میں لوتھڑا وغیرہ بننے پھر بچپن جوانی بڑھاپے کی مختلف حالتوں کے قانون بتا کر اور بارش سے ہر قسم کی پیداوار ہونے زمین کے لہلہانے اور پھولنے پھلنے وغیرہ کو خدا کے برحق ہونے اور پنر جنم کی زبردست دلیل کہا ہے۔

پیدائش اور پنر جنم کا مدعا دیا ہیں جو سب کرموں کا پھل دینا بیان کیا ہے۔ یہی بات سورۃ یونس آیت ۴ میں بدیں الفاظ بیان کی ہے:

اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ۔

وہی خلقت کی ابتدا کرتا اور وہی ان کو پھر پیدا کرتا ہے۔ اس لئے کہ حق پرستوں اور نیک عملوں کو انصاف کے ساتھ جزا دے۔

اس کے علاوہ منکران تناسخ کی نہایت زور دار رد کی ہے۔ رعد آیت ۵ میں ہے

وَ اِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ۬ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ وَ اُولٰٓىِٕكَ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔

اس میں کہا ہے کہ اگر کوئی یہ جاننا چاہے کہ دنیا میں سب سے عجیب بات کیا ہے تو اسے کہہ دو کہ کافروں کا یہ کہنا عجیب ہے کہ کیا مٹی ہونے اور گل سڑ جانے کے بعد ہم کو پھر نیا جنم ملیگا۔ ان لوگوں کو قدرت الٰہی کا منکر یا دہریہ کہا ہے ان ہی کی گردنوں میں آخر کو طوق پڑیں گے اور انہیں ہی نار جہنم میں ابد الآباد تک جلنا پڑیگا۔

گویا آنحضرت کے نزدیک معمولی سی عقل رکھنے والا انسان بھی تناسخ سے منکر نہیں ہو سکتا اسی کے منکروں کو وہ کئی آیتوں میں کافر کہتے ہیں۔ نحل ۳۸ میں ہے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ط
بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

یہ مضمون منافقوں کافروں کاذبوں مشرکوں اور منکروں کا چل رہا ہے ان کی بابت کہا ہے کہ یہ بڑے زور کی قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے خدا اسے زندہ نہ کرے گا۔ لیکن نہیں خدا کا قول سچا ہے۔ خواہ اکثر لوگوں کو اس کا علم نہ ہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ چونکہ کلام الٰہی میں پنر جنم کو مانا گیا ہے۔ اس لئے خواہ لوگوں کو علم ہو نہ ہو۔ اس کی صداقت پر حرف نہیں آسکتا۔

احقاف ۱۵ میں نیک بخت اولاد کے لئے دعا ہے اور نیک بختی کا مفہوم اقرار تناسخ لیا گیا ہے۔ چنانچہ آیت ۱۷ میں اسکی وضاحت ہے۔

وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدَانِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَ
قَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ج وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ق
اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ج فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔

اور جس نے اپنے والدین کو کہا کہ تم پر تف ہے کیا تم مجھے بُتّے دیتے ہو کہ میں پھر زندہ کیا جاؤں گا۔ حالانکہ کسی گذشتہ امت کو مر کر زندہ ہوتے دیکھا نہیں گیا۔ اسپر والدین دہائی دیتے ہیں کہ ہٹ تیرا جائے ناس۔ ایمان لا بیشک خدا کا قول سچا ہے۔ وہ پھر بھی کہتا ہے۔ یہ تو محض پہلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں اس وجہ سے اگلی آیت میں اسے عذاب الٰہی کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

غرضیکہ انکار تناسخ کی وجہ سے قرآن میں بڑی مذمت کی گئی ہے۔

کرم پھل دینے کے لئے جیو آتما کو مختلف یونیوں میں ڈالا جاتا ہے یجروید ۴۰-۳ میں ہے

असुर्य्या नाम ते लोका ऽ अन्धेन तमसावृताः।
तांस्ते प्रेत्यापि गच्छन्ति ये के चात्महनो जनाः॥

جو لوگ آتم ہتیا کرتے یعنی علم اور نیک اعمال کی بجائے جہالت اور گناہوں کے دلدادہ ہیں وہ مرنے کے بعد گہری تاریکی کے مجسمہ قالبوں میں داخل ہوتے ہیں جنہیں اسریا شو وغیرہ کہتے ہیں اسی طرح یجر وید ادھیائے ۴۰ منتر ۹ - اندھم تمہ پروشنتی میں ہدایت ہے کہ غیر معلول مادے کے اُپاسک گہرے اندھیرے (جہالت مجسم) قالبوں کو پاتے ہیں - اور معلول مادی اشیاء کے اُپاسک اور بھی زیادہ تاریک یا نیچ قالبوں میں داخل ہوتے ہیں - اسی مدعا کو سورۃ نور میں واضح کیا گیا ہے -

يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ - ۳۷

اُس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں منقلب ہونگی اس کے بعد اوپر کے منتر کے مطابق گنہگاروں کی تقدیر کا خاکہ کھینچا ہے -

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّى إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۳۹ - أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ - ۴۰

جو کافر ہیں ان کے اعمال مثل سراب ریگستان کے ہیں جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے - مگر جب پاس پہونچتا ہے تو کچھ نہیں پاتا - ہاں خدا کو پاتا ہے جو اس کا حساب اسے پورا پورا دیتا ہے کیونکہ اس کے ہاں نقد حساب ہے - ۳۹ - یا یوں سمجھو کہ گہرے سمندر میں اندھیرے ہیں - ان کے اوپر لہر اس پر اور لہر - اس پر بادل کی تاریکی جو اوپر کے اور بادلوں سے ڈھک رہی ہے - گویا ہاتھ پسارا دیکھا نہ جائے - بے شک جسے اللہ روشنی نہ دے اسے کہیں سے روشنی نہیں مل سکتی -

یہاں بھو ساگر کے فلاک کے مقابلہ میں سمندر کو لیکر تاریکی در تاریکی کا خیال ظاہر کیا ہے۔ یہ لفظ کہ وید وغیرہ کی طرح تاریکیوں سے مراد یہاں ادنیٰ قالبوں سے ہی ہے اگلی آیتوں سے صاف ہوتا ہے۔ آیت نمبر ۴۵ میں صاف طور پر قالبوں کے پتے دئے ہیں کوئی پیٹ پر چلنے والا۔ کوئی دو پاؤں پر۔ کوئی چار پاؤں والا۔ ویدک دھرم میں نجات یافتہ روحوں کے درجے بھی ان کے گیان کے مطابق مختلف ہیں۔ اور جہالت پر مبنی بندھن کے درجے بھی بے شمار ہیں۔ حیثکی انسان اور پشوؤں کے ادنیٰ حیوانی قالبوں کے نیچے انتہائی جہالت والے درختوں کے قالب بھی ہیں ویسے ہی جو شراب عالم پر عمر برباد کرتے ہیں ان کے لئے درجہ بدرجہ تاریکیوں والے قالبوں کو تہ در تہ اندھیرا کہا ہے۔ اور رات اور دن کی طرح جنم مرن کے انقلاب کی مثالیں دی ہیں چونکہ قرآن میں قلب کے کل مشتقات کا مفہوم قالبوں کی ہیر اپھیری سے تعلق رکھتا ہے اور قالب لفظ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے جس میں روح کو ہیر اپھیری یا انقلاب کا موقعہ ملتا ہے مختلف یونیوں کا اصول صریح طور پر ثابت ہے۔ سورۃ الشعراء کی آخری آیت کے الفاظ تو اسی اصول کو تمام شک و شبہ سے بالاتر ثابت کرتے ہیں۔

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

یعنی گناہگار لوگ دیکھ لیں گے کہ وہ کن کن قالبوں میں پھرا کریں گے۔

سورۂ طٰہٰ آیت ۱۲۴ میں ہے۔ عبادت الٰہی سے انحراف کرنے والوں کو تنگی کی زندگی ملیگی اور ان کو موت کے بعد اندھا اٹھایا جائیگا۔ سورۃ النمل آیت ۸۲ و ۸۳ میں ہے۔ اور موت واقع ہونے پر ہم ان آدمیوں کے لئے زمین سے جانور نکالینگے جو زبان حال سے واضح کریگا کہ ہماری ہدایات پر یقین نہیں کیا گیا اور جب ہماری ہدایتوں کی بے قدری کرنیوالے ہر قسم کی یونی میں آ کر وہ گروہ پیدا ہوں گے وہ گناہ

کرنے سے رُک جائیں گے۔ اگلی آیات میں یہ ذکر ہے کہ وہ بات نہ کریں گے منکرانِ
خدا کا آئندہ انسان پیدا ہونا۔ روحوں کو آئندہ حیوانی جسم ملنا اور ان جسموں کو
دیکھ کر خدا کے احکام کو نہ ماننے کا علم ہونا اور حیوانی قالبوں میں گناہ کی عادت
کو دور کرنے کی صلاحیت ہونا اور ان کا نطق سے محروم ہونا تمام وہ باتیں ہیں۔
جو دیا رک آواگون اور مختلف یونیوں کی فلاسفی سے تعلق رکھتے ہیں۔ سورہ فرقان
آیت ۳۴ میں ہے۔

الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا

مطلب یہ کہ جن لوگوں کے مقدر میں جہنم ہے وہ راہ گم کردہ بُرے یا دُکھدائی
قالبوں میں جائیں گے۔

احقاف ۱۹ و ۲۰ میں بھی مختلف درجوں کا ذکر ہے جو اعمال کے نتیجہ میں ملتے ہیں
بنی اسرائیل آیت ۸۰ میں قالب کو مُدخل و مُخرج لفظ سے تعبیر کیا ہے یعنی وہ
جس میں روح داخل ہوتا اور نکلتا ہے۔ اور اس میں دعا ہے کہ میرے پروردگار
مجھے اچھے قالب میں داخل فرمائیے سے تعبیر کیا ہے۔

اعراف آیت ۱۶۶ میں نافرمانوں کو بندر کا قالب ملنے کا بیان ہے۔ مائدہ ۶۰
میں بندر اور سؤر کے قالبوں کا ذکر ہے۔ سورہ واقعہ میں آواگون کے متعلق بہ
زور دیا گیا ہے۔ ۵۷ تا ۶۱ آیت میں ہے کہ ہم نے ہی تم کو پیدا کیا ہے تب
تم پھر پیدا کیے جانے کو سچ کیوں نہیں سمجھتے۔ سوچو تو سہی کہ منی جو تم ڈالتے ہو
تم نے پیدا کی ہے یا ہم نے یقیناً ہم نے تم لوگوں میں موت مقرر کی ہے اور ہم
اس سے عاجز نہیں کہ تمہاری شکلیں بدل دیں اور ایسی شکلوں میں تمہیں جنم دیں
جو تم نہیں جانتے۔ اس کے بعد کہا ہے کہ جب پہلی پیدائش کو جانتے ہو تو پنر جنم
کو کیوں نہیں مانتے۔ تم کھیتی کو پیدا نہیں کرتے ہم پیدا کرتے ہیں اور اگر چاہے

برباد کرتے ہیں تو ہم کرتے ہیں۔ پانی ہم برساتے ہیں۔ آگ کو ہم پیدا کرتے ہیں۔ تمہیں ان میں دخل یا درک حاصل نہیں تو فضول انکار کی وجہ کیا۔ پھر جب اس محفوظ کتاب قرآن کریم (وید) میں اس اصول کا بیان ہے جو خاص پروردگار عالم کی طرف سے نازل ہوتی ہے اور جسے سوائے پاک لوگوں کے کوئی چھو یا سمجھ نہیں سکتا تو تم پنرجنم کی حدیث سے انکار کرنے کے حقدار کیسے ہو گئے کیا تم نے اسکی تردید میں ہی کمائی سمجھ رکھی ہے لیکن یاد رکھو ہو گا یہی کہ اسی حل میں پر ان گلے میں آجائیں گے اور تم ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کے مصداق کچھ نہ کر سکو گے۔ ۸۴

کہاں تک لکھیں وہ جوش اور جذبہ جو پنرجنم کے اعتقاد کے متعلق قرآن میں ہے شاید ہی کسی اور کتاب میں ہو گا۔

یہی نہیں قرآن مزید عقلی دلائل سے اسکی صداقت کو واضح کرتا ہے۔

سورۃ مومنون آیت ۸۲ میں منکروں کی طرف سے تناسخ کو پہلے لوگوں کے ڈھکوسلے کہا گیا ہے۔ اور جواب میں کہا ہے کہ بتاؤ زمین اور اس کی تمام چیزیں کس نے پیدا کی ہیں۔ جواب ملتا ہے اللہ نے۔ اسپر کہا ہے کہ کیا عجیب بات نہیں کہ یہ جانتے وجانتے ہوئے تم پنرجنم سے انکار کرتے ہو۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ سات آسمان اور عرش عالی شان کا مالک کون ہے۔ جواب ملتا ہے خدا۔ تو کہا جاتا ہے کہ افسوس یہ جانتے وجانتے ہوئے بھی تم خدا سے نہیں ڈرتے اور بلا وجہ پنرجنم سے انکار کرتے ہو۔ پھر سوال ہوتا ہے۔ کون با اختیار ہے۔ اور کون سب کو پناہ دیتا ہے۔ جواب ملتا ہے یہ سب صفتیں خدا میں ہیں اسپر کہا جاتا ہے۔ اے یہ سب کچھ جانتے وجانتے ہوئے تمہاری عقل اس وقت کہاں جاتی ہے جب پنرجنم کا سوال پیش ہوتا ہے۔

سورۃ النحل آیت ۳۸ میں کلام الہی سے پنرجنم کی تصدیق ہونے کا بیان کر کے آیت ۳۹ میں دلیل دی ہے کہ پنرجنم اس لئے ضروری ہے کہ جن جن امور میں انسان

حق سے اختلاف رکھتے۔ یعنی حق کا پورا پورا علم نہیں پاسکے ان کی اصل حقیقت
دیکھ سکیں اور کافر جان لیں کہ ہم واقعی کاذب تھے۔ اس کا مفہوم صاف آج کل کے
آریوں کی یہ دلیل ہے کہ اگر انسان تلاش حق میں کامیابی ہونے سے پہلے ہی مرجاوے
تو اس کی زبردست خواہش کو کامیابی تک پہنچانے میں پرمیشور سہائتا نہ دیگا۔
لازمی ہے کہ اُسے پھر جنم ملے اور وہ اپنی اس کوشش کو تکمیل تک پہنچا دے چنانچہ
اگلی آیت میں صاف طور پر اس دلیل کو بیان بھی کر دیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا
حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔۴۱

"جن لوگوں نے مظلوم ہو کر اللہ کی راہ میں ہجرت کی ان کو ضرور ضرور دنیا میں اچھا
ٹھکانا ملنا چاہئے۔ گو آخرت کا اجر بڑا ہے جس کا انہیں علم نہیں" واقعی یہ بات عقلوں کو
نہایت زور سے اپیل کرتی ہے کہ جو لوگ راستی کی خاطر دنیوی رشتوں وغیرہ کی پرواہ نہ کریں
اور راستی کی خاطر انہیں خونی مخالف اذیتیں دیوے۔ جس سے انہیں پیارے گھر اور وطن
تک کو خیرباد کہکر خانہ بدوش رہنا یا ہجرت کرنی پڑی۔ وہ آخرت کے بڑے اجر کو سمجھیں
نہ سمجھیں یہ خیال انہیں ضرور ہوتا ہے کہ کاش ہم کہیں آرام کی جگہ میں رہ سکیں انہیں
اکثر دکھ سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ واہ! کتنا اندھیر ہے کہ منکر اور کافر تو اپنے محلوں میں
بیٹھے موج اڑا دیں اور ہم خدا کی فرمانبرداری کرنے والے دشت نوردی کریں۔ ایسے
مظلوموں کی خواہش جس مرکز پر جمع ہے اسکے گرد دائرہ کھینچنا لازمی ہے۔ موت اگر
روک ثابت ہوتی ہے تو خدا کی طرف سے نہایت محفوظ مقام پر اور اعلیٰ حالت میں
ان کے تمام نقصانوں کی تلافی اور ان کی خواہشوں کو پوری کرنے والی زندگی ضرور
ملنی چاہئے۔

دلائل کے علاوہ نظیروں یا درشٹانتوں سے قرآن آواگون کی صداقت کو واضح

کرتا ہے۔ سورۂ بقر میں (آیت ۲۶۰) بیان ہے۔ حضرت ابراہیم نے درخواست کی کہ میرے پروردگار مجھے دکھادے کہ تو مردوں کو کیونکر زندہ کریگا۔ خدا نے فرمایا کیا تجھے یقین نہیں۔ بولا مانتا تو ہوں مگر دلی اطمینان چاہتا ہوں خدا نے فرمایا۔ چار پرندوں کو اپنی طرف مانوس کر پھر ان میں سے ایک ایک کو الگ الگ پہاڑ پر بٹھا دے اور ان کو بلا۔ تمہاری طرف دوڑے چلے آئیں گے۔

اکثر مفسر صاحبان نے اسے معجزہ سا بنا دیا ہے کہ جانوروں کا قیمہ سا بنایا اور تھوڑا تھوڑا حصہ چار پہاڑوں پر رکھا گیا۔ اور حضرت ابراہیم کے بلانے پر وہ سب اُن کی طرف آئے اور ویسے کے ویسے پرند بن گئے۔ ایک تو یہ بات ہے ہی تمسخر آمیز۔ پھر ابراہیم کا جس دلیل وغیرہ کا مطالبہ تھا۔ یہ اس کے خلاف ہے۔ درحقیقت یہ نہایت وزندار دلیل ہے۔ آواگون میں رُوح اور جسم کا میل زندگی ہے اور ان کی جدائی موت چار پرند آنحضرت نے چار عنصروں کے مقابلہ پر رکھے ہیں۔ جن پرندوں کو انسان پالتا ہے۔ وہ اس کی طرف مانوس ہوتے ہیں اور اس اُنس سے وہ اس کی طرف دُور سے بلانے پر دوڑے آتے ہیں۔ یہ نظارہ روز دیکھا جا رہا ہے۔ رُوح بمثل ابراہیم ان چار عناصر کے جسم سے مانوس ہے اور یہ سینوگ کی حالت زندگی ہے۔ ان عناصر کا الگ الگ ہونا پرندوں کو الگ الگ رکھنے کی طرح موت ہے۔ اور یہ موت اور الگ الگ رکھنے کے بعد ان کو بلانا اور اس اُنس سے ان کا ابراہیم کی طرف آنا اس کے مشابہ ہے کہ رُوح کی فطرت کا تقاضہ ان عناصر کا انصاف ایزدی کے مطابق مطالبہ کرتا ہے تو وہ پھر آملتے اور اس سنیوگ سے پُنر جنم ہوتا ہے۔ گویا کُل اُمور متعلقہ تناسخ کو ایک عام مثال میں بیان کر دیا ہے۔ اسی طرح برباد شدہ بستی کا حال بیان کرکے شکوک کا ازالہ کیا ہے۔ ایک شخص سلطنت کے غرور سے خدا کے متعلق ابراہیم کے ساتھ جھگڑتا ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں میرا خدا وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ وہ

کہتا ہے میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔ ابراہیم کہتے ہیں۔ خدا آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے تو مغرب سے نکال دکھا۔ اس پر وہ ہکا بکا رہ گیا سورۂ بقر آیت ۲۵۸

اس سے جتایا یہ ہے کہ جو انسان دولت عزت اور شہرت و رتبہ پاکر مغرور ہوتا ہے وہ انڈ بنڈ باتیں کرنے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ خدا کے زندہ کرنے اور مارنے کے مقابلہ پر بھی ایک بادشاہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی زندگی اور موت پر اختیار رکھتا ہوں۔ اسکا نہایت مؤثر جواب یہی ہے کہ سورج کو اللہ مشرق سے نکالتا ہے تو کوئی انسان مغرب سے نہیں نکال سکتا ایسے ہی انسان کو اللہ رحم مادر و نطفہ پدر سے پیدا کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص زندگی اور موت پر اپنا اختیار رکھتا ہے تو کسی اور طرح پیدا کر کے دکھائے تو۔ غرض مسئلہ آواگون یا جنم مرن کے چکر پر ہر بحث بازی کو فضول کی حماقت سدھ کیا ہے۔

گوشتخوری

ویدک دھرم میں اہنسا کو پرم دھرم مانا جاتا ہے یعنی کسی کو ایذا یا نقصان نہ پہونچانا۔ ایسی حالت میں کسی کو جان سے مارنا یا مانس کا کھانا جو بغیر تکلیف کے مل ہی نہیں سکتا۔ کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ یجروید کے پہلے ہی منتر میں کہا ہے आप्यायध्व– یعنی نہ مارنے یوگیہ پرانی ترقی کریں۔ یجروید ادھیائے ۱۲ منتر ۳۲ میں حکم दिया ہے۔ پرجاؤں کے شیر کو مت مار माहिंसी सतत्वा प्रजा: اتھروید ۲ -۲۴- ا میں ہے۔

शेर भक शेरभ पुनर्वो यन्तु यातव: पुनर्हेति: किमीदिन: ।
यस्य स्थ तमन्त यो व: प्राहैत् तमत्त स्वा मांसा न्यत्त ॥

اے دو سروں کا خاتمہ کرنے والے بیدادھ ھائی۔ اے چور کی سی خصلت والے۔ تیرے بڑا دینے والے عمل کی سزا تجکو ہی ملیگی۔ اور یہ تیرے ہتھیار آخر تیرے ہی گلے پر چلینگے

ارے جس کا ساتھی ہوتا اسی کو کھاتا - جو تمکو راہ نیک بتا دے اسی کو مارنا - ارے کوئی ساتھی نہ رہیگا تو اپنے سمبندھیوں کو کھاؤ گے اور پھر اپنا ناش کروگے - اگلے منتر میں کہا ہے جب انسان کی عقل ماری جاتی ہے تبھی وہ پشوؤں پر ہتھیار چلاتا اور کسی نہ کسی طرح ہنسا کرتا ہوا ناش کرتا ہے -

گوشت خوری کی ایسی مذمت وید میں پڑھ کر اب قرآن میں گوشت خوری کا مضمون دیکھیے واقعی زبردست تردید ہے اور وہ مذمت کہ باید و شاید - سورہ مائدہ میں حلال حرام کی تشریح کی ہے - مائدہ کے معنی ہیں دسترخوان - اسلئے قابل خوردنی یا حرام اشیاء کا اس میں بیان ہے -

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۵ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ
إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ط إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ
مَا يُرِيدُ - يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ
الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ
فَضْلًا مِنْ رَبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ط وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ط وَلَا
يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا
وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ص وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
وَاتَّقُوا اللَّهَ ط إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۲ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ
وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ
وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ
عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ط ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ ۱ الْيَوْمَ يَئِسَ
الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ
لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَۃٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ
رَّحِیْمٌ۔ ۳

اے اہل ایمان! اپنے عہدوں کو پورا کرو۔ نرم خرام جانور تم پر حلال کئے گئے ہیں
سوائے اسکے جو تمہیں آگے بتایا جائیگا اور حالت احرام میں شکار بھی حلال نہیں ہے
بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ ۱۔ اے حق پرستو! اللہ کی نشانیوں یعنی حرمت
کے مہینوں۔ ہدیوں۔ اپنے پٹے دار جانوروں اور اپنے پروردگار کی برکت اور رضا
کے طالب خانہ کعبہ کے یاتریوں کی بے توقیری نہ کرو۔ ہاں جب حرم سے باہر آجاؤ۔
تو شکار کر سکتے ہو۔ جن لوگوں نے تمہیں خانہ کعبہ میں جانے سے روکا تھا۔ ان کی
عداوت کی وجہ سے ان پر زیادتی نہ کرو۔ نیکی اور پرہیزگاری میں تعاون کرو مگر گناہ اور
سرکشی میں کوئی کسی کی اعانت نہ کرے۔ اللہ سے ڈرو کیونکہ وہ سخت عذاب دینے والا
ہے۔ ۲۔ تم پر مرا ہوا۔ خون بہتا ہوا جانور۔ سور کا گوشت۔ غیر اللہ پر نامزد جانور۔ گلا
گھٹنے۔ چوٹ لگنے۔ گرنے یا سینگ کی مار سے مرا ہوا جانور سب حرام ہیں۔ درندہ کا
شکار جو ابھی زندہ ہو۔ بتوں کے لئے ذبح کیا گیا۔ جانور یا تیروں کی مار سے فیصلہ کیا
گیا جانور سب تم پر حرام ہیں۔ کیونکہ یہ گناہ کی بات ہے۔ آج کافر لوگ تمہارے دین
سے مایوس ہوئے مگر تم ان کا فکر نہ کرو۔ ہاں ہم سے ڈرتے رہو۔ آج تمہارا دین ہم نے
کامل کیا۔ اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کیں اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔ مگر
باوجود اس کے بھوک سے مرتا ہوا ہو۔ گناہ کی نیت نہ رکھتا ہو۔ شخص اس سے مستثنیٰ ہے
بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ۳

ان آیات میں گوشت خوری کی وہ تردید ہے کہ باید و شاید۔

(۱) پہلے تو عہدوں کے ایفا کرنے کا مطالبہ ہے وہ عہد یہ ہیں کہ ہر کا خدا کی
طرف سے اجازت دئے گئے طریق پر عمل ہو جیسے برہمچریہ برت وغیرہ۔ نسا

برت یعنی ترک ایذا کا عہد خاص طور پر مقصود ہے۔ پارسیوں کی کتاب مقدس میں حیوانوں اور انسانوں کے باہمی عہد کا ذکر ہے کہ حیوان تو انسانوں کی خدمت میں تعاون کریں اور انسان گوشتخوری وغیرہ سے بچیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ضحاک کے وقت تک اس عہد پر عمل ہوا بعد میں ٹوٹ گیا اور بچھڑ گئے وغیرہ اب تک اس عہد پر قائم ہیں اور شیر وغیرہ موذیوں سے انسانوں کا تعلق نہیں رہا کچھ ہی ہو۔ وید میں آغاز عالم سے اہنسا برت انسانوں پر لازمی رکھا گیا ہے۔ اور اس صورت میں پہلے ہی اس کے ایفاء کا مطالبہ ہے۔

(۲) انسان کے لئے فلاں جانور حلال کئے گئے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت کھایا جائے۔ حلال سے مدعا ان سے سہیوگ یا تعاون کا ہے چنانچہ بار بار قرآن میں حیوانوں کے متعلق کہا ہے کہ وہ تمہاری سواری کے لئے ہیں۔ تمہاری باربرداری کے لئے ہیں کھیتی کے لئے اور دودھ وغیرہ نعمتوں سے تمہیں پالنے کے لئے ہیں۔ اگر حلال کے معنی ذبح کرنے کے ہوں تو آیت نمبر ۱۵ کا مفہوم عورتوں کو ذبح کر کے کھانا ہوگا۔ کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ تم پر مومن عورتیں حلال ہیں اور پہلے اہل کتاب کی عورتیں بھی۔

(۳) احرام میں شکار کی بھی ممانعت کرنے سے ظاہر ہے کہ کسی بھی جانور حتّٰی کہ درندے کو مارنا بھی ایک عارف طور عابد کے دل میں عبادت الٰہی کے خلاف جذبہ پیدا کرتا ہے اور جب درندوں کا یہ حال ہے تو گائے وغیرہ کو ایذا دینا تو کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔ ڈپٹی نذیر احمد صاحب حاشیہ پر لکھتے ہیں "یوں بھی حج تو ایک اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ عین عبادت کی حالت میں جانور کو مارنا منافی عبادت ہے۔ اگر تذبیح حیوانات گناہ نہ ہوتا تو عبادت میں یہ بچن نہ ہوتا۔ اور اگر گوشت کھانا جائز یا حکم الٰہی کے مطابق ہوتا تو حج کے پاک دنوں میں بھی زیادہ سے زیادہ زور سے اسے عمل میں لانے کا حکم ہوتا۔

(۴) بہیمۃ الانعام کے معنے چوپائے جانور کئے جاتے ہیں بہیم اور انعام دونوں میں
سے ہر ایک کا مفہوم چوپایہ جانور ہی ہے لیکن در حقیقت مراد نرم مزاج گائے وغیرہ سے
ہے کیونکہ ایسے ہی جانوروں سے انسان کا تعاون ہو سکتا ہے ۔ شیر وغیرہ درندوں سے
نہیں جن کا شکار ہوتا ہے ۔ انعام لفظ نعومت سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں نرمی

(۵) احرام سے بعد شکار کی اجازت دی ہے ۔ مگر گوشتخوری کی پھر بھی نہیں ۔

(۶) آیت نمبر ۲ میں جو یہ کہا ہے کہ خانہ کعبہ میں جانے سے تمہیں جنہوں نے روکا ۔
دیکھنا ان کے خلاف عداوت اور انتقام کا خیال دل میں نہ رکھنا ۔ ایسا ہوگا تو زیادتی کر
بیٹھوگے ۔ بھلا جن آیات میں ترک ایذا و عداوت کا یہ جذبہ ہو ان میں گوشت کی اجازت
ہو یہ قرین قیاس بھی نہیں ۔

(۷) ساتھ ہی نیکی اور تقویٰ کی ہدایت موجود ہے جس کا مفہوم درجۂ کمال کی پرہیز
گاری ہے ۔ گوشت جیسی ظلم سے حاصل شدہ ناپاک غذا کے ہوتے ہوئے پرہیزگاری کا
رہنا ناممکن ہے ۔

(۸) اس کے علاوہ بدی یا گناہ والے تعاون کی قطعی ممانعت ہے ۔ وید کے منتر
میں کہا تھا کہ پاپی ہیں وہ جو اپنے ساتھی یا تعاون والے حیوانوں کو مارتے ہیں ۔ وہی ان
آیتوں میں کہا ہے کہ بدی قتل یا ایذا وغیرہ کے لئے یہ تعاون نہیں ۔

(۹) آیت نمبر ۲ میں پہلی ہدایت یہ ہے کہ خدا کی نشانیوں کو نہ مٹاؤ اور بہت سی آیات
میں حیوانات کو خدا کی نشانیاں کہا ہے ۔ شعائر جمع ہے شعور بمعنی سمجھ کی یعنی جن سے
خدا کی ہستی کی سمجھ آوے ان کو شعائر اللہ کہتے ہیں پس حیوانات کو مارنا خدا کی نشانیوں کو
مٹانا اور قرآن کی حکم عدولی کرنا ہے ۔

(۱۰) شہر الحرام یعنی حرمت والے مہینے کی پاکیزگی کو مد نظر رکھتے ہوئے ان مہینوں میں
دشمنوں سے لڑنا بھی ممنوع ہے ۔ ذی الحجہ ۔ ذیقعدہ ۔ محرم اور چار مہینوں کو حج کے قابل

مسلمان پاک مانتے ہیں اور اُن کی پاکیزگی کا تقاضہ بھی ترک گوشت ہی ہے۔

(۱۱) الھدیٰ سے مراد حج کا ہدیہ یا قربانی ہے۔ اس ہدیہ کی بے توقیری نہ کرنا اور مکہ جیسے دارالامان میں ان کا محفوظ ہونا سے ہی انہیں مارنے کی ممانعت ظاہر ہے۔

(۱۲) القلائد - قربانی والے جانوروں کی شناخت کے لئے یا پالتو جانوروں کی خوشنا خت وخوبصورتی کے لئے جن جانوروں کو پٹے باندھے جاتے ہیں۔ ان کو بھی محفوظ رکھنے کا حکم ہے اسی طرح حج کے لئے چلنے والے خانہ کعبہ کے یاتری بھی محفوظ کئے گئے ہیں اور احرام کے بعد بھی شکار کی اجازت دی ہے گوشتخوری کی نہیں اس سے ثابت ہے کہ قرآن کا مدعا محض وہی ہے جو سوامی دیانند کا ہے۔ کہ درندوں کا شکار اسلئے ہو کہ وہ پالتو جانوروں اور انسانوں کو نقصان نہ پہونچا سکیں۔ یہی اہنسا دھرم کا اصل مفہوم ہے۔

(۱۳) آیت نمبر ۳ میں اس بات کی توضیح ہے کہ پہلی آیت میں جو (غیر حلال) کہا گیا وہ کیا ہے اس میں پہلا ہی لفظ ہے مردار۔ چونکہ گوشت سوائے مردار کے کسی کا کھایا ہی نہیں جاتا۔ اس لئے ایک لفظ میں ہی انتہائی تردید گوشتخوری کی موجود ہے۔

(۱۴) یہ کہنا کہ اللہ کے نام سے ذبح کیا ہوا جانور اس ذیل میں نہیں آتا۔ صحیح نہیں کیونکہ ذبح شدہ میں دونوں شرائط حرام موجود ہیں۔ وہ مردار بھی ہے اور خون بھی بہ رہا ہے۔ بعض من چلے کہتے ہیں کہ اس سے کلیجی اور تلی کی اجازت ہے لیکن جب مردار یا مردہ جسم حرام ہوا تو کلیجی اور تلی کیا باقی ہی رہی۔

(۱۵) دوسری حرام شے ہے خون یا بہتا ہوا خون یعنی تازہ ذبح شدہ جانور۔ پس مُردار لفظ میں جو کمی رہ سکتی تھی اسے بھی پورا کیا گیا ہے۔

(۱۶) حجت پیش ہوئی کہ سور سے انسان کا میوگ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ غلیظ جانور ہے اسلئے اسکا گوشت کھالیں تو کیا ہرج ہے قرآن کہتا ہے وہ بھی مردار ہونے سے حرام ہے۔

(۱۷) مومن کہہ سکتے تھے کہ بُت پرست لوگ جو اپنے دیوتاؤں کیلئے پشو کی بلی دیتے
ہیں۔ وہ تو ہمارے بس کی بات نہیں۔ اسلئے ہم تو ان کا گوشت کھالیں تو کیا حرج
ہے۔ مگر کھول دیا گیا ہے کہ وہ بھی حرام ہے۔

(۱۸) ایک اور پہلو یہ ہے کہ کوئی درندہ کسی جانور کا شکار کرتا ہے۔ مگر جانور ابھی
مرا نہیں وہ تڑپ تڑپ کر مریگا۔ کیوں نہ اُسے فوراً مار کر تکلیف سے بچایا اور کھایا جاوے
ایسا ہی یہ سوال پیدا ہوا کہ جب شکار احرام کے بعد جائز ہے تو تیروں سے بغیر ذبح ہوئے
جانور کو کھایا کیوں نہ جاوے۔ یہ چوٹ سے مرا ہوا سینگ سے مارا گیا۔ گلا گھٹ کر چوٹ
لگنے یا گرنے سے مرا ہوا جانور بھی کٹ جتی کرکے کوئی حلال کر سکتا ہے۔ اس لئے ہر
طریق موت کو گنا گنا کر اس آیت میں قرآن نے واضح کر دیا ہے۔ کہ گوشت خوری ہر حالت
میں ناجائز ہے۔

(۱۹) یہ کہنا کہ کافر آج تمہارے دین سے مایوس ہوں گے۔ اسی امر کو واضح کرتا ہے
کہ ان آیات کا مفہوم قطعی طور پر گوشت خوری کے خلاف ہے۔

(۲۰) یہ کہنا کہ ان کی مایوسی یا مخالفت کی پرواہ نہ کرو نہ ان سے ڈرو۔ بلکہ خدا
سے ہی خوف کرو اور بھی زور سے واضح کرتا ہے کہ خدا کے پیاروں کو ترک گوشت
پر ہی عامل رہنا چاہیے۔

(۲۱) آج تمہارا دین کامل ہوتا ہے۔ اور خدا کی نعمتیں تم پر پوری ہوتی ہیں۔
اور دین اسلام تمہارے لئے منتخب ہوتا ہے ان جملہ اشارات سے ظاہر ہوتا ہے
کہ اہنسا پرمو دھرمہ کا ماننا واقعی مقدم امر ہے۔ بغیر اس کے دھرم سچا نہیں ہو سکتا۔
اور ساتھ ہی یہ کہ دین اسلام پہلے سے موجود تھا۔ حضرت صاحب کے وقت میں
بہت سے مذاہب تھے۔ ان میں اسی قدیم دھرم کو منتخب کیا یا اور مخصوص
کیا گیا۔

(۲۲) سب سے آخری بات ہر سمجھدار کو یقین دلاتی ہے کہ واقعی اوپر کی ساری
آیتوں کا مدعا گوشتخوری کو ترک کر دینا ہے کہا ہے کہ آپت کال یا مجبوری صورت یعنی
بھوک وغیرہ سے تنگ آنے پر گوشت کھا لیا جاوے تو وہ مستثنےٰ ہے مگر اس شرط پر کہ
ہنسا کی نیت بالکل نہ ہو۔ یہ مستثنےٰ صورت کی اجازت اس امر کی پختگی کی دلیل ہے کہ
قرآن اصولی طور پر بنی نوع انسان کیلئے گوشت کو ممنوع ٹھہراتا ہے۔

يَسْئَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ
مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ
عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۴
اَلْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَكُمْ وَ
طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ ۵

سمجھ سے یہ سوال بھی ہوتا ہے کہ کون کون سی چیزاں کے لئے حلال ہے سو تم
انہیں سنا دو کہ تمہارے لئے پاک (ساتوک یا بھکشیہ) چیزیں حلال ہیں جو تمہیں سدھائے
ہوئے یعنی گھریلو یا کمائو جیوانوں سے بتائے گئے ہیں پس جیسا تمکو اللہ نے علم
دیا ہے تم بھی ان کو سکھاؤ اور جو کچھ وہ تمہارے لئے کمائیں اس میں سے کھاؤ اور ان
کی وجہ سے اللہ کو یاد کرتے رہو۔ اور اس پر تقویٰ رکھو۔ وہ سریع الحساب ہے۔ ۴
آج تمام ساتوک یا بھکشیہ پدارتھ تم پر حلال کئے جاتے ہیں اور تم سے پہلے اہل کتاب
کا کھانا تم پر اور تمہارا ان پر حلال ہے۔ یہاں حلال کی تشریح کرتے ہوئے بھی گوشت
کا ذکر تک نہیں۔ ویدک دھرم میں ساتوک چیزیں مثل پھل ان دودھ ہی قابل خوردنی
مانی جاتی ہیں۔ ان ہی کو پوتر بھوجن کہا جاتا ہے۔ اور یہی کچھ قرآن طیب لفظ سے واضح
کرتا ہے۔ کتاب یا الہام قرآن میں خاص طور پر وید کو ہی کہا ہے اور ویدک دھرمیوں کا
کھانا ہی حلال ٹھہرایا یا دونوں کے لئے ایک ہی قاعدہ بتا کر صاف واضح کیا ہے کہ جو مانس

وغیرہ متروک ہیں وہ قرآن کی رُو سے بھی رد ہی ہیں۔ حیوانات سے حکم الٰہی کے مطابق سواری باربرداری کھیتی وغیرہ کا کام لینا اور خدا کا شکر گذار نیز پرہیزگار رہنا ہی انسان کا فرض ہے اس صورت میں موسیٰ وغیرہ کے متعلق تاریخی باتیں سلسلہ مضمون ملانے کے لئے بیان کر کے لکھا ہے۔ خدا نے فرمایا تو ان لوگوں کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ سنا دے۔ جو یوں ہے کہ دونوں نے قربانی پیش کی خدا نے ایک کی قبول کی دوسرے کی نہ کی۔ تو اس نے کہا میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا۔ اس نے کہا بھائی اللہ صرف متقیوں کی نذر منظور کرتا ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرے گا تو میں تجھ پر ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا میں تو خدا کا ہی بھروسہ رکھتا ہوں تو گناہ کرے گا تو خدا سے بھر لیگا۔ اس پر بھی اس کا دل بجھا نہیں۔ اس نے اپنے بھائی کو قتل ہی کر دیا۔ یہ قصہ نہایت دور اندیشی سے اور پُر مطلب یہاں درج کیا گیا ہے۔

اس میں بتایا ہے کہ (۱) خدا نے اس کی نذر قبول کی جو پھل وغیرہ لایا تھا۔ گوشت کو قبول نہ کیا۔ دوسرا یہ قانون ہی بتایا کہ وہ متقیوں یعنی پرہیزگاروں کی ہی نذر قبول کرتا ہے (۲) گوشت خور اور پرہیزگار کا مقابلہ کر کے بتا دیا کہ گوشت کا حامی اتنا سنگدل ہے کہ اپنے بھائی تک کو قتل کرتا ہے اور پرہیزگار اتنا حوصلہ والا۔ اتنا بردبار اور اتنا خدا پر بھروسہ رکھنے والا ہے کہ انصاف خدا پر چھوڑتا ہے اور چاہے بھائی جو بھی ظلم کرے وہ اس پر ہاتھ نہیں بڑھائے گا۔

اسی طرح آخر میں عیسیٰ کا قصہ بیان کیا ہے۔ حواری کہتے ہیں اے عیسیٰ کیا تمہارا خدا ہم پر اوپر سے خوان اتار سکتا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے اگر مومن ہو تو پرہیزگاری اختیار کرو۔ ور انہوں نے کہا۔ اگر ایسا ہو گا تو ہم کھائیں بھی اور اطمینان بھی ہو جائے کہ تو سچ کہتا ہے اس پر اس نے دعا مانگی کہ اے میرے خدا تو آسمان سے ایسا خوان اتار کہ ہمارے سب اول اور آخر کے لئے خوشی کا موجب رہے اور تمہاری قدرت کا مظہر ہو۔ چنانچہ خدا دعا منظور کرتا ہے۔ آیت ۱۱۲ و ۱۱۳ میں ایسا بیان ہے اور اس سے پہلے بار بار یہی تاکید ہے کہ پرہیزگار رہو

خدا سے ڈرو۔ پاک یعنی بھکشیہ چیزیں کھاؤ ناپاک یعنی گوشت وغیرہ نہ کھاؤ۔ عیسےٰ کے دعا کے مضمون کو بھی اسی طرف مائل کیا گیا ہے کہ آسمان سے بارش کے لئے اس نے دعا کی اور اس سے پیدا شدہ چیزوں کو ہی قابل خوردنی ہمیشہ کے آرام اور خدا کی قدرت کا مظہر بتایا۔

طوالت کے خوف سے بیسیوں اور حوالوں کو چھوڑ کر ہم مختصراً بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن میں زہد اور تقویٰ اور طیب خوراک کو چھوڑ کر ناپاک خوراک کھانے والوں کو مجرم ٹھہرایا گیا ہے اور یہاں تک کہا ہے کہ ایک انسان کو مارنیوالا کل انسانی جماعت کا قاتل ہے اور ایسے ہی ایک حیوان کو مارنیوالا کل عالم حیوان کا قاتل ہے۔ گویا وہ اپنے عملوں سے کل انسانوں کو نقصان پہنچاتا ہے جو حیوانوں کے تعاون سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ مدعا قرآن کا اس اظہار افسوس سے ہے کہ انسان نے اپنی رعایت کر کے انسان کے قاتل کو تو پھانسی مقرر کر دی۔ مگر حیوانوں کے قاتلوں کو سزا نہیں دیتا۔ ان سب کے لئے قرآن کی یہ آیت اس امر کے متعلق کافی سے زیادہ صاف فیصلہ دیتی ہے۔

پھر قرآن کی ایک خاص آیت میں صاف سمجھایا ہے کہ خدا تک نہ تمہارا گوشت پہنچتا ہے نہ قربانی نہ لہو۔ بلکہ تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔

بہشت دوزخ

ویدک اور اسلامی بہشت بھی وید اور قرآن سے ایک ہی ثابت ہوتے ہیں۔ وید میں سورگ نام سکھ کے مقام یا حالت کا ہے۔ مادی سورگ دنیا میں گرہست کو کہا جاتا ہے اور روحانی سورگ حالت نجات کا نام ہے۔ ویدک لفظ صفت کثیر المعانی رکھنے سے ان دونوں پر حاوی ہے۔ اور اتھروید کا ٹھیک سوکت ۳۴ میں جو سورگ کا مضمون ہے اسی کے مطابق قرآن میں بار بار بہشت کا بیان ہے۔ لیکن حالت نجات یا بہشت

میں عورتوں وغیرہ کے ذکر پر اعتراض ہوتے ہیں۔ قرآن میں سب سے پہلے سورۂ بقر کی ایک آیت میں بہشت اور بیبیوں کا ذکر آتا ہے۔ مگر اس کی اگلی ہی آیت میں یہ کہا ہے کہ خدا مثالوں سے مضمون کو سمجھانے سے قاصر نہیں خواہ وہ مثال مچھر جیسی حقیر چیز کی ہو۔ یہ خیال ضرور ہے کہ کسی مثال سے برا اثر بھی پڑتا ہے۔ لیکن برا اثر ان ہی پر پڑتا ہے جو بدکار ہوں۔ اور سر سید احمد خاں صاحب اور دیگر کئی لائق علماء اسلام کا قول ہے کہ محض انسانوں کو نیکی کی ترغیب دینے اور بدی سے ڈرانے کے لئے ہی بہشت اور دوزخ کی خوشی اور غمی والا بیان مقصود ہے۔ پس اگر سونے کے کنگن۔ ریشمی کپڑے یا عورتوں کی خوبصورتی والے بیان کو اس معنی میں لیا جاوے تو بھی اصولی فرق کوئی نہیں رہتا اور اگر قرآن کے اس بیان کو دیکھیں کہ وہ بہشت نعمتوں والے باغ کا نام ہے جہاں رنج غم اور دکھ کا نام نہیں اور یہ نعمتیں اس جہان کی طرح نہیں ان سے نرالی ہیں۔ عورتیں مطہرہ ہیں یعنی وہاں بھوگ وغیرہ کا تعلق نہیں اور بیبیوں کے لئے جو لفظ ازواج ہے اس کے معنی بھی ہمنشین یا ساتھی کے ہیں۔ اور حالت نجات میں ویدک دھرمی مانتے ہیں کہ روح کی سوبھاوک یعنی شکتیاں نجات میں بھی اس کے ساتھ رہتی ہیں اور ان ہی شکتیوں سے تمام سکھ بھوگا جاتا ہے اور یہ امر بھی معقول۔ رات کو خواب میں انسان سب جسموں کو دیکھتا چیزوں کو چکھتا ہے۔ حالانکہ کوئی چیز یا جسم وہاں ہے نہیں اور نہ وہ کہیں جا رہا ہے بلکہ جو یادداشت میں سنسکار ہیں۔ وہی شکلوں کا روپ اختیار کرتی ہیں۔ اور ان ہی سے ذائقہ وغیرہ اور سکھ دکھ وغیرہ کا احساس ہوتا ہے اور اس ناطہ نگاہ سے سوامی جی کا کہنا بالکل معقول ہے کہ جس چیز کو چاہتا ہے یا جو شے بھوگنا چاہتا ہے اس کی سوبھاوک شکتی وہی شکل اختیار کرتی اور آنند کا احساس کراتی ہے قرآن میں کتنی ہی آیات کا یہی مفہوم نکلتا ہے۔ اور اس کی توضیح اگلے مضمون میں ہوگی۔ دوزخ کا بیان بھی تکلیف اور دکھ کے احساس کے لئے ہی ہے چنانچہ سورۂ بقر کی

ایک آیت میں اول ہی اول دوزخ کا بیان کرتے ہوئے اسے وہ آگ بتایا ہے۔ جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ پس یہ مادی آگ والا دوزخ قرآن کا مقصود نہیں۔ بلکہ اس دکھ کی آگ مراد ہے جس میں پاپی لوگ اور وہ جنہیں کہا جاتا ہے بلحاظ ان کی سنگدلی اور ان کی ظاہری طاقتوں و حالتوں میں مضبوطی کے۔ ہمیں افسوس ہے کہ علماء اسلام ویدک درشن کو نہ جاننے سے قرآن کے الفاظ کا صحیح مفہوم سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ورنہ ان کے ترجمے غلط فہمی نہ پھیلاتے۔ قرآن میں یہ بھی لکھا ہے کہ بہشت یا نجات والی زندگی بہت عرصہ تک رہنے والی یا لمبی ہے۔ اور اس سے پایا جاتا ہے کہ بعد اس عرصہ کے پھر لوٹنا ہوگا۔ ہم یہاں زیادہ بحث کی گنجائش نہیں سمجھتے دوزخ کے لئے تو یہی کہنا کافی ہے کہ پورانکوں نے جو نظارے دوزخ کے کھینچے ہیں اور جو ان تصویروں میں ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔ جو نرک کی بابت دو پیسے سے ہی بازار میں مل رہی ہیں۔ وہی خیالات اور تکلیفیں قرآن کے بیان دوزخ میں ہیں رہا بہشت اس کی بابت اتھروید ۴-۳۴ کے منتروں پر بھی غور کیا جا سکتا ہے۔ اس سوکت کے دوسرے منتر میں سورگ لفظ ہے۔ اگر اس کے معنی دنیوی سورگ پر لگائیں۔ تو یہ ہیں کہ نیک چلن برہمچریہ وغیرہ کے پالنے والے لوگ طاقتور اور دل کے پاک ہوتے ہیں ان کا حاصل کردہ سچا علم ان کی اپنی کام شکتی کو زائل نہیں کرنے دیتا۔ خواہ اس سورگ لوک میں ان کا رہن سہن بہت عورتوں میں ہو۔ واقعی جو لوگ سچے برہمچاری ہیں ان کی کام شکتی یا ویریہ کھشین نہیں ہوتا۔ وہ جیتندریہ ہیں۔ اور عورتوں میں رہنے کا موقعہ ملے یا ماں بہن اور دوسری رشتہ دار عورتیں گھر میں ہوں وہ برہمچریہ کا پورا پابند رہتا ہے

اگر سورگ کو حالت نجات سمجھا جاوے تو شدھ پوتر آتم بل دھاری آتما اپنی سوبھاوک شکتیوں کے ساتھ ایک سے ادہک گیان بڑھاتے ہوئے آنند بھوگتے ہیں۔ ان کی کام چیشٹا آدی والی طاقتیں برہم کے ساتھ تعلق ہونے سے نشٹ نہیں ہوتیں۔

تیسرے منتر کا مفہوم بلحاظ دنیوی سورگ کے یہ ہے کہ لوگ نسل انسانی کو بڑھانے والے

دیریہ کو پختہ طور پر محفوظ رکھتے ہیں انہیں بیماری یا کوئی تکلیف نہیں ہوتی وہ غالب
الحراسی کے اصول کا خیال رکھتے ہوئے اعلیٰ اوصاف اور نیک خصلت اور علم وغیرہ
صفات سے متصف اولاد کی خوشیاں پاتے ہیں۔ نجات کے مضمون میں اس کا
ارتھ یہ ہے کہ وہ عالم لوگ سروویاپک پرماتما سے پختہ تعلق رکھتے۔ غم و رنج سے
آزاد رہتے اور اس ضابطہ کل کا آشرا لیتے ہوئے سوم سوبھاؤ گیانی آتماؤں کے
ساتھ آنند پورو ک رہتے ہیں۔ پانچویں منتر میں بھی گرہست یا دنیوی سورگ اور نجات
دونوں کے متعلق نہایت اعلیٰ بیان ہے۔ اس میں बहिष्ट شبد ہے۔ ان دونوں
حالتوں کو لوک اور پرلوک دونوں میں سب سے اُتم کہا ہے اور بڑا۔ یہی بہشٹ لفظ
بہشت کی شکل میں اب ہمارے سامنے ہے اس میں मधुमत شبد بھی ہے مدھو
شہد کو کہتے ہیں اور نجات کے مضمون میں یہ آنند کے معنوں میں آتا ہے اور آتما کی
شکتیوں کے لئے اس میں सम अन्ता: یعنی نیک انجام पुषकरिशी: یعنی
بل اور پاکیزگی دینے والی کہا ہے۔ چھٹے منتر میں گھی کی کثرت شہد کی نہریں دودھ وغیرہ
کی ندیوں اور ہر طرف راحت کے سامانوں کی موجودگی کا ذکر دنیوی سکھ کے لئے ہے
اور نجات کے لئے روحانی نعمتوں کے معنی ان الفاظ کے ہیں۔ قرآن میں اسی قسم کے
علمی اور اخلاقی خیالوں کا ہی تعلق ہے اس کے لئے حسب ذیل آیات پر غور کرنا کافی ہوگا
سورۂ فاطر آیت ۳۴ تا ۳۵ کا ترجمہ یہ ہے کہ جنتی خدا کی تعریف کرتے ہیں کہ اس نے
ان سے غم دور کر دیا اور ہمیں اپنے فضل سے دارالمقام میں لا اتارا جس میں نہ محنت نہ
مشقت نہ تکان۔ سورہ الصافات آیت نمبر ۴۱ تا ۴۹ میں کہا ہے۔
"خدا کے مخلص بندوں کے لئے وہ رزق ہوگا جس کا انہیں علم یا گیان ہے جس کا م
بندوں والا ہے۔ نعمتوں والے باغوں میں بالمقابل آرام گاہوں پر۔ اُن میں امرت جل
کا دور چلیگا بے عیب۔ پینے والوں کے لئے لذیذ۔ نہ وہاں ہلاکت ہوگی نہ وہ اس سے متوالے ہونگے

سورۃ الفرقان آیت ۱۵ میں فرمایا ہے - متقیوں کے لئے غیر فانی باغ کا قانون ہے وہی ان کا معاوضہ اور ان کی منزل مقصود ہے - وہ جو چاہیں گے وہاں پائینگے ایسی انسانوں کو اپنے خدا سے توقع رکھنی چاہیئے -

سورۃ الغاشیہ آیت ۸ تا ۱۲ میں بھی لکھا ہے کہ اہل جنت اسی کمائی کی وجہ سے سرخرو ہوں گے - ان کی کمائی انہیں بہشت بریں میں پہونچائے گی اس میں کوئی لغو یا فضول بات نہ ہوگی امرت بہتا ہوگا وغیرہ -

سورۃ الدہر میں بہشت کے خیال کو مختلف قسم کے سامان آرام و آسائش سے ادا کرنے کے علاوہ کہا ہے کہ وہاں بڑی بڑی نعمتیں اور بڑا شاہی ٹھاٹھ سمجھو اور ہمیشہ ایک حالت پر رہنے والے غلام یا سامان ان کے ارد گرد ہوں گے اور انہیں پاک نوشیدنی یعنی لذیذ پینے کا سامان ملیگا -

غرضیکہ وہاں کی ہر نعمت بے بدل پاک سرور اور راحت دینے والی - موت غم دکھ وغیرہ سے بچانے والی اور جہاں نوعیت کے لحاظ سے الگ ایک ہی نام دیے جا سکتے ہیں - مادی اور روحانی تفریق کے لحاظ سے وہ جدا ہیں - وہ دنیوی نعمتوں پر ختم نہیں ہوتیں - کیونکہ وہ روح کو حاصل ہوتی ہیں - جسمانی قوا نہ نجات میں ساتھ ہیں نہ ویسا احساس ہو سکتا ہے اور یہ تمام باتیں مکتی سے ملتی ہیں - ستیارتھ پرکاش میں سوامی جی نے جو کچھ بھی مکتی کے متعلق لکھا ہے - وہ تمام کا تمام اصولی طور پر آیات قرآن کے الفاظ پر پوری بحث کر کے بخوبی ثابت کیا جا سکتا ہے - مگر اس ٹریکٹ کی [illegible] کے لئے اوپر کے مجمل اشارات ہی کافی ہیں - مفصل بحث ویدک سورگ یا اسلامی بہشت نام کے ٹریکٹ میں جدا ہوگی -

سے ایک دوڑا آرہا تھا۔ رسوئیا نے اسے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا اور دوسرے شخص نے اسی طرح اسے پکڑ لیا۔ دونوں دہائی دینے لگے چور پکڑ لیا۔ چور پکڑ لیا۔ اس پر سب لوگ محاصرہ چھوڑ کر اس جگہ آ گئے۔ بیچارہ میگھ سب کیلئے اجنبی تھا۔ رسوئیے کو سب پہچانتے تھے۔ اسلئے جو آتا میگھ کی گت بناتا۔ وہ دہائی دینے لگا ارے میں تو پہرہ دینے والا ہوں اسکے ایسا کہنے پر سب اور جوش میں آ گئے کہ بدمعاش اب پہرہ والا بن بیٹھا ہے یہ کہکر ماسٹر نندلعل جی جیسے اہنسا کے آدرش نے بھی اسے ایک دو چھڑیاں رسید کیں۔ چند منٹ بعد ہم نے عرض کیا کہ اس سے اب زبانی بات کر لو۔ یہ بھاگ تو نہیں سکتا! سپر ہار پیٹ بند ہوئی۔ اور جب معلوم ہوا ارے یہ چور نہیں یہ تو لالہ جگن ناتھ جی کا بھیجا ہوا چوکیدار ہے بڑی شرم محسوس ہوئی اور ایک منٹ پہلے جیسے پیٹ رہے تھے سب اسکی خاطر کرنے لگے اس کے دردوں کی دوا ہونے لگی اسے روپیہ دیا گیا۔ اور یہ ایک لطیفہ سا بن گیا۔ کہ خوب چور پکڑا ہو۔ یہی حال آریوں اور مسلمانوں کا ہے۔ دونوں جہالت اور جھوٹے مذاہب سے انسانوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔ مگر تاریکی میں مبتلا ہو کر ایک دوسرے کی دشمنی کر رہے ہیں۔ دیکھیں کب ان کی عقلیں روشن ہوتی ہیں اور یہ اپنے لگائے زخموں پر آپ مرہم پٹی کرتے ہیں۔

سیواجی اور سنبھاجی جیسے جانی دشمنوں کی بابت تاریخ بتاتی ہے کہ عین جنگ کے دور میں جب یہ راز کھلا کہ دونوں میں باپ بیٹے کا تعلق ہے۔ فوراً جنگ دور ہو گیا اور وہ جانی دشمن بچھڑے ہوئے باپ بیٹے کی طرح بغلگیر ہو گئے۔

کاش کہ ہمیں بھی اپنی غلطی کا احساس ہو اور ایشور کرپا سے ایسا ہی تاریخی نظارہ آریوں اور مسلمانوں کو دیکھنے کا سو بھاگیہ نصیب ہو۔ اوم شم

(لکھشمن)

اس کل تحقیقات کا نتیجہ

کہ ویدک دھرم اور دین اسلام بالکل ایک ہیں۔ حضرت محمد صاحب اور حضرت جبرئیل
وید لفظ کی جگہ عربی لفظ قرآن منتخب کیا اور ویدک دھرم کی جگہ دین اسلام ہر دو فر
دنیا کے مذاہب کی جگہ ایک ازلی ابدی ایشوری دھرم اور خالص سچی توحید کی اشاعت
ذمہ دار ہیں یعنی مقصد دونوں کا ایک ہے۔ یہ امر کہ موجودہ جدائی دوری اور منافرت دلنف
کن کن تاریخی مرحلوں سے گذرنے کے بعد رونما ہوئی ہیں۔ میرے اس مضمون سے تعلق
نہیں رکھتا۔ اصل حقیقت جب ہر پہلو سے روشن ہے تو سوائے اس کے کہ دنیا بھر
حق کی فتح کر دکھانے کے لیے دونوں فریق متحد ہوں نہ کوئی اور چارہ نہ ہو سکتا ہے نہ

ہمیں اپنا چشم دید واقعہ یاد ہے۔ ۲۴ سال ہوئے ہم گوجرانوالہ گورو کل میں تھے
سے باہر کی کوٹھیوں وغیرہ میں ایک بار رات کو چوریاں ہونے لگیں۔ گو رو کل میں بھی چند دل
داؤں لگائے اور ان کو پکڑنے کی کوششوں میں ناکام ہو کر ایکدن کل باسیوں نے
بنایا۔ صرف ایک سیوک کو بغیر لالٹین کے اندھیرے میں ارد گرد چکر لگاتے پر تعینات کیا گیا
اور باقی لوگ خاص جگہوں میں اکٹھے رہ کر جاگتے رہے۔ لالہ حاکم رائے وکیل سکرٹری
سماج کے ہاں کام کرنیوالے بہت سے سیوک بھی جو شدھ ہو چکے تھے حفاظت کیلئے آئے ہوئے
ایسا ہوا کہ ارد گرد کے درختوں کے پتے ہوا سے کھٹکھٹائے۔ پہرہ دار نے اسے چوروں
آہٹ سمجھا اور دوسری پارٹیوں کو اس نے جلدی سے اطلاع دی کہ پتے کھٹکھٹانے
ادھروں نے گھبراہٹ میں سمجھا کہ حسب معمول چوروں نے کوئی پتھر پھینکا ہے انہوں نے
اکر گورو کل کا محاصرہ کیا کہ چور بھاگ کر نہ نکل سکیں۔ ماسٹر سندر سنگھ جی نے اب لالٹین جلا
اور سب لوگوں کو باہر آنے کو کہا۔ ہدایت یہ تھی کہ جوں ہی چور بھاگتا معلوم ہو پکڑ لو۔ اتفاق
ایسا ہوا کہ ایک طرف تو برہمن رسوئیا دوڑا آ رہا تھا۔ دوسری طرف سے ان سیوکوں